دشمنان امیر معاویہ
علمی محاسبہ
جلد اول
محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب
مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج
لاہور

اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھد بہ
دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کا
علمی محاسبہ
جلد اوّل
محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب
مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج — لاہور

مصنف ــــــ محقق اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ امیر روڈ لاہور

نام کتاب ــــــ دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ

کتابت ــــــ راجہ محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ شریف

قیمت .... ۱۱۰ روپے

معاونین : (۱) خصوصی معاون مصنف علام کے استاذ بھائی حضرت مولانا شرف الدین صاحب صدر مدرس جامعہ ہذا

مصنف علام کے تلامذہ

(۱) آپ کے صاحبزادے علامہ مولنا قاری محمد طیب صاحب انگلینڈ

(۲) خصوصی معاون حافظ محمد اکرم شاکر صاحب جامعہ ہذا (۳) علامہ مولانا صابر علی صاحب انگلینڈ (۴) علامہ مولنا صوفی محمد یونس صاحب لاہور (۵) علامہ مولانا صوفی ولایت صاحب ساہیوال (۶) محمد رمضان صاحب علشی منکیروی

(۷) صاحبزادہ قاریٔ رضائے مصطفٰے جامعہ ھذا

مصنف علام کی تصنیف کا محرک اوّل

ــــ برخوردار مولانا چوہدری محمد بخش صاحب

محرک دوم : راجہ ناصر محمود بادامی باغی لاہور

فون ۲۲۷۲۲۸۹ سن طباعت ۹ جون ۱۹۹۲ء

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدار ناموسِ اصحاب رسول محب اولادِ بتول سپہر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ امین :

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

اِلْاَھْدَاء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع (مدینہ طیبہ) خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں ھدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع - گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفی عنہ

تقریظ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہ

امیر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب، فاضل درسِ نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا شغل ہے۔ مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتبِ فکر کے عقائد و نظریات اور ان کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف "تحفۂ جعفریہ" ایک نہایت وقیع علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو "حضرت علی اور خلفاء ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات" کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و براہین کی رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و موعظت کا سبب بنے۔

سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف

گنج بخش روڈ۔ لاہور - ۱۴ر اگست ۱۹۸۴ء

تقریظ ۲

شیخ الحدیث و التفسیر جامع المعقول و المنقول استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء وامام المرسلین وآلہٖ وصحبہ اجمعین :

اما بعد :

میں نے شیعہ مذہب (تحفہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بنظر مطالعہ کیا۔ فاضل مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ افراط و تفریط نہیں کی اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور ان کو بیتِ عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اوّل سے آخر تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزاء دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے اہلسنت وجماعت کی اہم ضرورت کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

تقریظ ۳

مفسر قرآن، علامۃ الدھر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک نجی محفل میں قمر الاسلام والملت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سُنا کہ کاش کوئی مردِ میداں ہوتا جو شیعہ مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھولتا، اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب ورسائل اس موضوع پر منظرِ عام پر آئے مگر . . . . . افسوس! کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا بر آئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی قلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم کو "تحفہ جعفریہ" کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ نے اپنے ہر دعوی کا اثبات قرآن اور صرف کتبِ شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی خدمت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین :

محمد فیض احمد الاویسی الرضوی غفرلہ (بہاولپور) — ۱۴، شعبان ۱۴۰۴ھ

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبد التواب صدیقی اچھروی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرۂ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے مکروفریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمتِ صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کمی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے کئی کتب تالیف فرما دیں۔ جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۱ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں طلباء سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبد التواب صدیقی
خادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

تقریظ

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الٰہی بخش صاحب لاہور

اُستاذ العلماء مناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے سلف کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے واقعات اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد مل کر ایک تاریخی کارنامہ سر انجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا محیر العقول کارنامہ سرانجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد مل کر مدتوں تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اس کا نام صدیوں تک زندہ و تابندہ رہتا ہے عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دھارے ہمیشہ بہتے رہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعہ مذہب ابتدا سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعہ مذہب کا بانی کون تھا۔ اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج" اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کے زہریلے عقائد تھے ان کے دندان شکن جوابات فقط ان کی کتابوں سے ہی دیئے جا سکتے تھے۔ اس عظیم کام کے لیے

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام علامہ موصوف سے لیا۔ نہایت محققانہ انداز سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اس درویش صفت انسان نے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا۔ عقل و خرد کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو اُن کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گراتے چلے گئے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو اُنہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظرِ ثانی کرنے کی نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ ——— عقائد جعفریہ کی چار جلدیں اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں ——— ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل بجا ہے۔ کہ اس سے پہلے بھی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے ازالۃ الخفاء اور تحفۂ اثنا عشریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ میرے خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب ردِ روافض میں نہیں لکھی گئی! اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضلِ مصنف کو دعا اور مبارکباد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمرِ دراز فرمائے۔ اُن کا سایہ اہل سنت وجماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو اُن سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف

بندہ صمیم الٰہی بخش قادری

تاثرات مشائخ عظام

شیخ العرب والعجم علامہ فضل الرحمان صاحب (مدینہ منورہ)

فضل الرحمن بن حبیب الرحمن ... القادری

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لإن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم

الحمد لله الذي خص هذه الأمة المحمدية بالعلماء العاملين وجعلهم مرجعا للعباد وحفظة للشريعة المطهرة من أهل الزيغ والعناد ونوعهم إلى حفظة ونقاد والصلاة والسلام على عبده ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم اصطفاه من بين سائر خلقه ورسله عليهم الصلاة والسلام فقال صلى الله عليه وسلم إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله ثم قال وعترتي أهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا واصطفاله أزواجه وصحابته كالنجوم لا بل كالشموس ومنهم من شرفه الله بزيادة الفضل والكرامة كالخلفاء الراشدين وباقي العشرة المبشرة وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم أجمعين وبعد أقدم شكري الجزيل لفضيلة الأستاذ الكبير قدوة السالكين زبدة المحققين والمدققين مولانا محمد علي حفظه الله على إهدائه الكتب التي ألفها وصنفها لمحرر هذه الأسطر جزاه الله عني وعن الإسلام والمسلمين خير الجزاء إني قد طالعت في مؤلفاته التي ذكرها من عدة أماكن واسمعني قراءة بعض المحبين من أجزاء متفرقة من كتابه [تسبعة مصنف] المعروف بعقائد الجعفرية وكذا التحفة الجعفرية من المجلد الأول والمجلد الثاني وغيرها من عقائدهم الفاسدة

بسم الله الرحمن الرحيم
هو القادر
فضل الرحمن بن ضياء الدين القادري
المملكة العربية السعودية ص. ب ٩٢ المدينة المنورة

والحقيقة أن فضيلته يستحق الشكر والتقدير في بذل مجهوداته القيمة الثمينة في سبيل إخراج هذه المجموعة الكبرى السالف ذكرها والحق يقال - إنها دائرة معارف دينية - في مؤلفاته الثمينة المتوالية والتي جعلها سهلة التناول - لكل من يسر له الله لمعرفة دينه الحنيف وسنة نبيه الهادي إلى أقوم سبيل - وقد أكبرت في شخصيه الجليل هذه الهمة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تلمسه من سهر متواصل وسعي حثيث في تحقيق مشروعه الذي هو الأول من نوعه بهذه السلسلة الذهبية - وبما بوبه ورتبه في كل كتاب منها من فصول وأصول - وبما زينه من آيات قرآنية كريمة - أدرجها في عبارة لطيفة مستفيضة من أكابر العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يجب في حقهم من حسن الإعتقاد - ولزوم سبيل السداد - ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأزواجه وذرياته - فقد برئ من النفاق - ومن ذكرهم بسوء فهو على غير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم سار منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فكذلك الذرية الطاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم وبهذا يتضح أن أصل الفضلين - فضل الذرية - وفضل الصحابة هو رسول الله صلى الله عليه وسلم - وهما فرعان من أصل واحد

فمهما حصل لأحدهما من مدح أو ذم - لابد أن يتعدى على الآخر فنسأله الله على من فرق بولاء بعضهم - ومعادات البعض فإن عادى أحدهما لم ينفعه ولاء الآخر وكان عدو الله ورسوله - وأعود فأقول لقد حظيت مؤلفات فضيلته - من تنسيق جميل - وفن بديع - علاوة على ما حظي به من تمارظ جهابذة العلم والدين - وتقدير المشايخ والعلماء العاملين وقد بش فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة أن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ابن عفان ثم أسد الله علي ابن أبي طالب ثم من بعد الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين هذا ما خطر على قلبي وجرى به لساني - حررته وقت السحر وأنا مسرور بما أطلعت عليه من السلسلة الذهبية المشار إليها - وهكذا يكون العلم والعمل إبتغاء رحمة الله ورضوانه أسأل الله الكريم رب العرش العظيم أن يبارك في عمره - وأن يجزله المثوبة - بمحض فضله وكرمه ومنه إنه سميع الدعاء وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين

حرر في ١٢ - ١٢ - ١٤٠٦هـ
موافق ١٧ - ٨ - ١٩٨٦م

الفقير إلى الله تعالى
فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
ضياء الدين القادري المدني
فضل الرحمن [signature]
عفا الله عنه آمين

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عُمدۃ الاتقیاء میزبان مہمانان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

علامہ محمد فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف، زادھا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)"

تمام تر خوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے اُمتِ محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعتِ پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپی۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اُس کے مخصوص بندے اور عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا حبیب

ور شفاعت فرمانے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

"بیشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عترت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں"

یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے نہیں نہیں بلکہ روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالےٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازیں میں فاضل کبیر، استاد معظم، قدوۃ السالکین، زبدۃ المحققین والمدققین جناب مولانا محمد علی صاحب (اللہ اُن کی حفاظت فرمائے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم الحروف کو اپنی تالیف کردہ کتابیں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

میں نے اُن کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی بیخ کنی کی گئی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف و تکمیل پر کی گئی ان تھک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

جائے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے مقصد کا حاصل کرنا ہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دینِ حنیف کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا سہل کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا اخلاص پایا۔ جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگاتار شب بیداری اور ان تھک محنت سے ملتا ہے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور مسئلہ کی علیحدہ فصل سے ملتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے قرآنی آیات کو ہر مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور نفیس رساں عبارات اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسن اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے متعلق جو عقائد کا راستہ مستقیم تھا اُسے مضبوطی سے تھامنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب ومزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آل پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آل پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آل پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

دوسرے کو بھی شامل ہوگی سو اللہ کی لعنت اُس شخص پر کہ جس نے ان میں سے ایک کے ساتھ دوستی اور دوسرے شخص کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اُسے دوسرے کی محبت ہرگز نفع نہ دے گی۔ اور وہ شخص اللہ اور اُس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف میں عبارت سلیس اور فن فصاحت اور بلاغت کے معیار کے مطابق رکھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت اُن تقاریظ سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضرات مشائخ کرام اور باعمل علماء کی تعریفی تحریرات سے اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر صدیق پھر عمر الفاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر اصحاب شورہ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں آئے اور میری زبان سے ادا ہوئے میں نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی کی تلاش کے لیے ہونا چاہیئے۔ عرش عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں برکت کا طلب گار ہوں اور درخواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان سے انہیں ثواب جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے اور ہمارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپکے تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ
فضل الرحمٰن بن فضیلۃ الشیخ
ضیاء الدین القادری المدنی)

تاثرات

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت

قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

✻

اس خادم اہل بیت وصحابہ (راقم الحروف سید محمد باقر علی) کی دیرینہ تمنا تھی چھوٹے محبان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ، فقہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی شک نہیں کہ یہ کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق اس قدر تشکر آمیز ہیں کہ لفظوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب ارادتمندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں خریدے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ

حضرت کیلیانوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

تعارف مصنف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

تخلیق کائنات کے ساتھ ہی خالق کائنات نے جب بنی آدمؑ کو عزت و شرافت کا تاج بخشا تو اسے پردۂ عدم سے منصۂ شہود میں لاکر سطح زمین پر آباد فرمایا پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و مقرر فرماتا رہا۔ ان عظیم ہستیوں نے نوع انسانی کو صراطِ مستقیم کی تلقین و تبلیغ فرمائی اور انہیں شرک و کفر اور گمراہی کی بھیانک تاریکیوں سے نکال کر ان کے سینوں کو نورٌ علیٰ نور اور معرفتِ خداوندی سے معمور فرمایا اور یہ حضرات متلاشیانِ حق کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئے۔

چودہ سو سال ہوئے، خلاقِ عالم نے سلسلۂ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا۔ جب سیدِ کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرمالیا تو اس وقت سے آج تک اولیاء اور علماء ہی ہیں جو پیامِ حق بندگانِ حق تک پہنچاتے رہے ہیں اور تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم محسنینِ اُمت میں سے ایک استاذ العلماء استاذی المکرم حضرت الحاج الحافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج امیر روڈ لاہور ہیں۔ آپ بیک وقت اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالم دین، حق گو مجاہد، شیریں لسان خطیب ایک مہربان و مشفق استاد اور اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں

سے مستفید ہیں جو ملک کے طول و عرض میں عرصہ سے مسلک اہل السنت و الجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کے گلشن کے خوشہ چینوں میں سے ایک ادنیٰ سا غلام ہے۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ مذہبا سنی حنفی، بریلوی مشربا نقشبندی ہیں، ساکنا لاہوری و مولدا گجراتی ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم نے کم و بیش اٹھارہ سال تک نارووال ضلع سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریر میں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا تھا۔

پیدائش

استاذی المکرم مولانا الحاج محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۲ء میں موضع حاجی محمد مضافات شہر لالہ موسیٰ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں:

"جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔" آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں اور روزانہ ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کفالت نہیں کر سکتے۔ لہذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرایا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے۔" فلہذا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چکوڑی شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا مگر صحیح سرپرستی

نہ ہونے کی وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس عرصہ میں صرف قرآن مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کرنی چاہیے۔ گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہربنس پورہ کے قریب ہوائی جہاز چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۴۰ء میں جب تقسیم بند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے

تعلیم و تربیت

چوں کہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یونہی گزر جائے گی؟ تو آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دیں گے۔

اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفےٰ صاحب پنن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کراتے تھے آپ بھی ان کے حلقۂ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔ دفعتہً ایک دن خیال آیا کہ غدر کا زمانہ ہے اور حالات مخدوش ہیں والدین کہیں یہ نہ سمجھے بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کہیں شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں تلاش کی زحمت گوارہ نہ فرمائیں۔ قرآن پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آ جاؤں گا۔

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین ہوتے ہیں برداشت نہ کر سکے۔ خط پر موہناڈ پو کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے۔ اور تلاش کرتے کرتے میانہ گوندل تشریف لے آئے اور ملاقات ہوئی تو گلے لگا کر بہت روئے لہٰذا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر ذہن میں اشتیاقِ حصولِ علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگ گئے اور موضع گوہر مضافاتِ منڈی بہاؤالدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسمِ گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے مدرسہ اجووال لے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلانِ طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علومِ دینیہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور آپ دارالعلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ علامۃ الدہر جامع المعقول والمنقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھوی مرحوم کے سپرد فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو قانونچہ کیدانی، نحو میر اور شرح مائۃ عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

تلاشِ مرشدِ کامل

دورانِ تعلیم مرشدِ کامل کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے استاذِ مکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سعید احمد صاحب خطیبِ اعظم علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ سراج السالکین قدوۃ العارفین قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز، اکمل و اعظم خلیفہ مجاز، سلطان العارفین، قطبِ زماں اعلیٰحضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا " آپ حافظِ قرآن ہیں" پھر جواب سے پہلے خود ہی

فرما دیا: "ہاں آپ حافظ قرآن تو ہیں" پھر فرمانے لگے "آپ کس لیے آئے ہیں؟" آپ نے عرض کیا حضور! اللہ اللہ سیکھنے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آپ پہلے بھی ایک دفعہ یہاں آئے تھے۔ آپ نے عرض کیا ہاں حضور! حاضر ہوا تھا۔ حضرت صاحبؒ کے اس عارفانہ کلام کا دل پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ دراصل واقعہ یہ تھا کہ جب آپ اجووال میں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے تو اس گاؤں کا ایک چوہدری شیر محمد راجہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوا تھا۔ راستہ میں دورانِ گفتگو چوہدری صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حافظ صاحب! بھلا مرشد کیسا ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا جسے کم از کم اتنی خبر تو ہو کہ کوئی آنے والا عقیدت لیے آ رہا ہے۔ جب یہ دونوں صاحب حاضرِ بارگاہ ہوئے تو جمعہ شریف کا دن تھا۔ حضرت صاحبؒ خطبہ کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ آیتِ قرآنی۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ تلاوت فرمائی۔ دورانِ تقریر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر وہ ہوتا ہے جسے خبر ہو کہ مرید آ رہا ہے۔ مگر دوستو! آزمائش اچھی بات نہیں ہوتی۔ ظنوا المؤمنین خیرا (مومنوں کے متعلق حسنِ ظن رکھو) حدیث پاک پڑھی اور وعظ ختم فرمایا۔ خطبہ کے اختتام پر اشارہ فرمایا کہ اسے یعنی آپ کے ساتھی کو پیچھے کر دو کیوں کہ چوہدری صاحب داڑھی مونڈے تھے۔

اگلی صبح اجازتیں ملنے لگیں۔ سب لوگ اجازتیں لے کر جا رہے تھے سب سے آخر میں آپ کی باری آئی تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو لوگ رہ گئے ہیں ان کو کہہ دو، چلے جائیں۔ میری طبیعت خراب ہے۔ پھر کبھی آ جائیں۔ اس طرح قبلہ استاذی المکرم کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی۔ شیخِ کامل یہی ہیں اور بہر صورت ان سے اکتسابِ فیض کرنا چاہیے لیکن حضرت قبلہ عالم نے بڑی کوشش کے بعد قبول فرمایا اور اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ حافظ صاحب! کوں کوں نہ کیا کرو۔ تہجد

پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو، برکت ہوگی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت استاذی المکرم تانو نچہ کھیوالی پڑھتے تھے تورات کو اُٹھ کر صرف کی گردانیں منہ بند کر کے ناک کے راستہ دہرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخؒ نے "کوں کوں" سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپؒ کا کشفِ باطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا "حافظ صاحب! جلدی "گھتی" مارنا" یعنی جلدی آنا۔ آپ اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر درگاہِ شیخ پر پہنچے تو حضرت شیخ نے آپ کا وظیفہ مکمل فرما دیا اور ساتھ ہی فرمایا "حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی "گھتی" مارنا" یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرم نے اگلے جمعہ کو حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی حضرتِ شیخ کیلانی اس دارِ فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حرف بحرف قبلہ استاذی المکرم نے خود بیان فرمایا۔

تکمیلِ علم

بعد ازاں استاذِ گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب مدظلہ العالی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور بحر العلوم استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول علامۂ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی، کمال محنت و شفقت سے پڑھایا اور آپ نے انہیں سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو۔

علومِ درسیہ سے فراغت کے بعد آپ نے اورنٹیل کالج لاہور سے نمایاں حیثیت سے فاضلِ عربی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی کی وساطت سے محدثِ اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے اکتسابِ حدیث کے بعد سندِ حدیث حاصل کی۔

دار العلوم کا قیام

۱۹۶۳ء میں بلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک قطعۂ زمین خرید کر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مکرم و محترم استاد قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دار العلوم میں شعبۂ حفظ القرآن تجوید و قرأت، درسِ نظامی، دورۂ حدیث اور دورۂ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دار العلوم جس کا اجراء ایک چھوٹی سی کٹیا سے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلباء کے لیے ہر قسم کے قیام و طعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبانِ دینِ متین اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

ادارہ ہنوز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دُعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب باکمال کے طفیل اس دار العلوم کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور تشنگانِ حق کے لیے چشمۂ علم و عرفان بنائے رکھے آمین۔

والدین

استاذ محترم مصنف کتاب ہذا کے والد گرامی جناب غلام محمد صاحب اگرچہ دینی علوم سے شناسا نہ تھے۔ تاہم ضروریات دین کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے دور کے قطب کامل قدوۃ السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ و مجاز اعلیٰ حضرت قبلہ عالم خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ وہ ایک پرہیزگار، شب زندہ دار، خوفِ خدا میں چشم گریاں رکھنے والے اور یادِ خدا میں ہمہ وقت شاغل قلب کے مالک تھے۔ ان کا معمول تھا کہ آدھی رات کے بعد بستر سے الگ ہو جاتے اور بقیہ رات سر بسجود گزار دیتے۔ اور ان کے نالۂ نیم شبی کی دلگداز آوازرات کے سکوت کا جگر پاش پاش کر دیتی تھی۔ گھر والے انہیں دیکھتے کہ وہ اندھیری رات میں سر سجدے میں رکھ کر زار و قطار رو

رہے ہیں۔ یقیناً وہ ایک جنتی انسان تھے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَىٰ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ۔

وہ شخص دوزخ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے خوف سے روئے۔ تاآنکہ دودھ واپس تھن میں چلا جائے۔

ان کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے۔ اللہ نے انہیں بڑی دلگداز آواز بھی دی تھی۔ تو جب وہ تہجد کے بعد یادِ خدا اور خشیتِ الٰہی پر مشتمل اشعار اپنی جان گداز آواز میں پڑھتے اور ساتھ آہ و بکی کرتے تو آس پاس کے مکانات والے لوگ بھی اس واضح آواز کو سنا کرتے۔ اور یہ سلسلہ تا دمِ سحر جاری رہتا۔

مصنف علام نے بھی چونکہ اسی ماحول میں تربیت پائی تھی تو ان پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا اور ہم نے ان کے شبانہ معمولات کو بھی اسی رنگ میں ڈھلا ہوا دیکھا ہے بلکہ آپ کے اکثر تلامذہ اور اولاد میں بھی تہجد کے لیے رات کے پچھلے پہر بیدار ہونے کی عادت موجود ہے۔

اسی طرح مصنف علام کی والدہ ماجدہ کا حال بھی اس سے فزوں تر ہے۔ عالمِ شباب ہی میں خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمر اور از حد پرہیزگار خاتون فاطمہ بی بی رحمہا اللہ ساکنہ موضع ببانیاں گجرات سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ اور اس کا یہ فوری اثر ہوا کہ انہوں نے مسلسل تین سال اندھیری کوٹھڑی میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے گزار دیئے۔

پھر ان کی ساری عمر ترکِ دنیا میں گزری۔ کبھی نیا کپڑا نہ پہنا۔ البتہ جو پوشش بھی زیبِ تن کیا وہ اُجلا اور پاکیزہ ہوتا۔ روزانہ غسل کرنا ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ حد سے زیادہ دریا دل اور سخیہ تھیں۔ جو ہاتھ میں آیا راہِ خدا میں لوٹا دیا۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ

چوبیس گھنٹوں میں تقریباً بارہ سو تک نوافل ادا کیا کرتیں۔ انہوں نے تقریباً سو سال عمر پائی اور وفات سے چند روز قبل تک یہی معمول رہا کہ کھڑے ہو کر رات بھر عبادت میں گزار دیتیں۔ اور ہزار سے بارہ سو تک نوافل ادا کرتیں۔

جب مصنف علام نے لاہور میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ (بلال گنج لاہور) قائم کیا اور قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا تو آپ کی والدہ تقریباً ۱۹۷۳ء میں آپ کے پاس لاہور آ گئیں۔ پھر ہم نے خود دیکھا ہے کہ وہ طلباء جامعہ سے قرآن کریم کا ثواب جمع کرتیں اور روزانہ تقریباً پانچ سے دس تک قرآن کریم جمع ہو جاتے اور وہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلاتیں۔ روزانہ پھل وغیرہ تقسیم کرتیں۔ حتیٰ کہ "مائی گیارھویں والی" ان کا نام پڑ گیا۔ طلباء جامعہ سے از حد شفقت کیا کرتیں۔ جس سے قرآن کا ثواب لیتیں اسے کچھ نوازا بھی کرتیں۔ آج جب دادی اماں کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو آنکھ پرنم ہو جاتی ہے۔

ان کی وفات کا یہ عالم ہے کہ نمازِ ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت مصنف کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور طلباء میں پیسے تقسیم کرنے کا اشارہ کیا پھر نقاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے نماز ادا کرنا شروع کی۔ ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھے اور ساتھ ہی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ سن وصال ۱۹۸۳ء ہے۔

وصال کے بعد جب انہیں نہلانے کا وقت آیا یہ مشہور واقعہ ہے کہ خاندان کی عورتوں نے جو نہلا رہی تھیں محسوس کیا کہ دادی اماں کا دل دھڑک رہا ہے۔ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ دادی اماں کہیں زندہ تو نہیں مگر آپ تو واقعی وصال فرما چکی تھیں۔ مگر وہ اُن کا قلبِ ذاکر تھا جو ہنوز مصروفِ ذکرِ خدا تھا۔ لاہور چوبرجی کے قریب میانی قبرستان میں اُن کا مزار پر انوار ہے۔ ان کے وصال پر انہیں ایصالِ ثواب کے لیے قرآن کریم کا اس قدر ثواب جمع ہوا کہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کی ہر اینٹ کے عوض

ایک قرآن پڑھا گیا ہے۔ قبر کی اینٹیں تقریباً ایک ہزار تھیں۔

اس پرہیزگار اور شب زندہ دار ماں کی تربیت کا استاد گرامی حضرت مصنف کے قلب و باطن پر واضح اور گہرا اثر دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت مصنف کے خاندان میں اور بھی کئی ایسے کامل لوگ گزرے ہیں۔ چنانچہ استاد گرامی کے ارشاد کے مطابق ان کی ساس صاحبہ ایک ولیہ کاملہ تھیں۔ ان کی وفات پر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سحری کا وقت تھا کہ وہ اچانک زور زور سے پکارنے لگیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ وہ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی گلی کے موڑ سے نمودار ہو کر تشریف لا رہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ کہ

عزت نوریاں تھیں ودھ پاویں جے ساڈے دل آ ویں۔

پھر عالم بے ہوشی میں بھی مصرعہ ان کا ورد زبان رہا اور چند دن بعد ان کا وصال ہو گیا۔ تب ان کے وصال کے بعد حضرت مصنف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کردہ اس مصرعہ کے ساتھ شعر کو مکمل کرتے ہوئے یوں دوسرا مصرعہ ملایا۔

عزت نوریاں تھیں ودھ پاویں جے ساڈے دل آویں
جنت دے دروازے کھلے کیوں دیراں چن لاویں

اولاد

آپ کی اولاد میں سے سب سے بڑے بیٹے مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب ہیں۔ جو ایک مستند عالم دین۔ فاضل علوم دینیہ، فاضل قراءات سبعہ اور فاضل عربی ہیں۔ اور متعدد ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند ایک کے یہ نام ہیں

۱۔ ترجمہ الریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ چار جلدوں میں (عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب و محامد پر مشتمل حضرت محب طبری رحمۃ اللہ کی مشہور آفاق کتاب کا اردو ترجمہ)

۲۔ سیرت نبی علیہ السلام میں دلائل النبوۃ مصنفہ حافظ ابو نعیم کا چار جلدوں میں ترجمہ۔

۳۔ شرح الشاطبیہ دو جلدوں میں (قراءات سبعہ کے متعلق امام شاطبی رحمۃ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب جسے قصیدۂ لامیہ بھی کہتے ہیں کا ترجمہ و تشریح)۔

۴۔ الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن و حدیث کے دلائل کا بیش بہا خزینہ جو ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۔ جشنِ میلاد قرآن و حدیث میں۔ جواز عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل قرآن و حدیث کے دلائل کا انمول مجموعہ۔

مولانا محمد طیب صاحب آج کل انگلینڈ میں تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کی تقریر و تحریر میں حضرت مصنف کا اندازِ بیان اور زورِ استدلال نمایاں جھلکتا نظر آتا ہے قاری طیب سے چھوٹے رضاء المصطفٰی علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کرنے کے بعد اپنے مدرسہ میں درس نظامی پڑھا رہے ہیں۔ اور ان سے چھوٹے صاحبزادے احمد رضا نے حفظ قرآن کے بعد ایف اے کا امتحان دیا ہے اور مدرسہ کی ضروریات میں والد گرامی کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ ان سے چھوٹے محمد رضا حفظ قرآن کے بعد درس نظامی پڑھ رہے ہیں آپ کی ایک بیٹی بنام ام سلمہ حافظہ قاریہ ہے جو شعبہ حفظ پڑھا رہی ہے۔ اور دوسری بیٹی بنام نفیسہ طاہرہ جو علوم دینیہ میں اچھی مہارت رکھتی ہے جو قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر بمع صرف نحو کے پڑھا رہی ہے۔

اولاد کی تربیت و تعلیم کے انداز بھی بتلا رہا ہے کہ حضرت مصنف گہرا دینی شغف رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کو اپنا سچا جانشین بنانا چاہتے ہیں۔ جبکہ موجودہ دور کے علماء میں یہ جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے کہ جلیل القدر علماء کی اولاد علم دین سے نا آشنا نظر آتی ہے۔ ایسے دور میں حضرت مصنف کا وجود علماء کے لیے قابل تقلید ہے۔

اخلاق و عادات

حضرت مصنف جہاں انگنت خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہاں ان کی ایک بڑی قابل عمل اور قابل تقلید

صفت والدین اور اساتذہ کا بے پایاں احترام و اطاعت بھی ہے۔ استاد محترم کو جس قدر ہم نے اپنے اساتذہ کے سامنے مؤدب اور سراپا احترام پایا ہے اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ جبکہ والدین کے لیے حق اطاعت کی بجا آوری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ آپ ہر جمعرات کو جامعہ کے طلباء سمیت اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور پورا قرآن کریم ختم کر کے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سارا ہفتہ طلباء سے ثواب جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر جمعرات کو قبر انور پر ۱۵سے ۲۰ قرآن کریم جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین اولیاء اور مرحومین خصوصاً والدہ ماجدہ کا ختم شریف دلاتے ہیں۔ زندگی میں والدہ کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا وہ اب بھی اسی طرح اپنی کاپی میں درج کرتے ہیں۔ بلکہ جیسے جیسے مہنگائی بڑھتی ہے اور گھر والوں کا خرچ بڑھاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ کا بھی خرچ بڑھاتے ہیں۔ جو طلباء پر خرچ کرتے ہیں جیسے کہ والدہ خرچ کیا کرتی تھی اور اس کا ثواب والدہ کو پہنچاتے ہیں۔

دوسری بڑی خوبی اور اعلیٰ ترین صفت عشق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ کو بار بار کشاں کشاں مدینہ طیبہ لے جاتا ہے اور اب تک آپ سات مرتبہ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ وہ گھڑی آئے کہ آنکھیں روضۂ رسول کے دیدار سے ٹھنڈی ہو جائیں

چند جید تلامذہ

یوں تو حضرت مصنف کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ جو ملک اور بیرون ملک جا بجا شمع دین کو فروزاں کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی بطور مشتے از خروارے درج ذیل ہیں

۱۔ حضرت علامہ مولانا نذیر احمد صاحب آف گجرات بھالیہ۔ جو آج کل لاہور بلال گنج میں خطیب اور جامعہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں شعبہ درس نظامی

میں صدر مدرس ہیں۔

۲۔ مولانا علامہ محمد یوسف صاحب کولوی۔ جو انگلینڈ کے شہر کاونٹری میں حضرت علامہ مولانا عبدالوہاب صدیقی خلف الرشید مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھروی کے قائم کردہ علوم اسلامیہ کے مشہور مرکز جامعہ اسلامیہ میں شعبہ درسِ نظامی میں صدر مدرس ہیں۔

۳۔ مولانا قاری محمد برخوردار صاحب مہتمم جامعہ کریمیہ بلال گنج لاہور آپ فاضل درس نظامی ہونے کے ساتھ قراءات سبعہ عشرہ کے جید اساتذہ میں سے ہیں۔ اور لاہور میں حفظ و قراءات کے ایک وقیع ادارہ جامعہ کریمیہ کے مہتمم ہیں۔

۴۔ مولانا احمد علی صاحب مرزا پوری۔ جو شیخوپورہ شہر میں مصروفِ تدریس ہیں۔

۵۔ حضرت مصنف کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب جس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

۶۔ مولانا محمد یونس نقشبندی قادری جو ایک عظیم دینی درسگاہ جامعہ معراج العلوم نقشبندیہ رضویہ عظیم پارک بالمقابل سانده بھاٹیاں بند روڈ کے مہتمم ہیں اور جامعہ مسجد مدینہ سانده خورد لاہور میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۷۔ مولانا صوفی محمد ولایت صاحب جو کہ اس وقت جامعہ حنفیہ غوثیہ ساہیوال میں بطور صدر مدرس کے کام کر رہے۔ اور افتاء کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

۸۔ مولانا صوفی برکت علی صاحب جو کہ مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال میں۔ درس نظامی کی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۹۔ مولانا حافظ محمد یونس صاحب جو کہ اس وقت مرکزی ادارہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں ہی درس نظامی پڑھانے کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۰۔ مولانا قاری رضاء المصطفے صاحب جو قبلہ شیخ الحدیث استاذی المکرم کے دوسرے صاحبزادے جو کہ قاری محمد طیب صاحب سے چھوٹے ہیں۔ یہ بھی مرکزی دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں درس نظامی کی تدریس میں مصروف ہیں۔

۱۱۔ مولانا صاحبزادہ منیر احمد صاحب جو کہ ایک بڑے عارف کامل اور شیخ اجل حضرت میاں محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ ننکانہ شریف کے صاحبزادے ہیں جو اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی درگاہ عالیہ پہ ایک عظیم دینی ادارہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اور اسی میں تدریس کے فرائض انجام دیں گے۔ اور اس کے علاوہ استاذی المکرم کے کثیر تلامذہ ہیں۔ جو کہ دور دراز علاقوں میں بلکہ دوسرے ممالک تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔

نوٹ ؛

میں اخلاص قلب کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس جامعہ میں جتنی محنت سے قبلہ استاذی المکرم علوم دینیہ پڑھاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ فرائض دینیہ سرانجام دینے کی تاکید کرنے میں اور خصوصاً سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی پابندی کراتے ہیں۔ ایسا بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ یعنی طلباء پر نماز کی پابندی۔ ریشِ شرعی کی پابندی کہ کوئی طالب علم داڑھی منڈوانے والا اور حدِ شرع سے کم کرانے والا اس دار العلوم میں داخلہ حاصل نہیں کر سکتا

اور فقیر خود بھی اسی گلشن کا ایک خوشہ چیں ہے۔ فقیر نے حضرت مصنف کے سامنے زانو تلمذ تہ کر کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ اور اعانت سے فاضل عربی اور فاضل تنظیم المدارس کا کورس پاس کیا اور ایم اے تک عصری علوم حاصل کئے اور اب آپ کی توجہ

سے انگلینڈ میں مصروفِ تبلیغ اسلام ہوں۔

خدا تعالےٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے

احقر

مولانا حافظ محمد صابر علی صابر رضوی ایم اے

خطیب مکہ مسجد بولٹن سٹی انگلینڈ

فہرست مضامین
دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ
جلد اوّل

باب اول

قرآن وحدیث کی روشنی
میں امیر معاویہ کے فضائل اور آپ کے
متعلق مجتہدین امت کے اقوال

باب اول :

قرآن و حدیث کی روشنی میں امیر معاویہؓ کے فضائل ، اور آپ کے متعلق مجتہدین امت کے اقوال

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

تحفہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ میں، ہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات ، پر اہل تشیع کی طرف سے جو الزامات و اعتراضات تھے۔ ان کے جوابات پیش کیے۔ اس دوران جب مختلف کتب مصنفہ کا مطالعہ کیا۔ تو کچھ ایسے لوگوں کی عبارات بھی سامنے آئیں۔ جو اہل تشیع نہیں بلکہ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ ان عبارات میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو تنقید بے جا کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی طبقہ سے تعلق رکھنے والا "مودودی" بھی ہے۔ جو بزعم خویش اپنے اور اپنے پیروؤں کے سوا کسی کو "مسلمان" کہنے کے لیے بمشکل تیار ہوتے ہیں۔ مودودی کے کچھ الزامات کا ہم نے گزشتہ اوراق میں محاسبہ کیا۔ اس کے علاوہ برصغیر میں بہت سے دیوبندی سنی نما بریلوی اور پیر بھی ایسے ہیں۔ جن کے نظریات، اہل سنت کے سے نہیں۔ ہم نے اس بحث کے آخر میں یہ مناسب سمجھا۔ کہ کچھ اِن کا بھی تذکرہ ہو جائے۔ سو اس سلسلہ میں، ہمیں اہل سنت کی کتب سے استدلال کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو "اہل سنت" میں سے گردانتے ہیں۔ اہل سنت کی کتب تاریخ اور احادیث کی کتب سے حوالہ جات درج ہوں گے۔ اس لیے اس مضمون کے لیے ہم نے چند فصول ترتیب دی ہیں۔ تاکہ زیر بحث مسئلہ کی تحقیق مکمل طور پر سامنے آجائے۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

فصل اوّل

صحابی کی تعریف اور مرتبہ و مقام

صحابی کی تعریف : الناھیہ :

ذَکَرَ الْاِمَامُ الْقَسْطَلَانِیُ فِی الْمَوَاھِبِ وَغَیْرِہٖ اَنَّ الصَّحَابِیَّ ھُوَ مَنْ صَاحَبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ رَاٰہُ وَلَوْ سَاعَۃً وَّھُوَ مُؤْمِنٌ بِہٖ وَمَاتَ عَلٰی ذَالِکَ۔

الناھیہ تصنیف امام عبد العزیز بن احمد فرھاروی صفحہ ۲۵۷)

ترجمہ: امام قسطلانی نے مواہب میں اور دیگر حضرات نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ کہ "صحابی" ہر وہ مسلمان (مرد، عورت) ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کی ہے۔ یا آپ کی محض زیارت کی ہو اگرچہ یہ زیارت یا ہم نشینی ایک ساعت کی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ حالت ایمان میں۔ اور پھر ایمان پر ہی اس کا خاتمہ بھی ہوا ہو۔

مقام و مرتبہ: الناھیۃ:

حَسْبُكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَوْلُهٗ سُبْحَانَهٗ: لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفِيْهِ بِشَارَةٌ لِاِجْمَاعِهِمْ بِالْجَنَّةِ۔ (الناھیۃ صفحہ ۱)

ترجمہ: صحابہ کرام کی شان اور مقام و مرتبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول تیرے لیے کافی ہے۔ "تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ اُن لوگوں کے درجات ایسے لوگوں سے بڑھ کر ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ ان دونوں اقسام کے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کر رکھا ہے"۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی خوشخبری ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام جنتی ہیں۔

الناھیۃ وغیرہ:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مرفوعاً
خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ الحدیث

(رواہ البخاری والترمذی ص۱ صواعق محرقہ ص۶)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے زمانہ کے لوگ بہترین

است ہیں۔ پھر دوسرے درجہ پر وہ جو ان کے بعد پھر وہ جو ان کے بعد۔

العواصم والقواصم:

حدیث ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مَهْمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَالْعَمَلُ بِهٖ لَا عُذْرَ لِاَحَدِكُمْ فِيْ تَرْكِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَسُنَّةٌ مِّنِّيْ مَاضِيَةٌ فَمَا قَالَ اَصْحَابِيْ اِنَّ اَصْحَابِيْ مَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ فَاَيُّمَا اَخَذْتُمْ بِهٖ اِهْتَدَيْتُمْ وَاخْتِلَافُ اَصْحَابِيْ لَكُمْ رَحْمَةٌ۔ (العواصم من القواصم ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب بھی تمہیں کوئی بات قرآن کریم سے مل جائے تو اس پر عمل کرو۔ اس پر عمل نہ کرنے کے بارے میں تم سے کسی کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ پھر اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو میرے ارشادات میں تلاش کرو۔ اور اگر وہاں بھی نہ پاسکو۔ تو قول صحابی پر عمل کرو۔ میرے صحابہ ایسے ہیں۔ جیسا کہ آسمان میں ستارے۔ لہٰذا تم نے جس صحابی کی بات پر عمل کر لیا۔ ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

الناھیۃ:

۱۔ عن جابر مرفوعاً لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ اَوْ رَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ

(رواہ الترمذی)

۲۔ عن عبد اللہ بن بسیر مرفوعًا طُوبٰی لِمَنْ رَاٰنِی وَ اٰمَنَ بِی طُوبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِی وَ اٰمَنَ بِی طُوبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔

(رواہ الطبرانی و الحاکم)

۳۔ عَنْ انس بن مالک مرفوعا مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَمِلْحٍ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلُحُ اِلَّا بِالْمِلْحِ۔

۴۔ عَنْ ابی موسیٰ اشعری مرفوعا مَا مِنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ الا بُعِثَ قَائِدًا وَ نُوْرًا لَّهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

(رواہ الترمذی۔ (الناهیہ ص ۲)

ترجمہ ۱: حضرت جابر سے مرفوعًا روایت ہے۔ کہ اس مسلمان کو آگ ہرگز نہ چھوئے گی۔ جس نے مجھے دیکھا۔ یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔

۲۔ عبداللہ بن بسیر سے مرفوعًا روایت ہے۔ کہ خوشخبری ہے اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ خوش خبری ہے۔ اس کے لیے کہ جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور ان کے لیے اچھا ٹھکانا ہے۔

۳۔ انس بن مالک سے مرفوعا روایت ہے۔ میرے صحابہ کی مثال یوں ہے جیسے سالن میں نمک۔ سالن نمک کے بغیر اچھا نہیں ہوتا۔

۴۔ ابوموسیٰ اشعری سے مرفوعًا روایت ہے۔ میرا کوئی صحابی کسی زمین میں مر کر مدفون ہوتا ہے۔ تو وہ قیامت کے دن ان لوگوں کا قائد اور نور ہوگا۔ (جو وہاں کے رہنے والے مسلمان ہیں)

الناھیہ:

عن عمر بن الخطاب مرفوعا اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ خِیَارُکُمْ الحدیث رواہ النسائی باسناد صحیح او حسن و عنہ مرفوعا سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحٰی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَۃِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَ لِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَیْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِیْ عَلٰی هُدًی قَالَ عُمَرُ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔

(الناھیۃ ص ۲-۳)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے۔ کہ میرے صحابہ کی عزت کرو۔ کیونکہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔ انہیں سے ایک اور مرفوع حدیث ہے۔ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اس اختلاف کے بارے میں پوچھا۔ جو میرے بعد ان میں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی فرمایا۔ اے محمد! تیرے صحابہ میرے نزدیک یوں ہیں جس طرح آسمان میں ستارے۔ بعض ان میں سے دوسروں سے اقویٰ ہیں۔ اور ہر کے لیے ایک کامل نور ہے۔ لہذا جس نے اُن کے اختلاف میں سے جو کچھ قبول کر لیا۔ تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے حضرت عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ

ستاروں کی طرح ہیں۔ تم جس کے پیچھے چل پڑو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

ترمذی شریف:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۵ صواعق محرقہ ص۶)

ترجمہ: ابو سعید خدری کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ اگر تم (غیر صحابہ) میں سے کوئی ایک اُحد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو وہ کسی صحابی کے ایک مد یا نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

صواعق محرقہ:

فی الدارقطنی مَنْ حَفِظَنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ وَرَدَ عَلَیَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ یَحْفَظْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ لَمْ یَرِدْ عَلَی الْحَوْضِ ولم یرانی۔ (صواعق محرقہ ص۶)

ترجمہ: دارقطنی میں ہے۔ کہ جس نے میرے صحابہ کو میری وجہ سے برا بھلا کہنے سے بچائے رکھا۔ وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور جس نے نہ بچایا وہ نہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور نہ ہی میری زیارت سے مشرف ہو گا۔

شواھد الحق:

قَالَ الامامُ ابن حجر قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَنْ

اَحَبَّ اللّٰہَ اَحَبَّ الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَحَبَّ الْقُرْاٰنَ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ اَحَبَّ اَصْحَابِیْ وَقَرَابَتِیْ۔

(شواھد الحق ص ۴۸۴)

ترجمہ: ابن حجر نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ سے محبت کرتا ہے۔ وہ قرآن سے محبت کرتا ہو گا۔ اور جو قرآن سے محبت کرتا ہو گا۔ وہ مجھ سے اور جو مجھ سے وہ میرے صحابہ اور قرابت سے محبت کرتا ہو گا

العواصم من القواصم:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سَاَلْتُ رَبِّیْ فِیْ مَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَۃِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُھَا اَضْوَاُ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْئٍ مِّمَّا ھُمْ عَلَیْہِ مِنْ اِخْتِلَافِھِمْ فَھُوَ عِنْدِیْ عَلٰی ھُدًی۔

(العواصم من القواصم ص ۳۳)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق پوچھا۔ جو میرے بعد ان میں پیدا ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی۔ اے محمد! تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں۔ بعض بعض سے زیادہ روشن ہیں۔ لہٰذا جس نے ان کی اختلافی بات میں سے کسی کو بھی قبول کر لیا۔ وہ ہدایت پا گیا۔

لمحہ فکریہ: قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سبھی جنتی ہیں۔ اور یہ کہ ان کو بُرا بھلا کہنے والا اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے باہم مشاجرات اور اختلافات میں سے کوئی صحابی اپنی رائے کے بارے میں گمراہی پر نہیں۔ بلکہ ان میں سے کسی کے قول کو ماننے والا ہدایت پر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک ہدایت کا روشن ستارا ہے۔ ان شواہد کے پیشِ نظر کوئی صاحب ایمان یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی کے بارے میں گستاخی اور بے ادبی کا اظہار کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنائے۔ اور سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جائے۔ یہ اعزاز و اکرام انہیں بارگاہ ایزدی اور درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

و باللہ التوفیق

فصل دوم

گزشتہ سطور میں مطلقاً صحابی کا مقام و مرتبہ قرآن و حدیث سے پیش کیا گیا۔ اب ہم یہ ثابت کیے دیتے ہیں۔ کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہ شخصیت ہیں۔ جنہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور اس وجہ سے آپ بھی ان فضائل و مناقب کے حامل ہیں۔ جو گزشتہ اوراق میں صحابی کے متعلق ذکر ہوئے۔

البدایة والنہایة:

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو عبد الرحمن القرشی الاموی خَال الْمُؤْمِنِيْنَ وَكَاتِبُ وَحْيِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْلَمَ هُوَ وَاَبُوْهُ وَاُمُّهٗ هند بنت عتبة بن ربیعہ بن عبد شمس يَوْمَ الْفَتْحِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ معاویة اَنَّهٗ قَالَ اَسْلَمْتُ يَوْمَ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَلٰكِنِّيْ كَتَمْتُ اِسْلَامِيْ مِنْ اَبِيْ اِلَى الْفَتْحِ وَكَانَ اَبُوْهُ مِنْ سَادَاتِ قُرَيْشٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاٰلَتْ اِلَيْهِ رِيَاسَةُ قُرَيْشٍ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ فَكَانَ هُوَ اَمِيْرُ الْحُرُوْبِ مِنْ ذَالِكَ الجانب وَكَانَ رَئِيْسًا مُطَاعًا ذَا مَالٍ جَزِيْلٍ وَلَمَّا اَسْلَمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِيْ حَتّٰى اُقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُسْلِمِيْنَ

قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمعاویۃ تجعلہ کَاتِبًا بَیْنَ یَدَیْکَ
قَالَ نَعَمْ ثُمَّ سَأَلَ اَنْ یُزَوِّجَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بِاِبْنَتِہٖ وھی عزہ بنت ابی سفیان وَاسْتَعَانَ
عَلٰی ذَالِکَ بِاُخْتِہَا اُمِّ حَبِیْبَۃَ فَلَمْ یَقَعْ ذَالِکَ وَبَیَّنَ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ ذَالِکَ لَا یَحِلُّ لَہٗ
۔۔۔وَالْمَقْصُوْدُ اَنَّ مُعَاوِیَۃَ کَانَ یَکْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مَعَ غَیْرِہٖ مِنْ کُتَّابِ الْوَحْیِ رضی اللہ عنہم
(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ۔ قریشی اور اموی ہیں۔ تمام مومنوں کے خال اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے۔ یہ ان کے والد اور ان کی والدہ ہند بنت عتبہ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔ خود امیر معاویہ سے روایت ہے کہ میں عمرۃ القضاء کے موقعہ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے والد سے اسلام کو فتح مکہ تک چھپائے رکھا۔ ان کا باپ دورِ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے تھا۔ غزوہ بدر کے بعد قریش کی سرداری اُن کو ملی۔ لہٰذا یہی معاویہ قریش کی طرف سے لڑائی کے لیے سپہ سالار ہوئے۔ بہت بڑے امیر اور لوگوں کے آقا تھے۔ جب مسلمان ہوئے۔ تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ارشاد فرمائیں۔ کہ میں جس طرح اسلام سے قبل مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ اسی طرح اسلام لانے کے بعد کفار سے لڑوں۔ فرمایا۔ اجازت ہے۔ پھر معاویہ عرض گزار ہوئے۔ کہ مجھے اپنا کاتب مقرر کر لیجئے۔ فرمایا منظور ہے۔ پھر عرض کیا۔ حضور! میری بہن سے شادی کر لیں۔ اور اسے ام حبیبہ کا شریک بنا لیں۔ لیکن یہ عرض منظور نہ ہو سکی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ ایسا کرنا یعنی دو بہنوں کا نکاح میں جمع ہونا جائز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیگر کاتبانِ وحی کی طرح کاتبِ وحی تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے احکامات وغیرہ کی کتابت کرتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

البدایۃ والنہایۃ:

معاویۃ بن ابی سفیان القرشی الاموی ابو عبد الرحمٰن
خَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَکَاتِبُ وَحْیِ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
...... قَالَ مُعَاوِیَۃُ وَلَقَدْ دَخَلَ عَلٰی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مَکَّۃَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضَاءِ وَاِنِّیْ لَمُصَدِّقٌ
بِہٖ ثُمَّ لَمَّا دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ اَظْہَرْتُ اِسْلَامِیْ فَجِئْتُہٗ
فَرَحَّبَ بِہٖ وَکَتَبْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ۔۔۔ وَکَانَ اَبُوْہُ مِنْ
سَادَاتِ قُرَیْشٍ وَتَفَرَّدَ بِالسُّؤْدَدِ بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ
ثُمَّ لَمَّا اَسْلَمَ حَسُنَ بَعْدَ ذَالِکَ اِسْلَامُہٗ وَکَانَ
لَہٗ مَوَاقِفُ شَرِیْفَۃٌ وَآثَارٌ مَحْمُوْدَۃٌ فِیْ یَوْمِ الْیَرْمُوْکِ
وَمَا قَبْلَہٗ وَمَا بَعْدَہٗ وَصَحِبَ مُعَاوِیَۃُ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وَکَتَبَ الْوَحْیَ بَیْنَ یَدَیْہِ
مَعَ الْکُتَّابِ وَرَوٰی عَنْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اَحَادِیْثَ کَثِیْرَۃً فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَغَیْرِہِمَا
مِنَ السُّنَنِ وَالْمَسَانِیْدِ وَرَوٰی عَنْہُ جَمَاعَۃٌ مِنَ الصَّحَابَۃِ
وَالتَّابِعِیْنَ قَالَ اَبُوْ بَکْرِ بْنِ ابی الدنیا کَانَ مُعَاوِیَۃُ
طَوِیْلًا اَبْیَضَ جَمِیْلًا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۵) ترجمہ

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیان، مومنوں کے خالو اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے
معاویہ کہتے ہیں۔ کہ جب میں مکہ میں عمرۃ القضاء کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو میں ان پر ایمان لا چکا تھا۔ پھر جب فتح مکہ ہوا۔ تو
اس دن میں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کر دیا۔ میں جب اس مرتبہ حضور کی
خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے خوش آمدید کہا۔ میں آپ کے حکم
سے وحی کی کتابت کرتا رہا۔ ان کا باپ قریش کے سرداروں میں سے ایک
تھا۔ غزوہ بدر کے بعد امیر معاویہ کو سرداری مل گئی۔ پھر جب اسلام لائے
تو ان کا اسلام لانا بہت اچھا تھا۔ ان کے فضائل اور اخلاق قابل تعریف
تھے۔ جنگ یرموک اور اس سے پہلے و بعد میں ان کی خدمات قابل تحسین
تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ دوسرے کاتبین
وحی کے ساتھ یہ بھی وحی کی کتابت کرتے رہے۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث کی ان سے روایت
صحیحین وغیرہ میں موجود ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں میں
صحابہ کرام اور تابعین بھی بکثرت ہیں۔ ابو بکر بن ابی دنیا کے قول کے مطابق
جناب معاویہ لمبے قد اور سفید رنگ والے خوبصورت شخص تھے۔

الاصابۃ:

معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی امیر المومنین
وُلِدَ قَبْلَ الْبِعْثَةِ بِخَمْسِ سِنِيْنَ وَقِيْلَ بِسَبْعٍ وَقِيْلَ
بِثَلَاثَةَ عَشَرَ وَالْاَوَّلُ اَشْهَرُ وَحَكَى الْوَاقِدِيُّ اَنَّهٗ
اَسْلَمَ بَعْدَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَكَتَمَ اِسْلَامَهٗ حَتّٰى اَظْهَرَهٗ
عَامَ الْفَتْحِ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ مُسْلِمًا.....

وعن ابن عباس اَنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ........ قال ابو نعيم كَانَ
مِنَ الْكَتَبَةِ الْحَسَبَةِ الْفُصَحَاءِ حَلِيْمًا وَقُوْرًا عَنْ
خالد بن معدان كَانَ طَوِيْلًا اَبْيَضَ اَجْلٰى وَصَاحَبَ
النبی صلی اللہ علیہ و سلم وَكَتَبَ لَهٗ.

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد ۳ ص ۴۳۳ حرف المیم)

ترجمہ: امیر المومنین جناب معاویہ بعثت سے پانچ، سات یا تیرہ برس قبل پیدا
ہوئے۔ اول تاریخ زیادہ مشہور ہے۔ واقدی نے بیان کیا کہ یہ حدیبیہ کے
بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اسلام چھپائے رکھا۔ حتیٰ کہ فتح مکہ
کو ظاہر کیا۔ آپ عمرۃ القضاء میں مسلمان تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ معاویہ
بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور کے بال
مروۃ کے نزدیک کاٹے ..... ابو نعیم کے مطابق جناب معاویہ کاتب
وحی، بڑے فصیح، بردبار اور باوقار آدمی تھے۔ خالد ابن معدان کہتے ہیں
کہ امیر معاویہ دراز قد، سفید رنگ اور خوبصورت شخص تھے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور آپ پر اترنے والی وحی کی کتابت فرمایا
کرتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وہ صحابی رسول،، ہونا
دو ٹوک الفاظ سے بیان ہوا۔ آج تک کسی نے ان کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ علاوہ ازیں
ان کے کاتب وحی ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت احادیث کرنے کے
شواہد بھی مذکورہ حوالہ جات میں موجود ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد اس میں حسن اور بہتری

کی گواہی بھی موجود ہے۔ ان فضائل اور کرامات کے ہوتے ہوئے وہ لوگ جو ان کی ذات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ چند حوالہ جات ان کے انجام اور مقام پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

فصل سوم

صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے کا انجام

صواعق محرقہ:

اخرج المحاملی والطبرانی والحاکم عن عویمر بن ساعدہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنَّ اللہَ اختَارَنِی وَاختَارَ لِی اَصحَاباً فَجَعَلَ لِی مِنھُم وُزَرَاءَ وَانصَاراً وَاَصھَاراً فَمَن سَبَّھُم فَعَلَیہِ لَعنَۃُ اللہِ وَالمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجمَعِینَ لَا یَقبَلُ اللہُ مِنھُم یَومَ القِیَامَۃِ صَرفاً وَلَا عَدلاً۔

(۱۔ صواعق محرقہ ص ۴ ۔ (۲) الناھیۃ ص ۴)

ترجمہ:

محاملی، طبرانی اور حاکم نے عویمر بن ساعدہ سے روایت کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسندیدہ اور منتخب فرمایا۔ اور میرے لیے میرے اصحاب کو پسند فرمایا۔ پھر ان میں

سے میرے وزیر، سسرال اور معاون بنائے۔ لہٰذا جو انہیں گالی دے گا۔ اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور انسانوں کی لعنت۔ اُن کی قیامت میں اللہ تعالیٰ کوئی نیکی قبول نہ کرے گا۔

صواعق محرقہ:

عَن اَنَسٍ اَنَّ اللہَ اختَارَنِی وَاختَارَ لِی اَصحَاباً وَاختَارَ لِی مِنھُم اَصھَاراً وَاَنصَاراً فَمَن حَفِظَنِی فِیھِم حَفِظَہُ اللہُ وَمَن اٰذَانِی فِیھِم اٰذَاہُ اللہُ۔

(صواعق محرقہ ص ۴)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب پسند فرمائے۔ ان میں سے سسرال اور مددگار بنائے۔ لہٰذا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ رکھے۔ اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت دی۔ اُسے اللہ اذیت دے۔

صواعق محرقہ:

عن انس بن مالک اَنَّ اللہَ اختَارَنِی وَاختَارَ لِی اَصحَاباً وَاَصھَاراً وَسَیَاتِی قَومٌ یَسُبُّونَھُم وَیَنتَقِصُونَھُم فَلَا تُجَالِسُوھُم وَلَا تُشَارِبُوھُم وَلَا تُوَاکِلُوھُم وَلَا تُنَاکِحُوھُم۔

(صواعق محرقہ صفحہ نمبر ۴)

ترجمہ: انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا۔ اور میرے لیے میرے صحابہ اور سسرال

پسند کیے۔ عنقریب۔ کچھ لوگ آئیں گے۔ جو ان کو گالی دیتے ہوں گے۔ ان کی تنقیص کریں گے تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا۔
اور نہ ہی ان کو پینے کو دینا اور نہ ہی اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اور نہ ان سے نکاح کا لین دین کرنا۔

شفاء شریف:

وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ (شفاء شریف ص۲۶۶)

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو اذیت دے گا۔ وہ مجھے دیگا اور جو مجھے تکلیف پہنچائے گا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ کو تکلیف دی۔ تو عنقریب اللہ اُسے پکڑے گا۔

صواعق محرقہ:

الطبرانی و ابو نعیم فی المعرفۃ و ابن عساکر عن عیاض الانصاری اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ وَاَصْهَارِیْ وَاَنْصَارِیْ فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ لَّمْ یَحْفَظْنِیْ فِیْهِمْ تَخَلَّی اللّٰهُ مِنْهُ وَمَنْ تَخَلَّی اللّٰهُ مِنْهُ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ۔ (صواعق محرقہ ص۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ، سسرال اور معاونین کے بارے میں مجھے حفاظت میں رکھو۔ سو جس نے ان میں مجھے حفاظت میں رکھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں حفاظت میں رکھے گا۔ اور جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت نہ کی۔ وہ اللہ کی رحمت سے دُور ہوگا

اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا قریب ہے اللہ تعالےٰ اس سے مؤاخذہ کرے۔

شفاء شریف:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ۔

(شفاء شریف ص۲۶۶ جلد دوم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے خوف کرو۔ میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا۔ پس جس نے اُن سے محبت کی تو وہ میری محبت کی وجہ سے کی۔ اور جس نے اُن سے بغض رکھا۔ تو اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ایسے کیا۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور اس کو تکلیف دینے والے کو عنقریب اللہ تعالیٰ پکڑے گا۔

نسیم الریاض:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ تَاْكِیْدٌ لِلْعُمُوْمِ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا) اَیْ تَوْبَةً اَوْ طَاعَةً تَصْرِفُ

وَجْهَهُ لِجَانِبِ اللهِ (وَلَا عَدْلًا) أَيْ فِدْيَةً أَوْ فَرِيْضَةً

(نسیم الریاض ص ۵۶۳)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ جس نے اسے گالی دی اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ اور کوئی بندگی قبول نہیں کرے گا۔ جو اُسے اللہ کا قرب عطا کرتی ہو۔ اور نہ ہی اس سے کسی قسم کا فدیہ اور فرض عبادت قبول کی جائے گی۔

صواعق محرقہ:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ وابن عدی عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ شِرَارَ أُمَّتِيْ أَجْرَأُهُمْ عَلَى أَصْحَابِيْ۔ (صواعق محرقہ ص ۵)

ترجمہ: ابن عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھ پاؤ جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔ تو کہو۔ تم میں شریر ترین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ کہ میری امت کے شریر ترین وہ لوگ ہیں۔ جو میرے صحابہ پر بُرا بھلا کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔

شرح شفاء ملا علی قاری:

قال سحنون مَنْ كَفَّرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا أَوْ عُثْمَانَ أَوْ غَيْرَهُمَا كَمُعَاوِيَةَ وَعَمْرِو بن العاص يُوْجَعُ

بصيغة المجهول مخففا او مشددا اَضْرَبَ........

حكى ابو محمد بن ابی زيد عن سحنون فِيْمَنْ قَالَ فِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ إِنَّهُمْ أَيْ كُلَّهُمْ كَانُوْا فِيْ ضَلَالٍ وَكُفْرٍ قُتِلَ وَمَنْ شَتَمَ غَيْرَهُمْ أَيْ غَيْرَ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ مِنَ الصَّحَابَةِ كَمُعَاوِيَةَ وَغَيْرِهِ بِمِثْلِ هٰذَا الْقَوْلِ نُكِّلَ النَّكَالَ الشَّدِيْدَ

(شرح شفاء ملا علی قاری محشی نسیم الریاض جلد چہارم ص ۵۶۶ طبع قدیم)

ترجمہ: سحنون کہتے ہیں۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علی المرتضیٰ عثمان غنی وغیرہ۔ جیسا کہ معاویہ اور عمرو بن العاص کی تکفیر کی۔ اُسے سخت سزا دی جائے۔ سحنون سے ابو محمد بن ابی زید بیان کرتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق، عمر، عثمان اور علی المرتضےٰ یہ سب گمراہی پر تھے۔ اور یہ کافر تھے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور جو ان خلفائے اربعہ کے علاوہ دوسرے صحابہ مثلاً حضرت معاویہ وغیرہ کو گالی دیتا ہے اور گزشتہ قول ان کے متعلق کہتا ہے۔ تو اسے عبرت ناک سزا دی جائے۔

نوٹ:

کچھ ناعاقبت اندیش دیوبندی، سنی نما بریلوی وغیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنے کے لیے ملا علی قاری کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے جناب معاویہ کو "وہ باغی"، کہا ہے۔ اور اس لفظ کو فاسق و فاجر کا ہم پلہ قرار

دے کر یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔ لیکن یہ ان لوگوں کا فریب ہے۔ اور ملا علی قاری کے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ ملا علی قاری جب امیر معاویہ کو بُرا بھلا کہنے والے کے بارے میں سخت ترین سزا کا قول کر رہے ہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن کہ ایک طرف وہ انہیں فاسق وفاجر باغی قرار دیں اور دوسری طرف خود ہی ایسا کہنے والے کو سزا کا مژدہ سنائیں۔ لہذا آگاہ رہنا چاہیئے کہ ملا علی قاری کے لفظ "باغی" کہنے سے یہ مُراد ہے۔ کہ امیر معاویہ سے بغاوت عنادی نہیں۔ بلکہ بغاوت اجتہادی سرزد ہوئی تھی۔ یعنی حضرت امیر معاویہ نے اگرچہ حضرت علی المرتضے کی بغاوت اجتہادی کی۔ لیکن وہ اس کے باوجود اس درجہ محترم ہیں۔ کہ اُن کو گالی دینے والا سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ ایسے ایسی سزا دی جائے۔ کہ آئندہ اس قسم کے الفاظ بولنے کی جرأت نہ کرے۔

خلاصہ کلام:

گزشتہ حوالہ جات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ارشادات کو ہم بخوبی سمجھ چکے ہیں۔ جو آپ نے حضرات صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہنے والے کے متعلق ارشاد فرمائے۔ گویا صحابہ کرام میں سے کسی کا بدخواہ۔

اپنے نماز روزہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار کا مستحق ہو جاتا ہے۔

تمام انسانوں میں سے وہ شریر ترین آدمی ہے۔

اس کے ساتھ کھانا پینا، رشتہ کا تبادلہ قطعاً جائز نہیں۔

اور یہ کہ ایسے کو اول تو قتل کر دیا جائے۔ یا پھر سخت ترین سزا دی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے پیش نظر کسی گستاخ صحابہ سے میل جول قطعاً درست نہیں۔ چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا کہلاتا پھرے۔

حضرات صحابہ کرام کے دور میں اگر کسی سے ایسی حرکت ہو جاتی۔ تو اس کے بارے میں سخت ردعمل ہوتا تھا۔ صرف ایک واقعہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عمر فاروق نے گستاخِ صحابہ کی زبان کاٹ ڈالنے کا تہیہ فرمالیا تھا

نسیم الریاض:

(روی ابو ذر) الغفاری المشہور رضی اللہ عنہ وھذا مما نقل الخطیب وابن عساکر فی التاریخ عن (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ نَذَرَ قَطْعَ لِسَانِ عُبَیْدِ اللہ) بضم العین (بن عمر اِذَا شَتَمَ الْمِقْدَادَ بن الاسود) الاصحابی المشہور رضی اللہ عنہ.........فَقَالَ عُمَرَ لِمَنْ کَلَّمَہٗ فِیْ شَأْنِہٖ دَعُوْنِیْ اَقْطَعُ لِسَانَہٗ اَیْ اُتْرُکُوْنِیْ اَفْعَلُ ذَالِکَ وَلَا تَمْنَعُوْنِیْ مِنْہُ حَتّٰی لَا یَشْتَمَ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدُ الی اٰخرہٖ)

(نسیم الریاض جلد چہارم ص ۵۶۹)

ترجمہ: ابو ذر غفاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹنے کی نذر مانی۔ یعنی یہ کام اپنے لیے لازم کر لیا۔ لوگوں نے اس بارے میں ان سے گفتگو کی۔ اور کہا کہ معاف کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں

سے کہا۔ مجھے چھوڑ دو۔ اور اس کی زبان کاٹنے دو۔ یہاں تک اس کے بعد
کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی دینے کی جراءت نہ
کرے۔

اس واقعہ سے ان دیوبندیوں اور سنی نما بریلویوں اور دکاندار پیروں کو
عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں
گستاخی کرتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فصل چہارم

اکابرین اہل سنت کی کتب سے سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ’’صحابی‘‘ ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام کے اجتماعی فضائل
اور مناقب جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بھی موجود
ماننے پڑیں گے۔ علاوہ ازیں ہم نے کچھ وہ فضائل بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے
جو ان کے نام گرامی کے ساتھ بیان ہوئے۔ اور وہ اہل سنت کی معتمد و معتبر کتب
سے پیش کر رہے ہیں۔ اس کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی۔ کہ اس دور میں

کچھ نام نہاد سنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔ لہذا قارئین کرام
اس بارے میں اہل سنت کے معتقدات پڑھ کر ان نام نہاد سنیوں سے باخبر رہیں
ان معاد پرستوں کا ایک حربہ یہ بھی ہے۔ کہ جب آپ کوئی روایت پیش کرتے ہیں
جس میں جناب معاویہ کے فضائل موجود ہوں۔ تو فوراً کہہ اٹھیں گے۔ کہ یہ حدیث یا روایت
ضعیف ہے۔ لہذا ان کے اس حربہ کے جواب کے طور پر ہم سب سے پہلے اس
بات کو لیتے ہیں۔ کہ کیا ضعیف روایت فضائل میں مقبول نہیں؟

فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے

الموضوعات کبیر:

وَالضَّعِيْفُ يُعْمَلُ بِهٖ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ
اِتِّفَاقًا وَلِذَا قَالَ اَئِمَّتُنَا اِنَّ مَسْحَ الرَّقَبَةِ
مُسْتَحَبٌّ اَوْ سُنَّةٌ۔

(الموضاعات کبیر ص ۱۰۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ)

ترجمہ: فضائل اعمال میں روایت ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔ اسی لیے
ہمارے ائمہ نے گردن پر مسح کرنے کو مستحب یا سنت کہا ہے۔ (اگرچہ ضعیف
حدیث سے ثابت ہے)

تطہیر الجنان:

فَاِنْ قُلْتَ هٰذَا الْحَدِيْثُ الْمَذْكُوْرُ سَنَدُهٗ
ضَعِيْفٌ فَكَيْفَ يُحْتَجُّ بِهٖ قُلْتُ الَّذِيْ اَطْبَقَ

عَلَيْهِ اَئِمَّتُنَا الْفُقَهَاءُ وَ الْاُصُوْلِيِّيْنَ وَ الْحُفَّاظِ اَنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ حُجَّةٌ فِي الْمَنَاقِبِ كَمَا اَنَّهٗ كَذٰلِكَ بِاِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ حُجَّةٌ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ وَ اِذَا ثَبَتَ اَنَّهٗ حُجَّةٌ فِيْ ذَالِكَ لَمْ تَبْقَ شُبْهَةٌ لِمُعَانِدٍ وَلَا مَطْعَنٌ لِحَاسِدٍ بَلْ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مَنْ فِيْهِ اَهْلِيَّةٌ اَنْ يُقِرَّ هٰذَا الْحَقَّ فِيْ نِصَابِهٖ وَ اَنْ يَرُدَّهٗ اِلٰى اِهَابِهٖ وَ اَنْ لَا يُصْغِيْ اِلٰى تُرَّهَاتِ الْمُضِلِّيْنَ وَ نَزَغَاتِ الْمُبْطِلِيْنَ وَ بَعْدَ اَنْ تَقَرَّرَ لَكَ مَا ذُكِرَ فِي الْحَدِيْثِ الضَّعِيْفِ فَلْتَكُنْ ذَالِكَ عَلٰى ذُكْرٍ لَكَ مِنْ كُلِّ مَحَلٍّ مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ وَ غَيْرِهٖ رَوَيْتَ فِيْهِ حَدِيْثًا ضَعِيْفًا فِيْهِ مَنْقَبَةٌ لِصَحَابِيٍّ اَوْ غَيْرِهٖ فَاسْتَمْسِكْ بِهٖ لِمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ هُنَا حُجَّةٌ كَافِيَةٌ۔

(تطہیر الجنان ص ۱۳)

ترجمہ: اگر تو کہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ تو پھر اس سے احتجاج کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تمام فقہاء اہل الاصول اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ضعیف حدیث مناقب میں حجت ہوتی ہے جیسا کہ یہ بات اُن لوگوں کے اجماع سے ثابت ہے کہ جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں حجت ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ یہ حدیث حجت ہوتی ہے۔ تو پھر کسی مخالف کے لیے شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی اور نہ ہی کسی طعن کرنے والے کے لیے کوئی بہانہ رہا۔ بلکہ ہر اہلیت والے

پر لازم ہے۔ کہ اس بات کو اپنے نزدیک حق سمجھ کر پختگی کرے۔ اور اس کے خلاف، گمراہ کرنے والوں کی باتوں کی طرف قطعاً دھیان نہ دے۔ اور مبطلین کی شرارتوں کی پرواہ نہ کرے۔ لہٰذا جب یہ بات تیرے ذہن میں پختہ ہو گئی۔ تو پھر اس کتاب میں جہاں کہیں ایسی جگہ آئے۔ کہ جس میں حدیث ضعیف مروی ہو۔ اور اس کے ذریعہ کسی صحابی وغیرہ کی منقبت بیان ہوتی ہو۔ تو اس سے دلیل پکڑے۔ کیونکہ تجھے حدیث ضعیف کے حجت کاملہ ہونے کا علم ہو چکا ہے۔

نوٹ:

حدیث ضعیف کا حجت ہونا اس سے آپ نہ سمجھ لیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں تمام روایات ضعیف ہیں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ ان میں سے بہت سی حسن و صحیح بھی ہیں۔ ہاں ضعیف بھی مذکور ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف چونکہ بالاتفاق مناقب و فضائل میں حجت ہے۔ اس لیے ان احادیث و روایات کا ذکر کرنا استدلال کے لیے مفید ہو گا ہم اس موضوع پر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک رسالہ بنام تطہیر الجنان واللسان سے روایات پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ایک شیر نے امیر معاویہؓ کے جنتی ہونے کی بشارت دی

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا مَا جَاءَ بِسَنَدٍ لَيْسَ فِيْهِ عِلَّةٌ إِلَّا اخْتِلَاطٌ حَصَلَ لِبَعْضِ رُوَاتِهِ أَنَّ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ قَائِلًا نَائِمًا بِمَسْجِدِ بَابِ يُحَنَّه فَانْتَبَهَ فَإِذَا أَسَدٌ يَمْشِيْ إِلَيْهِ فَأَخَذَ سِلَاحَهُ فَقَالَ لَهُ الْأَسَدُ صَهْ إِنَّمَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكَ بِرِسَالَةٍ لِتُبَلِّغَهَا قُلْتُ مَنْ أَرْسَلَكَ قَالَ اللهُ أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ لِتُعْلِمَ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ مَنْ مُعَاوِيَةُ قَالَ ابْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ - (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مذکورہ احادیث و روایات میں سے ایک یہ روایت بھی ہے۔ جس کی سند میں اختلاط کے سوا اور کوئی علت نہیں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد ریحہ میں قیلولہ فرما

رہے تھے۔ آپ کو آواز آئی۔ اُٹھے تو دیکھا کہ ایک شیر آپ کی طرف چلا آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھائے۔ تو شیر نے آپ سے کہا۔ ٹھہریئے۔ میں آپ کو ایک پیغام دینے آیا ہوں۔ تاکہ وہ مطلوبہ شخص تک آپ پہنچا دیں۔ میں نے پوچھا۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ شیر کہنے لگا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تم جناب معاویہ کو بتا دو۔ کہ وہ جنتی ہیں۔ میں نے پوچھا کونسا معاویہ؟ کہنے لگا۔ ابوسفیان کا بیٹا۔

توضیح از ابن حجر:

شیر کے پیغام پہنچانے کو بعید از عقل نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ شیر کا گفتگو کرنا دراصل حضرت امیر معاویہ کی کرامت تھی۔ اور کرامت کا واقعہ ہونا جائز ہے۔ اگرچہ معتزلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ رہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا تو اس کی بہت سی دلیلیں گواہی دیتی ہیں۔ اگر اور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا "یا اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا دے"، یہ ایک دلیل ہی کافی تھی۔ لہٰذا اس مقام پر کوئی جائے تعجب نہیں۔ جو اس حکایت میں کسی طور پر طعن کو جگہ دے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میری امت میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے

روایت نمبر۲: تطہیر الجنان:

وَ مِنْهَا الْحَدِيْثُ الَّذِیْ اَخْرَجَه الحافظ الحارث ابن اسامة وَ هُوَ اَنَّه عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَرَقُّ اُمَّتِیْ وَ اَرْحَمُهَا ثُمَّ ذَكَرَ مَنَاقِبَ بَقِيَّةِ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ ثُمَّ مَنَاقِبَ جَمَاعَةٍ اٰخَرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَ ذَكَرَ مِنْهُمْ مُعَاوِيَه فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ اَحْلَمُ اُمَّتِیْ وَ اَجْوَدُهَا۔ (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ جسے حافظ حارث بن اسامہ نے ذکر کیا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا۔ کہ ابو بکر میری امت میں سے بڑا نرم دل اور مہربان ہے۔ پھر آپ نے بقیہ مناقب خلفائے اربعہ ذکر فرمائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی دوسری جماعت کا آپ نے تذکرہ فرمایا۔ اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سے سب سے زیادہ بُردبار اور سخی ہے۔

توضیح از ابن حجر:

تم ان دونوں اوصاف میں غور کرو۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں ارشاد فرمائے۔ تو تمہیں علم ہو جائے گا۔ کہ ان دونوں کے سبب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کمالات میں اس مرتبہ پر فائز ہوئے۔ جو ان کے علاوہ دوسرے میں پائے نہیں جا سکتے۔ کیونکہ بُردباری اور سخاوت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ان دونوں کی وجہ سے نفس و خواہش کے تمام فائدے ختم کر دیئے تھے۔ جہاں تک بُردباری کا تعلق ہے۔ تو اسے خاص کر دل تنگی اور غصہ کی شدت کے وقت وہی شخص اپناتا ہے۔ جس کے دل میں تکبر بالکل ختم ہو چکا ہو اور نفس کا کوئی حصہ باقی نہ رہا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک شخص نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا! غصہ چھوڑ دو۔ وہ بار بار وصیت طلب کرتا رہا۔ اور آپ بار بار یہی فرماتے رہے۔ گویا۔ آپ یہ سمجھا رہے تھے۔ کہ جب غصہ کی شرارت سے آدمی بچ جاتا ہے۔ تو نفس و شہوت کی شرارتوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ اور جو ان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو وہ نیکی اور بھلائی کی تمام اطراف و اقسام اپنے میں جمع کر لیتا ہے۔ رہا سخاوت کا معاملہ۔ تو یہ بات یقینی ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا منبع ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ لہذا جسے اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت سے بچائے رکھے۔ اور سخاوت کی حقیقت اسے عطا فرما دے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی حسد باقی نہیں ہے وہ فانی دنیا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ نیکی اور بھلائی ختم کرنے والے اسباب کی طرف مُنہ کرے گا۔ چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے۔ اور جب کسی کا دل ان دونوں خصلتوں سے خلاصی پا جاتا ہے۔ بلکہ غضب اور بخل ایسی

دو قبیح خصلتیں ہیں۔ جو بقیہ تمام نقائص اور عیوب کی سرچشمہ ہیں۔ تو ایسا شخص ہر قسم کے کمال اور ہر طرح کی بھلائی سے آراستہ ہو جائے گا۔ اور ہر شرارت و برائی سے پاک ہو جائے گا۔ اس وقت یہ دو باتیں اپنا نتیجہ پیدا کریں گی۔ یعنی ایسا آدمی بقیہ آدمیوں سے زیادہ بُردبار اور سخی ہو گا۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں احلم اور اجود کے لفظ نکلے ہیں۔ تو پھر تمہیں وہ تمام اوصاف و کمال تسلیم کرنے پڑیں گے۔ جو ہم ان دونوں اوصاف کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ اور پھر ان باتوں اور خرافات کی طرف تمہارا خیال ہرگز نہ جائے گا۔ جو بدعتی اور جہالت میں ڈوبے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے پھرتے ہیں۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ رضی اللہ عنہ میرا محرم راز ہے

روایت نمبر۳: تطہیر الجنان:

وَ مِنْهَا الْحَدِيْثُ الَّذِيْ أَخْرَجَهُ الْمُلَّا فِيْ سِيْرَتِهِ وَ نَقَلَهُ عَنْهُ الْمُحِبُّ الطَّبَرِيْ فِيْ رِيَاضِهِ أَنَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَرْحَمُ أُمَّتِيْ بِأُمَّتِيْ أَبُوْ بَكْرٍ وَأَقْوَاهُمْ فِيْ دِيْنِ اللهِ عُمَرُ وَأَشَدُّهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ وَلِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَحَيْثُمَا كَانَ سَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ كَانَ الْحَقُّ مَعَهُ وَسَعِيْدُ بْنُ

زَيْدٍ أَحَدُ الْعَشَرَةِ مِنْ أَحِبَّاءِ الرَّحْمٰنِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ مِنْ تُجَّارِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ أَمِيْنُ اللهِ وَأَمِيْنُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَقَدْ نَجَا وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ۔

(تطہیر الجنان ص ۱۳)

ترجمہ:

ان احادیث میں سے ایک وہ کہ جسے مُلّا نے اپنی سیرت میں اور اسے محب طبری نے اپنی ریاض میں نقل کیا۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے انتہائی نرم دل ابوبکر ہے۔ اور مضبوط ترین اللہ کے دین میں عمر فاروق اور بہت زیادہ باحیا عثمان غنی اور سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا علی المرتضیٰ ہیں ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری طلحہ و زبیر ہیں۔ اور سعد بن وقاص جہاں بھی ہوگا حق اس کے ساتھ ہو گا۔ اور سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اور عبدالرحمن بن عوف کے تاجروں میں سے ہیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح اللہ اور اس کے رسول کے امین ہیں۔ اور میرا رازدار معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ لہذا جو ان سے محبت رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔ وہ ہلاک ہو گا۔

توضیح از ابن حجر:

تم اُن خصوصیات میں غور کرو۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی اور امین ہونے کی وجہ سے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کے محافظ تھے۔ اور اس کی طرف سے اترنے والی باتوں کے امین تھے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بلند مرتبہ تھا۔ کیونکہ راز و نیاز اور اسرار پر ایسے شخص کو ہی مطلع کیا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں معلوم ہو۔ کہ وہ ہر قسم کے کمالات کا جامع ہے اور خیانت کے ہر شعبہ سے خالی ہے۔ اور یہ وصف ان اوصاف میں سے ایک ہے جو کسی کے مناقب۔ فضائل اور مطالب میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہؓ امینِ کتاب خداوندی ہے اور وہ بہتر امین ہے

روایت نمبر ۴: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا مَا جَاءَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِسْتَوْصِ بِمُعَاوِيَةَ فَاِنَّهٗ اَمِيْنٌ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَنِعْمَ الْاَمِيْنُ هُوَ۔ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ اِلَّا وَاحِدًا فَفِيْهِ لِيْنٌ وَالْاٰخَرُ قَالَ الْحَافِظُ الْهَيْثَمِيْ لَا اَعْرِفُهٗ وَمِثْلُ هٰذَا الَّذِيْ

قَالَهٗ ابن عباس لَا يُقَالُ مِثْلُهٗ مِنْ قِبَلِ الرَّاْيِ فَلَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ اِلَى النَّبِيِّ وَجَهَالَةُ اَحَدِ رُوَاتِهٖ غَايَتُهَا اَنَّهَا تُوْجِبُ ضُعْفَ سَنَدِهٖ وَقَدْ مَرَّ اٰنِفًا اَنَّ الضَّعِيْفَ حُجَّةٌ فِي الْمَنَاقِبِ۔

(تطہیر الجنان ص ۱۳-۱۴)

ترجمہ: ان روایات میں سے ایک وہ جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جبریل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا۔ یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ کو وصیت کیجئے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا امین ہے۔ اور وہ بہت اچھا امین ہے۔ اس روایت کے تمام راوی ایک کو چھوڑ کر وہی ہیں جو حدیث صحیح کے راوی ہوتے ہیں۔ وہ ایک کچھ ضعیف ہے۔ اور دوسری کمزوری یہ کہ حافظ ہیثمی نے کہا۔ میں اسے نہیں جانتا۔ بہر حال اس مضمون کی روایت حضرت ابن عباس اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا اس کا حکم حدیث مرفوع کا حکم ہے۔ اور اس کے ایک راوی کی جہالت زیادہ سے زیادہ اسے ضعیف کر دے گی۔ اور یہ بات ایک سے زائد مرتبہ گزر چکی ہے۔ کہ حدیث ضعیف بھی فضائل و مناقب میں حجت ہوتی ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہؓ اللہ اس کے رسول کا محبوب ہے۔

روایت نمبر۵: تطہیر الجنان

وَعَنْهَا اَنَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلٰی زَوْجَتِهٖ اُمِّ حَبِیْبَةَ وَرَأْسُ مُعَاوِیَةَ فِیْ حِجْرِهَا وَهِیَ تُقَبِّلُهٗ فَقَالَ لَهَا اَتُحِبِّیْنَهٗ قَالَتْ وَمَالِیْ لَا اُحِبُّ اَخِیْ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَام فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُحِبَّانِهٖ قَالَ الْحَافِظُ الْمَذْکُوْرُ فِیْ سَنَدِهٖ مَنْ لَمْ اَعْرِفْهُمْ اَیْ فَهُوَ ضَعِیْفٌ وَمَرَّ اَنَّهٗ حُجَّةٌ هُنَا۔ وَمِنْهُ فَوْزُهٗ بِمُصَاهَرَتِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم فَاِنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رضی اللہ عنها اُخْتُهٗ وَقَدْ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم دَعُوْا اَصْحَابِیْ وَاَصْهَارِیْ فَاِنَّ مَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ کَانَ مَعَهٗ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَمَنْ لَمْ یَحْفَظْنِیْ فِیْهِمْ تَخَلَّی اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ تَخَلَّی اللّٰهُ عَنْهُ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ رواہ الامام الحافظ احمد بن مَنِیْع وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَزِیْمَةٌ مِنْ رَبِّیْ وَعَهْدٌ عَهِدَهٗ اِلَیَّ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ اِلٰی اَهْلِ بَیْتٍ وَلَا اُزَوِّجَ بِنْتًا مِنْ بَنَاتِیْ لِاَحَدٍ اِلَّا کَانُوْا

رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّةِ رواہ الحارث بن ابی اسامه وَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ وَلَا اُزَوِّجَ اَحَدًا مِنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ فَاَعْطَانِیْ ذَالِکَ۔ رواہ الحارث ایضاً)

(تطہیر الجنان صفحہ نمبر۱۴)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت ام حبیبہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت معاویہ ان کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ انہیں چوم رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تو اسے پسند کرتی ہے۔؟ عرض کی۔ میرا بھائی ہے۔ میں اس سے محبت کیوں نہ کروں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول دونوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ حافظ نے کہا۔ کہ اس روایت کی سند میں کوئی راوی مجہول ہے۔ یعنی یہ ضعیف روایت ہے۔ اور اور ایسی روایت کا حجت ہونا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سسرال بننے کا شرف بھی ہے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ کی ہمشیرہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے صحابہ اور میرے سسرال کو (برا بھلا کہنا) چھوڑ دو۔ بے شک جس نے ان کے بارے میں میری حفاظت کی۔ اللہ اس کا حافظ ہوگا۔ اور جس نے حفاظت نہ کی۔ اس سے اللہ بیزار ہوگا۔ اور جس سے اللہ بیزار ہو جائے گا۔ اسے وہ بہت جلد پکڑ لیتا ہے۔ اس روایت کو حافظ احمد بن منیع نے ذکر کیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میں جس خاندان سے شادی
کروں۔ یا جس کو میں اپنی کوئی بیٹی نکاح میں دوں۔ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔
اسے حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں۔ میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا۔ کہ میں جس سے شادی کروں۔ یا
جس کو اپنی صاحبزادی نکاح میں دوں۔ اسے جنت میں میری معیت عطا
فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔

توضیح از ابن حجر:

اس خاندان کی فضیلت اور علو مرتبت میں تم غور کرو جس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے کسی عورت کو اپنے عقد میں لیا۔ اس سے جناب ابوسفیان کے گھرانے کا مقام و
مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس خاندان میں سے حضرت امیر معاویہ کی بزرگی، کمال، عزت
فخر، جلالت، عظمت، حفظ و اکمال سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ اور پھر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس فرمان میں بھی غور کرو۔ کہ ان کی حفاظت کرنے والے کا خدا حافظ ہوگا۔
یہ حدیث ہم نے اس لیے ذکر کی۔ تاکہ تو اسے قاری ان لوگوں سے بچ جائے۔
جو ان لوگوں کے عیوب و نقائص نکالنے میں سرگرداں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے
اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اور انہیں
اپنا قرب خاص عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے بارے میں غور و خوض کرنا
زہر قاتل اور کاٹنے والی تلوار ہے۔ پھر جس کو یہ زہر چڑھ جائے۔ اور ایسی تلوار کا
گھاؤ لگ جائے۔ اس کی شخصیت بے قیمت اور اس کی شہوات و خواہشات
ہر برائی میں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ اور پھر یہ شخص جس جگہ پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی
پرواہ نہیں۔ جس گمراہی میں مرضی جائے۔ اور جس ہلاکت کے گڑھے میں چاہے گرے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے بچائے۔ آمین۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اے معاویہ رضی اللہ عنہ (حضرت) اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا

روایت نمبر ۶: تطہیر الجنان:

اَنَّہ صلی اللہ علیہ وسلم بَشَّرَہٗ بِالْخِلَافَۃِ رَوٰی
ابو بکر بن ابی شیبہ بِسَنَدِہٖ اِلٰی مُعَاوِیَۃ
رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ قَالَ مَا زِلْتُ اَطْمَعُ فِی الْخِلَافَۃِ
مُنْذُ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا
مَلَکْتَ فَاَحْسِنْ....... عَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ نَظَرَ
اِلَیَّ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم فَقَالَ یَا مُعَاوِیَۃ
اِنْ وُلِّیْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللہَ وَاعْدِلْ.......
عَنْ مُعَاوِیَۃَ اَنَّہٗ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم قَالَ
لِاَصْحَابِہٖ تَوَضَّئُوْا فَلَمَّا تَوَضَّئُوْا نَظَرَ اِلَیَّ
فَقَالَ یَا مُعَاوِیَۃ اِنْ وُلِّیْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللہَ وَاعْدِلْ
وَفِیْ رِوَایَۃِ طبرانی والاوسط وَاَقْبِلْ مِنْ مُحْسِنِھِمْ
وَاعْفُ عَنْ مُسِیْئِھِمْ۔

(تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۱۴-۱۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو خلافت کی خوشخبری دی تھی۔ ابوبکر بن
ابی شیبہ، امیر معاویہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں (معاویہ) اس وقت سے

خلافت کا منتظر تھا جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ اے معاویہ!
جب تو حکمران بن جائے۔ تو احسان کرنا۔

جناب معاویہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا۔ اور عدل کو اپنانا۔

جناب معاویہ ہی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا وضو کرو۔ جب وہ وضو کر چکے۔ تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا اور عدل اپنانا

طبرانی اور اوسط میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ احسان کرنے والوں کو گلے لگانا اور بُروں کو معاف کر دینا۔

نوٹ:

روایتِ مذکورہ میں امام ابن حجر نے کئی طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ یا حکمران بننے کی بشارت دی تھی۔ اور ساتھ ہی وصیت بھی فرمائی تھی لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک "حق" تھی۔ اسی لیے آپ نے اس کی مزید بہتری کے لیے چند ہدایات دیں۔ لیکن اس مضمون کے خلاف ایک روایت کو لے کر نام نہاد سُنی حضرت امیر معاویہ کو گمراہ، فاسق اور منافق تک کے الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں موجود منافقین والی آیات ان پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس مقام پر وہ روایت ذکر کر کے پھر اس کا جواب بھی ذکر کیا۔ لہذا ہم اعتراض وجواب کو قارئین کی نظر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض

تطہیر الجنان:

فَاِنْ قُلْتَ کَیْفَ ذَالِکَ وَ قَدْ جَعَلَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُلْکَہٗ عَاضًا بِدَلِیْلِ مَا صَحَّ اَنَّ حُذَیْفَۃَ صَاحِبَ سِرِّ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْفِتَنِ رَوٰی عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ یَکُوْنُ فِیْکُمُ النُّبُوَّۃُ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْہَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ مُلْکًا عَاضًا۔

(تطہیر الجنان ص ۱۵)

ترجمہ: اگر تو کہے۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کی خلافت کی خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی لہذا وہ حق ہو گئی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حکومت کو راہ راست سے ہٹتی ہوئی حکومت فرمایا۔ آپ کا یہ فرمان اس روایت میں ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے بارے میں بیان فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں نبوت ہو گی۔ پھر نبوت کے طرز پر خلافت اور پھر بادشاہت جو راہ راست سے ہٹی ہوئی ہو گی۔

توضیح:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ کا ذکر فرمایا۔

اس خلافت کا زمانہ تیس سال خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری روایات میں موجود ہے۔ اور تیس سال کا عرصہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ مکمل کرنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو ان کی خلافت تک تو خلافت علی منہاج النبوۃ رہی۔ اس کے بعد امیر معاویہ خلیفہ بنے۔ تو یہ حکومت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گمراہی کی حکومت ہے لہٰذا امیر معاویہ خود گمراہ اور ان کی حکومت گمراہی پر مبنی ہوئی۔

جواب:

اس حدیث سے مراد امیر معاویہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں ایک حدیث موجود ہے۔ جو اس سے زیادہ صحیح ہے۔ وہ یہ ہے۔

تطہیر الجنان عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ هٰذَا الْاَمْرِ
نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ
يَكُوْنُ مُلْكًا وَرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ اِمَارَةٌ وَرَحْمَةٌ
ثُمَّ يَتَكَادَمُوْنَ عَلَيْهَا تَكَادُمَ الْحُمُرِ
فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ وَاِنَّ اَفْضَلَ جِهَادِكُمُ الرِّبَاطُ
وَاِنَّ اَفْضَلَ رِبَاطِكُمْ عَسْقَلَانُ رواہ طبرانی
وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ وَهُوَ صَرِيْحٌ فِيْمَا ذَكَرْتُهٗ
اِذَا الْمُلْكُ الَّذِيْ بَعْدَ الْخِلَافَةِ هُوَ مُلْكُ مُعَاوِيَةَ
(تطہیر الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل یہ معاملہ نبوت و رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت ہو گی۔ پھر بادشاہت اور رحمت ہو گی۔ پھر امارت اور رحمت ہو گی۔

پھر حکومت حاصل کرنے کے لیے گدھوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ تو ان حالات میں تمہیں جہاد کرنا پڑے گا۔ اور بہترین جہاد گھوڑوں کو جہاد کے لیے تیار کرنا ہے۔ اور بہترین رباط عسقلان ہے۔ یہ روایت طبرانی نے ذکر کی۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ روایت اس پر صریح ہے۔ کہ خلافت کے تیس سال بعد جو حکومت ملی۔ وہ حکومتِ رحمت تھی۔ نہ راہ راست سے ہٹی ہوئی تھی۔

دعاءِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اے اللہ معاویہ رضؓ کو علم کتاب اور حکومت عطاء فرما

روایت نمبر ۷: تطہیر الجنان:

مَا جَاءَ بِسَنَدٍ رُوَاتُهٗ ثِقَاتٌ عَلٰی خِلَافٍ فِيْهِمْ فِيْ اِرْسَالِ
فِيْهِ اَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم دَعَا لِمُعَاوِيَةَ فَقَالَ
اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَكِّنْ لَهٗ
فِي الْبِلَادِ وَقِهٖ سُوْءَ الْعَذَابِ وَفِيْ رِوَايَةٍ
اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ۔
(تطہیر الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: ایک حدیث یہ بھی ہے۔ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے مرسل ہونے میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ

کو کتاب وحساب کی تعلیم عطا فرما۔ اور اسے شہروں کی حکومت عطا کر
اور بُرے عذاب سے اسے بچا۔ ایک روایت میں یُوں بھی آیا ہے
اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا دے۔

لمحہ فکریہ:

حدیث مذکور سے مودودی اور اس کے ہم خیال "روشن خیال مفکرین"، کو سبق
حاصل کرنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے لیے حکومت کی دعا فرمائی۔
اور گزشتہ روایات کے مطابق آپ نے حکومت کی انہیں خوش خبری دی۔ اور پھر
یہ بھی دعا فرمائی۔ کہ کتاب وحساب عطا فرمایا جائے۔ اور عذاب سے بچایا جائے آپ کی
ایسی دعاؤں کی برکت سے امیر معاویہ چالیس سال تک خلافت پر متمکن رہے۔ یہ نہیں
کہ مودودی وغیرہ کے بقول آپ نے ڈنڈے اور دُرّے کے بل بوتے پر حکومت کی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے آپ کو اس طویل دور میں کبھی پریشانی
کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اگر دوران خلافت یا اس سے قبل آپ سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی
تو جس طرح حضور کی دوسری دعائیں قبول ہوئیں۔ اسی طرح ان غلطیوں کے بارے
میں بھی آپ کی دعا یقیناً قبول ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ امیر معاویہ کو عذاب سے بچائے
لہٰذا اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں! اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں
کے طفیل اللہ نے ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا۔

☆

حضرت عمر اور حضرت عثمان نے جلیل القدر صحابہ کو گورنری سے معزول کر دیا مگر امیر معاویہ دونوں کے ادوار میں برابر گورنر رہے

روایت نمبر ۸: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ مَدَحَهُ وَأَثْنَى
عَلَيْهِ وَوَلَّاهُ دمشق الشام مُدَّةَ خِلَافَةِ عُمَرَ
وَكَذَالِكَ عُثْمَان رضی اللہ عنہ وَنَاهِيكَ
بِهٰذِهِ مَنْقَبَةً عَظِيمَةً مِنْ مناقِبِ مُعَاوِيَةَ وَمَنِ
الَّذِي كَانَ عُمَرُ يَرْضَى بِهِ لِهٰذِهِ الْوِلَايَةِ
الْوَاسِعَةِ الْمُسْتَمِرَّةِ وَإِذَا تَأَمَّلْتَ عَزْلَ عُمَرَ
لِسَعْدِ بن ابی وقاص الْأَفْضَلِ مِنْ معاویہ بِمَرَاتِبَ
وَإِبْقَائِهِ لِمُعَاوِيَةَ عَلَى عَمَلِهِ
مِنْ غَيْرِ عَزْلٍ لَهُ عَلِمْتَ بِذَالِكَ
أَنَّ هٰذِهِ يُنْبِئُ عَنْ رِفْعَةٍ كَبِيرَةٍ لِمُعَاوِيَةَ
وَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ وَلَا طَرَأَ فِيهِ قَادِحٌ مِنْ قَوَادِحِ
الْوِلَايَةِ وَإِلَّا لَمَا وَلَّاهُ عُمَرُ أَوْ لَعَزَلَهُ وَكَذَا
عُثْمَانُ وَقَدْ شَكَا أَهْلُ الْأَقْطَارِ كَثِيرًا مِنْ

وَلَاتِہِمْ اِلٰی عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَعَزَلَاعَنْہُمْ مِنْ
شِکْرِہِمْ وَاِنْ جَلَّتْ مَرَاتِبُہُمْ وَاَمَّامُعَاوِیَۃ
فَاَقَامَ فِیْ اَمَارَتِہٖ عَلٰی دمشق الشام ھٰذہ المدۃ
الطَّوِیْلَۃَ فَلَمْ یَشْکِ اَحَدٌ مِنْہُ وَلَا اِتَّہَمَہٗ
بِجَوْرٍ وَلَا مَظْلِمَۃٍ فَتَاَمَّلْ ذَالِکَ لِیَزْدَادَ اِعْتِقَادُکَ
اَوْلِتَسْلَمْ مِنَ الْغَبَاوَۃِ وَالْعِنَادِ وَالْبُہْتَانِ۔

(تطہیر الجنان ص ۱۶-۱۷)

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ کی تعریف اور خوبیاں بیان کیں۔ اور دمشق کا انہیں اپنی پوری خلافت کے دوران امیر بنائے رکھا۔ پھر آپ کے بعد حضرت عثمان نے بھی ان کی امارت کو بحال رکھا۔ حضرت امیر معاویہ کی منقبت میں سے یہ بات کافی ہے۔ اور وہ شخص کہ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر طویل عرصہ تک امیر رہنے پر خوش رہے۔ اس کی عظمت کے لیے دلیل کافی ہے۔ پھر جب تو اس بات کو سامنے رکھے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد ابن ابی وقاص کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فضیلت اور عظمت میں امیر معاویہ سے کہیں بڑھ کر تھے اور اس کے مقابلہ میں جناب عمر نے معاویہ کو بحال رکھا۔ تو تجھے اس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ امیر معاویہ کی شخصیت کس قدر رفیع الشان تھی۔ ان میں امارت و ولایت کے نااہل ہونے والے اعتراضات میں سے کوئی ایک بھی سامنے نہ آیا۔ ورنہ حضرت عمر انہیں معزول کر دیتے اور یونہی حضرت عثمان کو بھی ان کی طرف سے کوئی شکایت نہ ملی۔

حالانکہ اطراف و جوانب سے لوگ اپنی اپنی شکایات پیش کرنے میں آزاد تھے۔ انہی شکایات کی بنا پر عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے کئی ایک لوگوں کو معزول بھی کر دیا۔ اس بارے میں معزول ہونے والے شخص کا مرتبہ و مقام آڑے نہ آیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک طویل مدت تک دمشق کے امیر رہے۔ اس عرصہ میں نہ تو کسی نے ان کی شکایت کی۔ اور نہ ہی کوئی اور تہمت و الزام لگایا۔ تجھے اس دلیل میں خوب غور کرنا چاہیئے۔ تاکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تیرا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اور بے وقوفی فساد اور الزام تراشی سے محفوظ رہے۔

لمحہ فکریہ:

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اسلام سے والہانہ محبت اور پختگی ضرب المثل ہے۔ کسی صحابی سے بھی اگر تھوڑی سی غلطی ہو جاتی۔ تو انہیں طیش آجاتا تھا۔ حاطب بن بلتعہ کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ مکہ میں انہوں نے اپنے اعزہ و احباب کو خفیہ پیغام بھیجا۔ جب پیغام پکڑا گیا تو یہی عمر بن خطاب تھے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے۔ یہی عمر ہیں۔ کہ جناب سعد بن ابی وقاص کے خلاف شکایات پر معزولی کا حکم دیا۔ حالانکہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس لیے اگر بیس سال کے طویل عرصہ میں امیر معاویہ کے خلاف کوئی شکایت ملتی۔ اور مودودی وغیرہ کے کہنے کے مطابق اصول اسلام کی پامالی اور ظلم و ناانصافی کی شکایات ہوتیں۔ تو ہرگز بحال نہ رہتے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ان کی لڑائی ہوئی۔ جس کی وجہ سے دیوبندی، مودودی اور سنی نما بریلوی وغیرہ حضرت امیر معاویہ پر لعن طعن کرتے ہیں۔ لڑائی کے بعد حضرت علی نے جو پیغام مختلف اطراف کے عاملین کو بھیجا اس میں

آپ نے صاف صاف لکھا تھا، کہ میرا اور معاویہ کا خدا رسول اور دین ایک ہے۔ نہ وہ مجھ پر فضیلت کے خواہاں اور نہ میں اس کا متمنی ہوں۔ حضرت علی المرتضٰے تو اپنے مدمقابل کے بارے میں یہ الفاظ کہیں۔ اور آج کا "مسلمان" امیر معاویہ کو مسلمان کہنے سے گریز کرے۔ کیا یہ ظلم عظیم نہیں۔ اور خدا کی پھٹکار نہیں ہے۔ لہٰذا ان نام نہاد مفکروں "اسلام کے ٹھیکیداروں اور گدی نشینوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیئے۔

ارشادِ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ میرے اور معاویہ رضؓ کے مقتول دونوں جنتی ہیں

روایت نمبر۹: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا ثَنَاءُ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ قَتْلَايَ وَقَتْلَى مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ رواه الطبرانی بسند رِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ عَلَى خِلَافٍ بَعْضِهِمْ فَهٰذَا مِنْ عَلِيٍّ صَرِيْحٌ لَا يَقْبَلُ تَاوِيْلًا بِاَنَّ مُعَاوِيَةَ مُجْتَهِدٌ تَوَفَّرَتْ فِيْهِ شُرُوْطُ الْاِجْتِهَادِ الْمُوْجِبَةِ لِتَحْرِيْمِ تَقْلِيْدِ الْغَيْرِ اِذْ لَا يَجُوْزُ لِمُجْتَهِدٍ اَنْ يُقَلِّدَ مُجْتَهِدًا بِالْاِتِّفَاقِ سَوَاءٌ خَالَفَهُ فِيْ اِجْتِهَادِهِ وَهُوَ وَاضِحٌ اَمْ وَافَقَهُ

(تطہیر الجنان ص ۱۹)

ترجمہ: ایک دلیل یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف حضرت علی المرتضٰے نے ان الفاظ سے کی۔ جنگ صفین میں میرے ہاتھوں قتل ہونے والے اور معاویہ کے ہاتھوں قتل ہونے والے جنتی ہیں۔ یہ روایت طبرانی نے نقل کی

یہ بالکل دو ٹوک ہے اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے مجتہد تھے۔ جن میں اجتہاد کی تمام شرائط وافر مقدار میں موجود تھیں۔ جن کی بنا پر اُسے کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مجتہد کے لیے ایک دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ چاہے دونوں کا اجتہاد باہم مختلف ہو یا موافق۔

لمحہ فکریہ:

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ امیر معاویہ اور ان کے تمام رفقاء اس لڑائی کی وجہ سے فاسق اور فاجر نہ تھے۔ بلکہ وہ شہید ہونے کی بنا پر جنتی تھے۔ اور یہ اس وقت درست ہو گا۔ جب یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلطی پر تھے لیکن وہ غلطی اجتہادی تھی۔ گویا حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ مقتولین صفین کے جنتی ہونے کا قول کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی حیثیت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی صراحت سے بیان فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں؟ فرمایا۔ دَعْ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ۔ چھوڑو۔ وہ مجتہد ہیں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر بھی مودودیوں۔ دیوبندیوں اور سنی نما بریلیوں اور پیروں کو کان دھرنے چاہیں۔

؏

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہے

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا ثَنَاءُ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَلٰی مُعَاوِيَةَ وَهُوَ مِنْ اَجَلِّ اٰلِ الْبَيْتِ وَالتَّابِعِيْنَ لِعَلِيٍّ کرم اللہ وجہہ ففی صحیح البخاری عن عکرمہ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ مُعَاوِيَةَ اَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ فَقَالَ اِنَّهُ فَقِيْهٌ وفی روایۃ اَنَّهُ صَحِبَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِ معاویۃ اَمَّا اَوَّلًا فَلِاَنَّ الْفَقِيْهَ اَجَلُّ الْمَرَاتِبِ عَلَى الْاِطْلَاقِ وَمِنْ ثَمَّ دَعَا صلی اللہ علیہ وسلم لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ وَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث الصحیح مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاَمَّا ثَانِيًا فَصُدُوْرُ هٰذَا الْوَصْفِ الْجَلِيْلِ لِمُعَاوِيَةَ مِنْ عَظْمِ مَنَاقِبِهٖ كَيْفَ وَقَدْ صَدَرَ لَهٗ مِنْ حِبْرِ الْاُمَّةِ وَتَرْجُمَانِ الْقُرْاٰنِ وَابْنِ عَمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابن عم عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما وَالْقَائِمِ بِنَصْرِ عَلِيٍّ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ وَفَاتِهٖ وَصَحَّ ذَالِكَ عنہ فی البخاری الَّذِیْ هُوَ اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ وَاِذَا ثَبَتَ مَعَ

هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ فِي الرُّوَاةِ وَالْمَرْوِيِّ عَنْهُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ فَقِيْهٌ فَقَدْ اِجْتَمَعَتِ الْاَئِمَّةُ اَهْلُ الْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ عَلٰى اَنَّ الْفَقِيْهَ فِي عُرْفِ الصَّحَابَةِ وَالسَّلَفِ الصَّالِحِ وَقَرْنَيْنِ الْاٰخِرِيْنَ بَعْدَهُمْ هُوَ الْمُجْتَهِدُ الْمُطْلَقُ۔

(تطہیر الجنان ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ کی تعریف کی۔ اور ابن عباس سردارانِ اہل بیت اور علی المرتضٰی کے تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری میں عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا۔ کہ امیر معاویہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ وہ بے شک فقیہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ امیر معاویہ کے مناقب میں سے یہ بہت بڑی منقبت ہے۔ اولاً اس طرح کہ فقیہ مطلقاً اعلیٰ مراتب کا حامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! اسے دین کی فقہ اور تاویل کا علم عطا فرما۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حدیث صحیح میں یوں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فقہ اور تاویل کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ ثانیاً اس عظیم وصف کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اطلاق اس شخصیت نے کیا ہے۔ جو حبر الامۃ ترجمان القرآن، رسول اللہ کے چچازاد بھائی، علی المرتضٰی کے چچازاد بھائی، علی المرتضٰی کی زندگی اور وفات کے بعد ان کے معاون ہیں۔ یعنی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ اور یہی بات صحیح بخاری میں بھی موجود اور ثابت ہے۔ جو قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے بارے میں "فقیہہ" کا لفظ جو عظیم وصف ہے اور اس کا قائل یعنی ابن عباس بھی فقیہہ ہیں۔ تو اس بات پر تمام اصول و فروع کے علماء متفق ہیں۔ کہ فقیہہ، حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین اور ان کے بعد والے حضرات کے نزدیک ایسے شخص کو کہتے ہیں۔ جو مجتہد مطلق ہوتا ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو خادم علی المرتضےٰ ہیں۔ جنگ صفین میں شریک رہے مگر جب ان سے معاویہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ وہ فقیہہ ہیں۔ صحابی رسول ہیں۔ ان دونوں اوصاف کو جب دوسری احادیث سے متصل کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ فقیہہ وہی ہوتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہترین شخص ہے۔ اور اللہ ان کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے بغیر اس سے خیر کا حصول و وصول ناممکن۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ، اور اس کے رسول اور صحابہ کرام کے نزدیک کامل اور مقبول بندوں میں سے ہیں۔ اب ان سنی نما بریلویوں اور دیوبندیوں، جعلی پیروں کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کر کے عاقبت سنوارنے کا ارادہ کرنا چاہیے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لعن طعن کرتے ہیں۔

ابن عباس نے فرمایا کہ حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ رض سے زیادہ عالی مرتبہ نہیں دیکھا

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا قَوْلُ ابْنُ عَبَّاس فِي حَقِّهِ مَا رَأَيْتُ لِلْمُلْكِ اَعْلَى مِنْ معاویہ رواہ البخاری فی تاریخہ وَنَحْوُ افِقُ

ذَالِكَ مَا ذَكَرُوْهُ اَنَّ عُمَرَ لَمَّا دَخَلَ الشَّامَ وَرَأَى مُعَاوِيَةَ وَكَثْرَةَ جُنُوْدِهٖ وَالْهَيْبَةَ مُلْكِهٖ اَعْجَبَهُ ذَالِكَ وَاَعْجَبَ بِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذَا كِسْرَى الْعَرَبِ اَيْ فِي فَخَامَةِ الْمُلْكِ وَبَاهِرِ جَلَالَتِهٖ وَعَظْمَةِ اُبْهَتِهٖ

تطہیر الجنان ص ۲۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے حق میں فرمایا۔ میں نے حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ سے زیادہ عالی مرتبت کوئی نہیں دیکھا اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ اور اسی کے موافق یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے گئے۔ اور دیکھا کہ معاویہ کی فوج کثیر ہے۔ اور ان کی حکمرانی بارعب ہے۔ تو یہ دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ پھر فرمایا۔ معاویہ عرب کا کسریٰ ہے۔ یعنی حکومت کے رعب و دبدبہ اور جلالت و عظمت کے اعتبار سے۔

توضیح از ابن حجر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پسندیدگی اور تعجب سے دیکھنا امیر معاویہ کی عظمت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ ابن عباس خود حضرت علی المرتضےٰ کے ساتھ ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے امیر معاویہ کے ساتھ لڑائی کی تھی۔ اس کے باوجود وہ امیر معاویہ کی شان میں گستاخی نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ خوب بڑھ چڑھ کر تعریف کر رہے ہیں۔ اور انہیں فقیہہ مجتہد تک کہہ رہے ہیں یہ کلمات تمہیں اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام اگرچہ بعض معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑے بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں کامل محبت اور ایک

دوسرے کا احترام تھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجلہ صحابہؓ سے روایات کیں اور ان سے بھی اجلہ صحابہ اور تابعین نے روایات کیں

روایت نمبر۱۲: تطہیر الجنان:

وَ مِنْهَا اَنَّهٗ حَازَ شَرَفَ الْاَخْذِ عَنْ اَكَابِرِ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ لَهٗ وَ شَرَفَ اَخْذِ كَثِيْرِيْنَ مِنْ اَجِلَّاءِ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ عَنْهُ وَ ذَالِكَ اَنَّهٗ رَوٰى عَنْ ابی بکر و عمر و اختہ ام المومنین ام حبیبہ وروی عنہ من اجلاء الصحابۃ و فقہائھم عبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن زبیر وجریر البجلی ومعاویہ بن خدیج والسائب بن یزید والنعمان بن بشیر وابو سعید الخدری وابو امامۃ بن سہل ومن کبائر التابعین وفقہائھم عبد اللہ بن الحارث بن نوفل وقیس بن ابی حازم و سعید بن المسیب وابو ادریس الخولانی وممن بعدھم عیسیٰ بن طلحۃ ومحمد بن جبیر بن مطعم وحمید بن عبد الرحمٰن بن عوف وابو مجلز وحمران مولی عثمان وعبد اللہ بن محیریز وعلقمۃ بن ابی وقاص وعمیر بن ھانی وھمام

بن منبہ وابو العریان النخعی ومطرف بن عبد اللہ بن لشخیر وآخرون۔ فَتَاَمَّلْ هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةِ الْاِسْلَامِ اَلَّذِيْنَ رَوَوْا عَنْهُ تَعْلَمْ اَنَّهٗ كَانَ مُجْتَهِدًا فَقِيْهًا۔

(۱۔ تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۲۶) (۲ تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۰۲)

توضیح: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت سے اکابر صحابہ کرام اور تابعین سے اخذ علم کیا۔ اور پھر ان سے اخذ کرنے والوں میں بھی بہت سے جلیل القدر اور فقیہہ وقت صحابہ اور تابعین ہیں دیکھئے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، اپنی ہمشیرہ ام المومنین ام حبیبہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے آگے روایت کرنے والوں میں عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، جریر البجلی، معاویہ بن خدیج سائب بن یزید، نعمان بن بشیر، ابو سعید خدری اور ابو امامہ بن سہل ایسے بزرگ لوگ ہیں۔ تابعین کرام میں سے بزرگ اور فقیہہ شخصیات یہ ہیں۔ عبد اللہ بن حارث بن نوفل، قیس بن ابی حازم، سعید بن المسیب، ابو ادریس خولانی اور ان کے بعد آنے والے عیسیٰ بن طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف، ابو مجلز، حمران مولیٰ عثمان، عبد اللہ بن محیریز، علقمہ بن ابی وقاص، عمیر بن ہانی، ہمام بن منبہ ابو العریان نخعی، مطرف بن عبد اللہ بن لشخیر وغیرہ

توضیح از ابن حجر:

ان جلیل القدر ائمہ کو تم جانتے ہو۔ کہ یہ سب اسلام کے مایۂ ناز امام اور دین

کے پیشوا ہیں۔ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اخذ علم کیا۔ اور حدیث کی روایت کی۔ اس کا صاف صاف نتیجہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے مجتہد اور فقیہہ تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے چند امور غیب کی خبریں دیں جو صحیح نکلیں

روایت نمبر ۱۳: التطہیر الجنان:

وَمِنْهَا اَنَّهُ اَخْبَرَ عَنْ اُمُوْرٍ غَيْبِيَّةٍ كَوَقَعَ الْاَمْرُ بَعْدَهُ كَمَا اَخْبَرَهُ وَذَالِكَ كَرَامَةٌ فَمِنْ ذَالِكَ مَاجَاءَ عَنْهُ بِسَنَدٍ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ اَخْرَجُوْا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَا تَكُوْنُ الْخِلَافَةُ فِيْهِمْ اَبَدًا وَاَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَتَلُوْا عُثْمَانَ فَلَا تَعُوْدُ الْخِلَافَةُ فِيْهِمْ اَبَدًا۔

(تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۲۶)

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امور غیبیہ کی خبریں دیں۔ اور پھر وہ کام اسی طرح ہوئے جس طرح آپ نے اطلاع دی تھی۔ اور یہ اُن کی کرامت تھی۔ اُن میں سے یہ بھی ہے۔ جو ثقہ راویوں کی سند سے مروی ہے۔ جناب معاویہ نے کہا۔ کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا۔ لہٰذا ان میں کبھی خلافت نہ آئے گی اور یہ کہ اہل مدینہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔ اس لیے ان میں بھی خلافت

کبھی نہ آئے گی۔

توضیح از ابن حجر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ (اطلاع عدم خلافت) میں غور کرو۔ کہ مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردستی ہجرت پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجہ میں امیر معاویہ کے کہنے کے مطابق ان میں سے خلافت کو ختم کر دیا گیا۔ اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے۔ کہ اگر یہ درست ہے تو پھر جناب عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا کیا ہوگا؟ کیونکہ ان کی خلافت ناتمام تھی۔ کیونکہ شام، مصر اور دیگر شہر ان کی خلافت سے باہر تھے۔ حالانکہ یہ تمام علاقہ جات مسلمانوں کے تھے۔ اور پھر یہ بھی ان کی حکومت و خلافت ابتدا سے انتہا تک خلفشار اور فساد کی آماجگاہ بنی رہی۔ ایک دن بھی ایسا نہ گزرا۔ جو قابلِ تعریف ہو۔ رہا اہل مدینہ کا معاملہ تو جو لوگ شہادت عثمان کے وقت موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی بعد میں خلیفہ نہ بنا۔ یعنی مدینہ منورہ، مرکزِ خلافت نہ رہا۔ یہ شہادت عثمان کا خمیازہ تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کا قبل از وقت ایسا کہنا حالات نے ثابت کر دیا۔ کہ درست تھا۔

امیر معاویہؓ نے وصیت کی کہ نبی علیہ السلام کی قمیص میں مجھے کفن دیا جائے اور آپ کے ناخن شریف منہ اور آنکھوں پر رکھے جائیں

روایت نمبر ۱۴: تطہیر الجنان: وَمِنْهَا اَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ

اَوْصٰی اَنْ یُکَفَّنَ فِیْ قَمِیْصٍ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَسَاہُ اِیَّاہُ وَاَنْ یُجْعَلَ مِمَّا یَلِیْ جَسَدَہٗ وَکَانَتْ عِنْدَہٗ قُلَامَۃُ اَظْفَارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَوْصٰی اَنْ تُسْحَقَ وَ تُجْعَلَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَفَمِہٖ۔ وَقَالَ افْعَلُوْا ذَالِکَ بِیْ وَخَلُّوْا بَیْنِیْ وَبَیْنَ ارحم الراحمین۔

وَلَمَّا نَزَلَ بِہِ الْمَوْتُ قَالَ یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ رَجُلًا مِنْ قُرَیْشٍ بِذِیْ طُوًی وَاِنِّیْ لَمْ اَلُ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئًا۔

(تطہیر الجنان ص ۲۸)

ترجمہ: ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو وصیت فرمائی۔ کہ مجھے وہ قمیص پہنائی جائے۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ اور اس کا وہ حصہ جو آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگتا تھا۔ مجھے لگایا جائے۔ امیر معاویہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناخن شریف تھا۔ اس کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا۔ اُسے پیس کر میری آنکھوں اور منہ میں لگایا جائے۔ اور کہا۔ جب یہ کر چکو۔ تو مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ جب امیر معاویہ کی موت کا وقت آیا تو فرمانے لگے کاش میں ایک عام آدمی قریش سے ہوتا اور میں کسی چیز کا والی نہ ہوتا۔

توضیح از ابن حجر:

کتنی عظیم شان پائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ قابل ستائش اور مبارک باد کا ہے۔ کیونکہ انہیں وہ قسمت ملی۔ جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ لگنے والا کپڑا انہیں اپنے جسم کے ساتھ لگانا نصیب ہوا۔ اور اپنے منہ

کے اندرونی حصّہ اور آنکھوں میں اس چیز کو سمویا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پاک کا ایک حصہ تھا جو جدا ہوا تھا۔ بالاتفاق امیر معاویہ کا دمشق میں انتقال ہوا اور مشہور یہ ہے۔ کہ آپ نے ۲۶ رجب ۶۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی عمر باسٹھ برس کی تھی۔ چھیاسی سال بھی عمر بتائی گئی ہے۔

۞

فصل پنجم

حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق مجتہدینِ امت کے اقوال

نوٹ: یہاں تک جو چودہ عدد روایات ذکر ہوئیں۔ ان کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن حجر نے اپنی توضیحات بھی ذکر فرمائیں۔ ہم نے انہیں ذکر کر کے قارئین کرام کو ابن حجر کا عقیدہ بتایا ہے۔ اس کے بعد چند دیگر ممتاز اہل سنت علماء کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عقیدہ بھی تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اہل سنت " کے عقیدہ کو نکھار مل جائے۔ اور نام نہاد سنیوں کا پول کھل جائے۔ و باللہ التوفیق

علامہ یوسف نبہانی اور حضرت امیر معاویہ

شواھد الحق:

لَا یَخْفَاكَ اَیُّهَا الْمَرْءُ مِنَ الْعَاقِلُ الْمُنْصِفُ اِنَّا اِنَّمَا نُحِبُّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَكَذٰلِكَ نُحِبُّ سَائِرَ اَهْلِ الْبَيْتِ وَجَمِيْعَ

الْاَصْحَابِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلِذٰلِكَ كَانَتْ مَحَبَّتُنَا لَهُمْ لَا عَلَى التَّسْوِيَةِ۔ بَلْ نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ بِالْمَحَبَّةِ بِحَسَبِ دَرَجَاتِ فَضْلِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ عَلٰى مَا رَوَاهُ لَنَا الْاَئِمَّةُ وَ تَنَاقَلَتْهُ الْاَئِمَّةُ الْخَلَفُ عَنِ السَّلَفِ فَنُقَدِّمُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيًّا ثُمَّ بَاقِي الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرِيْنَ بِالْجَنَّةِ وَ مِنْ اَكَابِرِهِمُ الزُّبَيْرُ وَ طَلْحَةُ الْمُؤَهَّلَانِ لِلْخِلَافَةِ بَعْدَ عَلِيٍّ وَ هُمَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ السَّابِقِيْنَ فِي الْاِسْلَامِ ثُمَّ بَاقِي اَهْلِ بَدْرٍ وَ مِنْ اَكَابِرِهِمُ الزُّبَيْرُ و طلحة ثم اهل احد و من اكابرهم الزبير وَطَلْحَةُ ثُمَّ اَهْلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ وَمِنْ اَكَابِرِهِمُ الزُّبَيْرُ وَ طَلْحَةُ ثُمَّ مَنْ اَسْلَمَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ وَ مِنْ اَكَابِرِهِمُ الزُّبَيْرُ وَ طَلْحَةُ وَ مِنْهُمْ عمرو بن العاص ثُمَّ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَمِنْهُمْ معاويه قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى) فَمُعَاوِيه مِمَّنْ وَعَدَهُمُ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَهِيَ الْجَنَّةُ وَ هُوَ اِنْ كَانَ مِنْ قِسْمِ الْاَخِيْرِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وهو مفضول بالنظر الى الأقسام السابقة إلا أنه
هو وجميع الصحابة وممن أسلم بعده أيضا
أفضل من جميع من جاء بعدهم من هذه الأمة
المحمدية ففضله من هذه الجهة أي جهة
الصحبة وحدها إذا اعتبرته تجده عظيما
عظيما الى درجة لا تقدر على تصورها الا تك
تعلم أنه قد جاء في هذه الأمة بعد الصحابة
من أكابر الأئمة والعلماء والأولياء من لا يمكن
استيفاء مناقبهم وفضائلهم بوجه من الوجوه
فمعاوية مع تأخره في الفضل عن معظم الصحابة
هو أفضل من التابعين ومن بعدهم أجمعين
لتشرفه بصحبة سيد المرسلين صلى الله
عليه وسلم وآله وأصحابه اجمعين وكتابته
له الوحي في بعض الأحيان وجهاده معه أهل الشرك
والطغيان فضلا عما اتصف به في حد ذاته
من الفضائل والمزايا الكثيرة وخدماته
بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم الخدمات
الدينية المشكورة فقد جاهد في سبيل الله
مدة خلافة أبي بكر وعمر وعثمان
وبعد أن استقل بالأمر خلافته بقي في الشام

مدة طويلة ثمانيا وأربعين سنة منها
نحو ست سنوات تحت راية أخيه يزيد
ومنها اثنان وعشرون سنة أميرا مجاهدا
ضابطا لبلاد الشام وهي حدود الروم وقتئذ
ومنها عشرون سنة ملكا مجاهدا حتى
فتح فتوحات كثيرة - ووصل جيشه إلى
القسطنطنيه وكان معه أبو أيوب الأنصاري
فمات هناك ودفن فيها وقبره إلى الآن ظاهر
يزار وهو مع كل فضائله التي لا يماثلها
ولا يقاربها فضائل أحد من غير الصحابة
نسبته في الفضل إلى علي كنسبة الذي هو
من الفضة مثلا إلى القناطير المقنطرة من الذهب
بل من الجواهر النفيسة العظيمة التي جلت
أن تتقوم بقيمة كما قلت في قصيدتي
(سعادة المعاد في موازنة بانت سعاد في مدح
سيد العباد صلى الله عليه وسلم)

كالشمس في الأفق الأعلى أبو حسن
ومن معاوية في الأرض قنديل

(شواہد الحق ص ۵۲۶ - ۵۲۷ فصل فی شئون روساء الاصحاب الذین ظلموا علینا)

ترجمہ: اے عاقل مومن! تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ بے شک
ہم (اہل سنت) علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے محبت صرف اللہ اور اس

کے رسول کی خاطر کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام
سے محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں یہی وجہ
ہے۔ کہ ان حضرات کے ساتھ ہماری محبت ایک جیسی نہیں ہے۔ بلکہ جس
طرح اللہ اور اس کے رسول کے ہاں ان کے درجات میں فرق ہے۔
ہمارے ائمہ نے یہی عقیدہ رکھا۔ اور اسی کو سلف صالحین سے آج
تک کے علماء نے اپنائے رکھا۔ ہم ابوبکر صدیق پھر عمر، پھر عثمان
اور پھر علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم کو بالترتیب سب سے مقدم مانتے ہیں۔
ان کے بعد عشرہ مبشرہ جن میں زبیر و طلحہ اکابرین میں سے ہیں۔ جو علی
المرتضےٰ کے بعد خلافت کے اہل بھی تھے۔ یہ دونوں وہ مہاجر ہیں۔
جنہوں نے اسلام میں سب سے اولیت پائی۔ پھر بقیہ بدری صحابہ
سے ہماری محبت ہے۔ ان میں بھی زبیر اور طلحہ اکابر تھے۔ پھر غزوۂ احد
کے شرکاء کی محبت ہے اور ان میں اکابر زبیر اور طلحہ ہی ہیں
پھر بیعت رضوان کرنے والے اور ان میں بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ پھر
ان حضرات سے جو فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ان میں
سے بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ اور ان میں عمرو بن العاص بھی ہیں۔ پھر ان
حضرات سے ہماری محبت ہے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان
میں سے معاویہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور جس نے تم میں سے
فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مسلمان ہو گیا اور جہاد کیا۔
اس کے مساوی وہ نہیں جس نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔
اور مسلمان ہوا۔ اور جہاد کیا۔ ان دونوں اقسام کے مومنوں سے اللہ تعالیٰ
نے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔" لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن سے جنت کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے آپ
اگرچہ صحابہ کرام میں سے اُن حضرات میں شامل ہیں۔ جو ترتیب فضیلت
میں آخری قسم ہے۔ اور وہ اگرچہ پہلی اقسام سے افضل نہیں۔ مگر آپ
اور وہ صحابہ کرام جو ان کے بعد مسلمان ہوئے وہ سب ان لوگوں سے
لازماً افضل ہیں۔ جو ان کے بعد امت محمدیہ میں تشریف لائے۔ لہٰذا امیر معاویہؓ
کی اس جہت یعنی صحابیت کی وجہ سے فضیلت کو اگر تنہا دیکھا جائے۔
تو یہ بھی عظیم در عظیم ہے۔ اور اس کے درجہ کا ادراک ناممکن ہے۔ اس
لیے کہ تمہیں بخوبی علم ہے۔ کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت میں بڑے بڑے
اکابر ائمہ اور علماء تشریف لائے۔ اور وہ بھی ایسے کہ ان کے فضائل و
مناقب کا کسی طرح شمار کرنا ممکن نہیں۔ سو حضرت معاویہ اگرچہ معظم
صحابہ کرام سے فضیلت میں کم سہی لیکن تمام تابعین اور ان کے بعد آنے
والے تمام مسلمانوں سے بہر حال افضل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت کا شرف آپ کو میسر ہوا۔ کتابت وحی کے فرائض
سرانجام دیئے۔ اور آپ کی معیت میں مشرکین و باغیوں سے جہاد کیا۔
یہ شرف ان فضائل کے علاوہ ہے جو امیر معاویہ کی اپنی شخصیت میں تھے
اور ان خدمات عظیمہ کے علاوہ ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے وصال کے بعد سرانجام دیں۔ اور وہ خدمات اللہ کو منظور و قبول
ہوئیں۔ آپ نے ایک طویل مدت تک خلافت ابوبکر عمر اور عثمان
میں جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اور جب سے آپ نے حکومتی ذمہ داریاں
سنبھالیں۔ شام میں آپ تقریباً اڑتالیس برس مقیم رہے۔ ان میں
سے سات سال تک اپنے بھائی یزید کے جھنڈے کے تحت بسر کیے

بائیس سال تک امیر اور مجاہد ہونے کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے ناظم رہے آپ کے ذمہ شام کے علاقہ جات کا انتظام تھا۔ اس کی ان دنوں روم کے ساتھ حدود ملتی۔ پھر بیس سال تک حکمران بن کر مجاہدانہ کاموں میں مصروف رہے۔ اور کثیر فتوحات کیں۔ ان کی فوج قسطنطنیہ تک پہنچ گئی۔ ابو ایوب انصاری بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اور دفن ہوئے اور آج بھی ان کی قبر زیارت گاہ عام وخاص ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان تمام فضائل ومناقب کے ہوتے ہوئے جن میں صحابہ کرام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مماثل اور مقارب نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یوں ہیں۔ جس طرح چاندی کے دراہم سونے کے عظیم خزانہ کے مقابلہ میں یا نفیس ترین موتیوں کے مقابلہ میں ہوں ایسے موتی جن کی قیمت نہ لگائی جاسکتی ہو۔ جیسا کہ میں نے اپنے تصنیف شدہ قصیدہ میں کہا ہے۔

علی المرتضیٰ افق اعلیٰ میں سورج کی مانند ہیں
اور معاویہ زمین پر روشن قندیل ہیں

خلاصہ کلام:

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی یہ ترجمانی فرمائی۔ کہ

۱۔ صحابی ہونے کی وجہ سے آپ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جو صحابی نہیں (اُن میں غوث قطب، علماء، صلحاء شامل ہیں)
۲۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق وہ قطعی جنتی ہیں۔
۳۔ اپنی ذاتی خوبیوں میں آپ کا بعد میں کوئی مثل نہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سورج اور معاویہ رضی اللہ عنہ زمین پر قندیل کی طرح ہیں۔

اہل سنت کے سلف وخلف کے اس عقیدہ کو سامنے رکھیے۔ اور مودودی دیوبندیوں اور سنی نما بریلویوں کی وہ عبارات دیکھیں۔ جن میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیچڑ اچھالا۔ تو آپ لازماً یہی نتیجہ اخذ کریں گے۔ کہ سنی ہو کر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ علامہ نبہانی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مزید فرمایا۔

شواهد الحق:

اِعْلَمْ اَنَّ مُعَاوِيَةَ فِيْ مَذْهَبِنَا مَعَاشِرَ اَهْلِ السُّنَّةِ كَسَائِرِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا عَلٰى عَلِيٍّ رضي الله عنه وَعَنْهُمْ كَانُوْا مُجْتَهِدِيْنَ فِيْمَا فَعَلُوْهُ مِنْ ذَالِكَ وَلٰكِنْ كَانَ عَلِيًّا هُوَ الْمُصِيْبُ وَكَانَ الْخَارِجُوْنَ عَلَيْهِ مُخْطِئِيْنَ وَالْمُجْتَهِدُ مَاجُوْرٌ لَا مَوْزُوْرٌ اَلْمُصِيْبُ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَالْمُخْطِئُ لَهٗ حَسَنَةٌ وَاحِدَةٌ بِنِيَّتِهٖ وَنِيَّاتُهُمْ كَانَتْ صَحِيْحَةً لِقَصْدِهِمُ الْقِصَاصَ مِنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ وَقَدْ ظَهَرَ لَهُمْ اَنَّ فِيْ ذَالِكَ مُوَافَقَةَ الشَّرْعِ الشَّرِيْفِ وَالْمَصْلَحَةِ لِلْاُمَّةِ لِئَلَّا يَتَجَرَّأَ الْفُجَّارُ عَلَى الْاَئِمَّةِ الْاَخْيَارِ ـ وَهٰكَذَا كَانَتْ نِيَّاتُهُمْ وَهُوَ مَا اَدَّاهُمْ اِلَيْهِ اِجْتِهَادُهُمُ الْمُخْطِئُ وَلِذَالِكَ لَمْ يَخِلَّ خُرُوْجُهُمْ عَلَيْهِ فِيْ عَدَالَتِهِمْ وَنَسُوْا هُمْ فَلَمْ يَتَطَرَّقْ

بِذٰلِكَ خَلَلٌ فِيْ اَخْذِ الدِّيْنِ عَنْهُمْ... وَمُعَاوِيَةُ مَعَ
فَضْلِ الصُّحْبَةِ لَهٗ حَسَنَاتٌ كَثِيْرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا
تُحَدُّ مِنْ اَجَلِّهَا جِهَادُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِمَّا بِنَفْسِهٖ
وَاِمَّا بِجُيُوْشِهٖ حَتّٰى فُتِحَتْ بِلَادٌ كَثِيْرَةٌ وَصَارَتْ
دَارَ اِسْلَامٍ بَعْدَ اَنْ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَبِسَبَبِهٖ
دخل الی الاسلام اُلُوْفٌ اُلُوْفٍ كَثِيْرَةٍ مِّنْ اَسْلَمُوْا
عَلٰى يَدِهٖ وَيَدِ جُيُوْشِهٖ وَمِنْ ذَرَارِيْهِمْ اِلٰى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهٗ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

(شواھد الحق ص ۵۲۹ تا ۵۳۱ فصل فی شئون رؤس الاصحاب الذین خالفوا علیاً)

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ہم اہل سنت کے مذہب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام کی طرح ہی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضےٰ کے خلاف خروج کیا تھا۔ وہ اپنے کام میں مجتہد تھے۔ لیکن علی المرتضےٰ صواب پر تھے۔ اور ان پر خروج کرنے والے غلطی پر تھے۔ اور مجتہد کو بہر حال اجر ملتا ہے۔ گناہ نہیں۔ اگر صواب پر ہے تو دس نیکیاں اور غلطی پر ہے تو بھی اس کی نیت کے مطابق ایک نیکی ضرور ملتی ہے اور علی المرتضےٰ کے خلاف خروج کرنے والوں کی نیتیں صحیح تھیں۔ کیونکہ ان کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے۔ اور انہیں یہ علم تھا۔ کہ یہ مطالبہ شرع شریف اور مصلحت عامہ کے موافق ہے۔ تاکہ آئے دن فاجر لوگ نیک ائمہ کو قتل کرنے کی جرأت نہ کرتے پھریں۔ ان حضرات کی نیتیں ایسی تھیں۔ ان کے اجتہاد نے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچایا۔ لیکن اجتہاد ضروری تھا۔

اسی لیے ان کی عدالت اور تقویٰ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اور نہ ہی ان سے دین کی باتیں حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بنی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے عظیم تر یہ کہ انہوں نے بذات خود یا اپنے لشکر کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کیا جس کے نتیجہ میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ اور وہ علاقہ جات جو پہلے دارالکفر تھے دارالاسلام بن گئے اور اس سبب سے لاکھوں کروڑوں لوگ مشرف باسلام ہوئے جو یا تو خود امیر معاویہ کے ہاتھ پر یا ان کے لشکر کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے۔ اور پھر ان کی اولادیں قیامت تک اسلام پر چلی آ رہی ہیں ان تمام نیکیوں کا مجموعی ثواب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامۂ اعمال میں ہی درج ہوگا۔

امام غزالی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شواھد الحق:

وَالْمَشْهُوْرُ مِنْ قِتَالِ مُعَاوِيَةَ مَعَ عَلِيٍّ وَسَيْرِ
عَائِشَةَ رضی الله عنهما اِلَى الْبَصْرَةِ فَالظَّنُّ
بِعَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَطْلُبُ تَطْفِئَةَ الْفِتْنَةِ
وَلٰكِنْ خَرَجَ الْاَمْرُ مِنَ الضَّبْطِ فَاَوَاخِرُ الْاُمُوْرِ
لَا تَبْقٰى عَلٰى وَفْقِ طَلَبِ اَوَائِلِهَا بَلْ تَخْرُجُ عَنِ
الضَّبْطِ وَالظَّنُّ بِمُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ كَانَ عَلٰى تَاْوِيْلٍ
وَظَنٍّ فِيْمَا كَانَ يَتَعَاطَاهُ وَمَا يُحْكٰى سِوٰى

هذا من روايات الآحاد فالصحيح منه مختلط بالباطل والاختلاق أكثره اختراعات الروافض والخوارج وأرباب الفضول الخائضين في هذه الفنون فينبغي أن تلازم الإنكار في كل ما لم يثبت وما ثبت فاستنبط له تأويلا فما تعذر عليك فقل لعل له تأويلا وعذرا لم أطلع عليه۔

واعلم أنك في هذا المقام بين أن تسيء الظن بمسلم وتطعن عليه وتكون كاذبا أو تحسن الظن به وتكف لسانك عن الطعن وأنت مخطئ مثلا والخطأ في حسن الظن بالمسلم أسلم من الصواب بالطعن فيه فلو سكت إنسان مثلا عن لعن إبليس أو لعن أبي جهل أو أبي لهب أو من شئت من الأشرار طول عمره لم يضره السكوت ولو هفا هفوة بالطعن في مسلم بما هو بريء عند الله تعالى منه فقد تعرض للهلاك بل أكثر ما يعلم في الناس لا يحل النطق به لتعظيم الشرع الزجر عن الغيبة مع أنه إخبار عما متحقق في المغتاب فمن يلاحظ هذه الفصول ولم يكن في طبعه ميل إلى الفضول

آثر ملازمة السكوت وحسن الظن بكافة المسلمين وإطلاق اللسان بالثناء على جميع السلف الصالحين هذا حكم الصحابة عامة.....

وقال الإمام الغزالي أيضا في احياء علوم الدين۔

الإمام الحق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم ولم يكن نص رسول الله صلى الله عليه وسلم على إمام أصلا - إذ لو كان لكان أولى بالظهور من نصبه آحاد الولاة والأمراء على الجنود في البلاد ولم يخف ذلك فكيف خفي هذا - وإن ظهر فكيف اندرس حتى لم ينقل إلينا فلم يكن أبو بكر إماما إلا بالاختيار والبيعة وأما تقدير النص على غيره فهو نسبة للصحابة كلهم إلى مخالفة رسول الله صلى الله عليه وسلم وخرق الإجماع مما لا يجترئ على اختراعه إلا الروافض واعتقاد أهل السنة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما أثنى الله سبحانه وتعالى

وَرَسُوْلُهٗ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا جَرٰی
بَیْنَ مُعَاوِیَةَ وَعَلِیٍّ رضی اللہ عنہما کَانَ
مَبْنِیًّا عَلَی الْاِجْتِهَادِ لَا مُنَازَعَةَ مُعَاوِیَةَ
فِی الْاِمَامَةِ اِذْ ظَنَّ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ اَنَّ تَسْلِیْمَ
قَتَلَةِ عُثْمَانَ مَعَ کَثْرَةِ عَشَائِرِهِمْ وَاخْتِلَاطِهِمْ
بِالْعَسْکَرِ یُؤَدِّیْ اِلَی اضْطِرَابِ اَمْرِ الْاِمَامَةِ
فِیْ بِدَایَتِهَا فَرَاَی التَّاخِیْرَ اَصْوَبَ وَظَنَّ مُعَاوِیَةُ
اَنَّ تَاخِیْرَ اَمْرِهِمْ مَعَ عِظَمِ جِنَایَتِهِمْ
یُوْجِبُ الْاِغْرَاءَ بِالْاَئِمَّةِ وَیُعَرِّضُ دِمَاءَ
السَّلَفِ۔

وَقَدْ قَالَ اَفَاضِلُ الْعُلَمَاءِ کُلُّ مُجْتَهِدٍ
مُصِیْبٌ وَقَالَ قَائِلُوْنَ الْمُصِیْبُ وَاحِدٌ
وَلَمْ یَذْهَبْ اِلٰی تَخْطِئَةِ عَلِیٍّ ذُوْ تَحْصِیْلٍ اَصْلًا
وَفَضْلُ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم عَلٰی حَسْبِ
تَرْتِیْبِهِمْ فِی الْخِلَافَةِ اِذْ حَقِیْقَةُ الْفَضْلِ
مَا هُوَ فَضْلٌ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَذَالِكَ لَا
یَطَّلِعُ عَلَیْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ وَرَدَ
فِی الثَّنَاءِ عَلٰی جَمِیْعِهِمْ اٰیَاتٌ وَاَخْبَارٌ کَثِیْرَةٌ وَاِنَّمَا
یُدْرِكُ دَقَائِقَ الْفَضْلِ وَالتَّرْتِیْبِ فِیْهِ الْمُشَاهِدُوْنَ
لِلْوَحْیِ وَالتَّنْزِیْلِ بِقَرَائِنِ الْاَحْوَالِ وَدَقَائِقِ
التَّفْصِیْلِ فَلَوْ لَا فَهْمُهُمْ ذَالِكَ لَمَا رَتَّبُوا الْاَمْرَ

کَذَالِكَ اِذْ کَانُوْا لَا تَاْخُذُهُمْ فِی اللّٰهِ لَوْمَةُ
لَائِمٍ وَلَا یَصْرِفُهُمْ عَنِ الْحَقِّ صَارِفٌ۔
(شواہد الحق ص ۴۶۳ تا ۴۶۵ الامام الغزالی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ کے مابین جو لڑائی ہوئی۔ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ کی طرف سفر فرمانا ان واقعات کے بارے میں مشہور مذہب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ظن تھا۔ کہ وہ فتنہ کو بجھائیں گی لیکن یہ کام اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ کیونکہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ بہت سے کاموں کی ابتداء تو اچھی ہوتی ہے لیکن اُن کا اخیر مقصد و مطلب کے خلاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ کے بارے میں یہ ظن ہے۔ کہ وہ ایک اجتہادی رائے رکھتے تھے۔ اور اس میں وہ اپنے خیال کے مطابق درست تھے۔ ان خیالات کے علاوہ جو لاکی دُکی روایات ملتی ہیں۔ تو صحیح بات یہ ہے۔ کہ ان میں حق و باطل کی آمیزش ہے۔ اور ایسی روایات بکثرت روافض نے گھڑیں۔ اور خارجیوں کی خود ساختہ ہیں۔ اور اُن لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات کی کھوج لگائیں۔ لہٰذا ایسی روایات کا انکار کرنا چاہیئے۔ جو سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اور جن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ ان کی جائز تاویل تلاش کرنی چاہیئے۔ اور جس کی تاویل ملنی مشکل ہو۔ تو کم از کم یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ کہ اس کی کوئی تاویل یا عذر ہوگا۔ جس کی مجھے اطلاع نہیں۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ وہ مقام ہے۔ کہ ایک طرف ایک مسلمان کے بارے میں سوءِ ظن اور لعن طعن کا معاملہ ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ جھوٹا ہو۔ یا یہ کہ تو حسن ظن رکھتا ہو۔ اور لعن طعن سے زبان کو روک رکھا ہو۔ اور بالفرض تو اس میں خطا پر ہو۔ اب ان دونوں میں بہتر یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن میں خطا ہو۔ اور یہ بات اچھی نہیں کہ تو لعن طعن کرے۔ اور تو اس میں صواب پر ہو۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی ابلیس، ابوجہل اور ابولہب وغیرہ پر لعنت بھیجنے سے خاموش رہتا ہے اور ساری عمر اسی طرح گزار دیتا ہے۔ تو اس کی یہ خاموشی نقصان دہ نہیں۔ اور اگر کسی مسلمان کے بارے لعن طعن کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بیچارہ اس سے اللہ کے ہاں بری ہے۔ تو ایسا کرنے والا اپنی ہلاکت کے در پے ہے بلکہ بکثرت ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جن کا لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ شرع کی سخت ڈانٹ کی وجہ سے اُسے زبان پر لایا نہیں جاتا۔ حالانکہ اگر وہ بات لوگوں کو بتائی جائے۔ تو مبنی بر حقیقت ہوتی ہے۔ جیسا کہ غیبت کرنے والے اور جس کی غیبت کی جا رہی ہے ان دونوں میں یہ بات موجود ہے۔ سو جو شخص ان مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اور فضولیات کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ تو وہ لازماً خاموشی اختیار کرے گا۔ اور مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھے گا۔ اور تمام سلف صالحین کے بارے میں تعریفی کلمات کے ساتھ ہی زبان کھولے گا۔ یہ عام صحابہ کرام کے بارے میں حکم ہے۔

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق پھر عمر پھر عثمان پھر علی المرتضٰی برحق امام ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کے لیے کوئی نص نہیں فرمائی تھی۔ اور اگر کوئی نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

جب کسی کو امیر لشکر یا کسی شہر کا والی مقرر فرماتے تو ان کے بارے میں نص بالکل ظاہر ہوتی۔ لہٰذا یہ کس طرح ممکن کہ امامت کے بارے میں آپ نے واضح طور پر کسی کا نام ذکر کیا ہو۔ اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہو۔ اور اگر ظاہر ہوئی تھی تو پھر مٹ کیسے گئی۔ کہ ہم تک نہ پہنچ سکی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منصب امامت پسندیدگی اور بیعت عامہ کی وجہ سے ملا۔ اور اگر یہ بالفرض مان لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت و خلافت کے لیے ابوبکر صدیق کے سوا کسی دوسرے کا نام ذکر فرمایا تھا۔ تو پھر لازم یہ آئے گا۔ کہ تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی۔ اور اجماع کو توڑ دیا۔ لیکن ایسی باتیں رافضیوں کے سوا دوسرا کون کر سکتا ہے۔ اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے اور وہ قابل تعریف تھے۔ جیسا کہ اللہ پاک اور اس کے رسول مقبول نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور وہ جھگڑا جو امیر معاویہ اور علی المرتضٰی کے درمیان ہوا۔ اس کا دارومدار اجتہاد پر تھا۔ یہ نہیں کہ امیر معاویہ نے امامت کے حصول کی خاطر یہ جنگ کی تھی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو قصاص کے لیے جناب عثمان کے ورثاء کے سپرد کر دینا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان قاتلین کے خاندان لمبے چوڑے تھے۔ اور ان کے بہت سے افراد فوج اسلام میں شامل تھے۔ لہٰذا خلافت کے ابتدائی دور میں ہی ہلچل مچ جائے گی۔ اس بنا پر آپ نے یہ رائے قائم کی کہ اس معاملہ کو ذرا مؤخر کر دیا جائے ادھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ اگر یہ معاملہ مؤخر کر دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ یہ بہت بڑا جرم تھا۔ تو لوگوں کو پھر آئمہ دین

کے قتل کرنے کی شہ مل جائے گی۔ اور خونریزی کا بازار گرم ہو جائے گا۔

افاضل علماء نے کہا ہے۔ کہ ہر مجتہد صواب پر ہے۔ اور کہنے والوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ مصیبت صرف ایک ہے۔ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کی جنگ میں علی المرتضیٰ کو کسی نے بھی خطا پر نہیں کہا۔ اور صحابہ کرام کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ کیونکہ حقیقی فضیلت تو وہ ہے جو اللہ کے نزدیک فضیلت ہو۔ اور اس کا علم بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہیں مل سکتا۔ تمام صحابہ کرام کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہیں۔ جن میں ان کی تعریف موجود ہے۔ اور بات یہ ہے۔ کہ فضیلت کی باریکیاں اور اس کی ترتیب وہی لوگ پا سکتے ہیں جو وحی کا اترنا دیکھتے تھے۔ وہ احوال کے قرائن سے اور فضیلت کی باریکیوں سے کچھ نہ کچھ واقف تھے۔ اگر انہیں اتنا علم بھی نہ ہوتا اور وہ بالکل کورے ہوتے۔ تو پھر خلافت کی ترتیب ایسی کیوں رکھتے۔ کیونکہ وہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ اور حق سے کوئی چیز انہیں پھیر نہ سکتی تھی۔

لمحہ فکریہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے۔

۱۔ خلافت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے بطور نص کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔

۲۔ اگر نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری ہوتا۔ ورنہ تمام صحابہ کرام آپ کے ارشاد کے چھپانے والے بن جائیں گے۔

۳۔ تمام صحابہ کرام عادل اور قابل تعریف تھے۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسول نے صحابہ کرام کی تعریف کی۔

۵۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان لڑائی اجتہادی غلطی کی بنا پر تھی۔ جس میں علی المرتضیٰ حق پر تھے۔

۶۔ خلافت کی ترتیب صحابہ کرام کے اس ادراک پر ہوئی۔ جو انہیں نزول وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے احوال کو جان لینے کا ملکہ پیدا ہوا تھا۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام قابل احترام ہیں۔ ان کی باہم ناراضگیاں خطائے اجتہادی پر مبنی تھیں۔ جس میں ہر ایک اپنی اپنی صوابدید کے مطابق حق پر تھا۔ اس لیے ہمیں بھی اسی اعتقاد پر قائم رہنا چاہیئے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیئے۔

صحابہ کرام بالخصوص امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں مجدد الف ثانی کا عقیدہ

مکتوبات شریف:

بدانند کہ اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ہمہ بزرگ اند و ہمہ را بہ بزرگی یاد باید کرد خطیب از انس روایت کند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَ اخْتَارَ لِیْ اَصْحَابًا وَاخْتَارَ لِیْ مِنْھُمْ اَصْحَابًا وَّ اَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْھِمْ اٰذَاہُ اللّٰہُ و طبرانی از ابن عباس روایت کند کہ رسول فرمودہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

وابن عدی از عائشہ روایت کند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ رسول فرمودہ علیہ
وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اِنَّ شِرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَأُهُمْ
عَلٰی اَصْحَابِیْ و منازعات و محاربات کہ درمیان ایشان
واقع شدہ است برمحال نیک صرف باید کرد واز ہوا وتعصب دور باید
داشت زیراکہ آں مخالفات مبنی براجتہاد وتاویل بودہ نہ برہوا وہوس
چنانکہ جمہور اہل سنت برآں اند اما باید دانست کہ محاربان حضرت امیر
کرم اللہ وجہہ برخطا بودہ اند وحق بجانب حضرت امیر بودہ لیکن چوں ایں خطا
خطائے اجتہادی است ازملامت دور است واز مواخذہ مرفوع۔
چنانکہ شارح مواقف از آمدی نقل میکند کہ واقعات جمل وصفین از روئے
اجتہاد بودہ وشیخ ابوشکور سلمی درتمہید تصریح کردہ کہ اہل سنت وجماعت بر
آنند کہ معاویہ باجمع ازاصحاب کہ ہمراہ او بودند برخطا بودند وخطائے ایشاں
خطائے اجتہادی بود وشیخ ابن حجر درصواعق گفتہ کہ منازعت معاویہ با
امیر از روئے اجتہاد بودہ وایں قول را از معتقدات اہل سنت فرمودہ وآنچہ
شارح مواقف گفتہ کہ بسیارے ازاصحاب ما برآنند کہ آں منازعت از
روئے اجتہاد نبودہ مراد از اصحاب کدام گروہ را داشتہ باشد اہل سنت برخلاف
آں حاکم اند چنانکہ گذشت وکتب القوم مشحونۃ بالخطاء الاجتہادی کما صرح
بہ الامام الغزالی والقاضی ابوبکر وغیرہما پس تفسیق وتضلیل درحق محاربان
حضرت امیر جائز نباشد قال القاضی فی الشفاء قال
مالک رضی اللہ عنہ مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم
اَبَابَکْرٍ اَوْ عُمَرَ اَوْ عُثْمَانَ اَوْ مُعَاوِیَۃَ وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہم فَاِنْ
قَالَ کَانُوْا عَلٰی ضَلَالٍ وَّ کُفْرٍ قُتِلَ وَاِنْ شَتَمَ بِغَیْرِ ھٰذَا مِنْ

مُشَاتَمَۃِ النَّاسِ نُکِّلَ نَکَالًا شَدِیْدًا فَلَا یَکُوْنُ
مُحَارِبُوْا عَلِیٍّ کَفَرَۃً کَمَا زَعَمَتِ الْغُلَاۃُ
مِنَ الرَّفَضَۃِ وَلَا فَسَقَۃً کَمَا زَعَمَ الْبَعْضُ وَنَسَبَہٗ
شَارِحُ الْمَوَاقِفِ اِلٰی کَثِیْرٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ کَیْفَ وَقَدْ
کَانَتِ الصِّدِّیْقَۃُ وَالطَّلْحَۃُ وَزُبَیْرُ وَکَثِیْرٌ
مِنَ الْاَصْحَابِ الْکِرَامِ مِنْھُمْ وَقَدْ قُتِلَ طلحۃ وزبیر
فِیْ قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوْجِ مُعَاوِیَۃَ مَعَ ثَلٰثَۃَ
عَشَرَ اَلْفًا مِنَ الْقَتْلٰی وَتَضْلِیْلُھُمْ وَتَفْسِیْقُھُمْ
مِمَّا لَا یَجْتَرِءُ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ فِیْ
قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَفِیْ بَاطِنِہٖ خُبْثٌ وآنچہ در عبارات بعض از
فقہاء لفظ جور درحق معاویہ واقع شدہ است وگفتہ کان معاویۃ اماما جائرا
مراد از جور عدم حقیۃ خلافتِ حقیقت او در زمانِ خلافت حضرت امیر خواہد
بود نہ جور یکہ مآلش فسق وضلالت است تا با اقوال اہل سنت موافق
باشد مع ذالک ارباب استقامت از اتیانِ الفاظ موہمہ خلاف مقصود
اجتناب می نمایند وزیادہ برخطا تجویز نمی کنند کَیْفَ یَکُوْنُ جَائِرًا
وَقَدْ صَحَّ اَنَّہٗ کَانَ اِمَامًا عَادِلًا فِیْ حُقُوْقِ اللہِ سُبْحَانَہٗ
وَفِیْ حُقُوْقِ الْمُسْلِمِیْنَ کَمَا فِی الصَّوَاعِقِ وحضرت
مولانا عبدالرحمٰن جامی کہ خطا منکر گفتہ است نیز زیادہ کردہ است برخطا
ہرچہ زیادت کند خطا است وآنچہ بعد از آں گفتہ است کہ اگر او مستحق
لعنت است الخ نیز نامناسب گفتہ است چہ جائے تردید است
وچہ محل اشتباہ اگر ایں سخن درباب یزید میگفت گنجائش داشت

اما در مادۂ حضرت معاویہ گفتن شناعت دارد و در احادیث نبوی باسناد ثقات آمدہ که حضرت حق پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در حق معاویہ دعا کردہ اند و فرمودہ اند اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ و جائے دیگر در دعا فرمودہ اند اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا و دعائے آنحضرت مقبول للظاہر آنچه از مولانا بر سبیل سہو و نسیان سر بر زدہ باشد و ایضاً مولانا در ہماں ابیات تصریح باسم نکردہ گفتہ است آں اصحابی دیگر ایں عبارت نیز از ناخوشی خبر میدہد رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا و آنچه از امام شعبی در ذم معاویہ نقل کردہ اند و نکوہش او را از فسق ہم بالا کشیدہ اند بہ ثبوت نہ پیوستہ است امام اعظم کہ از تلامیذ اوست بر تقدیر صدق آں او احق بود بایں نقل و امام مالک کہ از تابعین است و معاصر او و اعلم علماء مدینہ شاتم معاویہ و عمرو بن العاص را بقتل حکم کردہ است چنانچہ بالا گزشت اگر او مستحق شتم می بود چرا حکم بقتل شاتم او میکرد پس معلوم شد کہ شتم او را کبائر دانستہ حکم بقتل شاتم او کردہ و ایضاً ....

در رنگ شتم ابی بکر و عمر و عثمان ساختہ است چنانکہ بالا گزشت پس معاویہ مستحق ذم و نکوہش نباشد اے برادر معاویہ تنہا دریں معاملہ نیست بلکہ نصفے از اصحاب کرام کم و بیش دریں معاملہ باوے شریک اند پس محاربان امیر اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شطر دین می خیزد کہ از راہ تبلیغ ایشاں بما رسیدہ است و تجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے کہ مقصودش ابطال دین است اے برادر منشاء اثارہ ایں فتنہ قتل حضرت عثمان است رضی اللہ تعالیٰ عنہ و طلب قصاص نمودن از قتلہ او طلحہ و زبیر کہ اول از مدینہ برآمدند بواسطہ تاخیر قصاص برآمدند و حضرت صدیقہ نیز بایشاں دریں امر موافقت نمودہ و جنگ جمل کہ در

آنجا سیزدہ ہزار آدم بقتل رسیدند و طلحہ و زبیر کہ از عشرہ مبشرہ اند نیز بقتل رسیدند بواسطہ تاخیر قصاص حضرت عثمان بودہ بعد از آں معاویہ از شام بیروں آمدہ بایشاں شریک شدہ جنگ صفین نمود و امام غزالی تصریح کردہ کہ آں منازعت بر امر خلافت نہ بودہ بلکہ در استیفائے قصاص در بدء خلافت حضرت امیر بودہ و شیخ ابن حجر نیز ایں معنی را از معتقدات اہل سنت گفتہ است و شیخ ابو شکور سلمی کہ از اکابر علماء حنفیہ است گفتہ است کہ منازعت معاویہ با امیر در امر خلافت بودہ کہ پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات معاویہ را فرمودہ بودند اذا ملکت الناس فارفق بہم از آنجا معاویہ را طمع در خلافت پیدا شدہ بود اما او مخطی بود دریں اجتہاد و امیر محق زیرا کہ وقت خلافت او بعد از زمان خلافت حضرت امیر بودہ و توفیق در میان ایں دو قول آنست کہ منشاء منازعت تواند بود کہ تاخیر قصاص باشد بعد از آں طمع خلافت نیز پیدا کردہ باشد بہر تقدیر اجتہاد در محل خود واقع شدہ است اگر مخطی است یک درجہ است و محق را دو درجہ است بلکہ دہ درجہ اے برادر طریق اسلم دریں موطن سکوت از ذکر مشاجرات اصحاب پیغمبر است علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات و اعراض از تذکرہ منازعات ایشاں پیغمبر فرمودہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایاکم وما شجر بین اصحابی و نیز فرمودہ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اذا ذکر اصحابی فامسکوا و نیز فرمودہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَللّٰهَ اَللّٰهَ فی اصحابی اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْا غَرَضًا یعنی بترسید از خدائے عزوجل در حق اصحاب من بترسید از خدا جل و علی در حق ایشاں ایشاں را نشانہ تیر خود نسازید قال الشافعی وهو منقول عن عمر بن عبد العزيز ايضا تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا ازیں عبارت مفہوم میشود کہ خطاء ایشاں

رااہم برزبان نباید آورد و غیر از ذکر خیر ایشاں نباید کرد۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۵۱ ص ۵۷ تا ۶۰)

ترجمہ:

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ محترم اور بزرگ ہیں۔ اور انہیں احترام و عقیدت کے ساتھ ہی یاد بھی کرنا چاہیئے۔ خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرما کر میرے لیے میرے صحابہ منتخب فرمائے۔ اور ان میں سے میرے لیے سسرال اور انصار کو منتخب فرمایا۔ لہٰذا جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت کی۔ اس کی اللہ حفاظت کرے۔ اور جس نے ان کے ذریعہ مجھے تکلیف پہنچائی۔ اسے اللہ اذیت پہنچائے۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی۔ اس پر اللہ کی تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار۔ ابن عدی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری امت کے شریر ترین وہ لوگ ہیں۔ جو میرے صحابہ پر الزام تراشی کی جرأت کرتے ہیں۔ وہ جھگڑے اور لڑائیاں جو صحابہ کرام کے درمیان ہوئیں۔ ان کا دار و مدار اجتہاد اور تاویل پر تھا یہ نہیں کہ ان کی بنیاد خواہشات نفس اور حرص و لالچ پر تھی۔ یہی مذہب جمہور اہل سنت کا ہے۔ بہر حال یہ بھی جاننا چاہیئے کہ وہ جنگ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (یعنی جنگ صفین) لڑی گئی۔ اس میں شریک مخالفین غلطی پر تھے۔ اور حق حضرت علی المرتضیٰ

کی جانب تھا۔ لیکن ان کی یہ خطاء اجتہادی خطاء تھی۔ جس پر ملامت کرنا درست نہیں۔ اور جس پر مواخذہ کا حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ شارح مواقف نے علامہ آمدی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جمل اور صفین کے واقعات اجتہاد کے طور پر رونما ہوئے ہیں۔ شیخ ابو شکور سلمی نے تمہید میں بالتصریح بیان کیا ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت کا ان جنگوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت خطاء پر تھے اور ان کی خطاء خطائے اجتہادی تھی۔ شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جھگڑا امیر معاویہ کے ساتھ اجتہاد کی بناء پر ہوا ہے۔ ابن حجر نے اس بات کو اہل سنت کے معتقدات میں سے کہا ہے۔ اور وہ جو کہ شارح مواقف نے کہا ہے۔ کہ ہمارے (اہل سنت) بہت سے حضرات کا یہ نظریہ ہے۔ کہ یہ جھگڑا اجتہادی اختلاف کی بنا پر نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ وہ حضرات جو بھی ہوں۔ اہل سنت نے ان کے خلاف قول کیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور دنیائے سُنیت کی عظیم شخصیات کی کتابیں اس امر سے بھری پڑی ہیں۔ کہ یہ خطاء خطائے اجتہادی تھی۔ جیسا کہ امام غزالی، قاضی ابو بکر وغیرہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو فاسق و گمراہ کہنا ہرگز درست نہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی۔ قاضی عیاض نے الشفاء میں کہا ہے۔ کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو گالی دی۔ چاہیے وہ ابو بکر ہوں یا عمر و عثمان اور چاہے امیر معاویہ یا عمرو بن العاص

رضی اللہ عنہم پس اگر گالی ان الفاظ سے دی۔ کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے۔ تو اُسے قتل کر دینا چاہیئے۔ اور اگر اس سے ہٹ کر کوئی اور بکواس کرتا ہے۔ جو عوام ایک دوسرے کو کرتے رہتے ہیں۔ تو اسے سخت ترین سزا دی جانی چاہیئے۔ لہٰذا حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے کفر و اسلام کی جنگ نہیں کر رہے تھے۔ جیسا کہ رافضیوں کا زعم ہے۔ اور نہ ہی فسق و غیر فسق کی جنگ تھی جیسا کہ کچھ اور لوگوں کا زعم ہے۔ اور شارح مواقف کا مذکورہ قول حضرت علی المرتضٰے کے خلاف لڑنے والوں کی کثرت کی طرف کیسے منسوب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے۔ کہ ان میں سے عائشہ صدیقہ، طلحہ، زبیر اور بہت سے دوسرے حضرات بھی ہیں۔ حضرت طلحہ اور زبیر جنگ جمل میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت امیر معاویہ کے خروج سے پہلے ہو چکی تھی۔ تیرہ ہزار اور بھی ان کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ ان سب کو گمراہ اور فاسق کہنا ایسا قول ہے جس کی کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ کسی کے دل میں روگ ہو اور اس کا باطن خباثت سے بھرپور ہو۔ اور وہ بات جو کہ بعض فقہاء کرام کے قول میں آئی ہے یعنی یہ کہ انہوں نے امیر معاویہ کو اِمَامًا جَائِرًا کہا۔ (اور جائر کا معنی ظالم ہے۔ اور ظالم فاسق ہی ہوتا ہے) اس جور سے ان حضرات کی مراد یہ ہے۔ کہ حضرات علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں امیر معاویہ کی خلافت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ لیکن اس جور سے فسق و گمراہی ہرگز مراد نہیں۔ اسی تاویل اور معنی سے ان فقہاء کا قول اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ

یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ صاحبانِ استقامت کسی کے متعلق ایسے الفاظ کہنا جو مقصود کے خلاف وہم پیدا کرتے ہوں۔ اجتناب کرتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ غلطی کہنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ جائر،، اپنے اصلی اور ظاہری معنی کے اعتبار سے امیر معاویہ کے بارے میں کہنے کی وہ کس طرح ہمت کر سکتے ہیں۔ ادھر یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کے بارے میں امام عادل تھے جیسا کہ صواعق محرقہ میں مذکور ہے۔ علامہ عبدالرحمٰن جامی نے جو امیر معاویہ کے بارے میں خطاء کو خطاء منکر کہا ہے۔ انہوں نے بھی زیادتی کی ہے۔ اور پھر اس کے بعد جو انہوں نے وہ اگر او مستحق لعنت است،، کہا ہے۔ یہ بھی نامناسب قول کیا ہے۔ کیونکہ یہ تردید کا مقام ہے۔ اور اشتباہ کی اس میں گنجائش ہے۔ ہاں اگر یہی قول وہ یزید کے بارے میں کہتے تو پھر اس کی گنجائش تھی۔ لیکن حضرت معاویہ کے بارے میں ایسا کرنا بُرا لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جو ثقہ سند کے ساتھ مروی ہیں۔ مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی اللہ سے دُعا مانگی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول و منظور ہے۔ ان تمام باتوں کو اگر سامنے رکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بھول چوک کے طور پر نکل گیا ہوگا۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ مولانا نے ان اشعار میں کسی صحابی کا نام لے کر یہ الفاظ نہیں کہا اس لیے ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے مراد امیر معاویہ کے سوا کوئی دوسرا صحابی ہو۔ لیکن پھر بھی اس میں ناخوشی کی بُو آتی ہے۔ اس لیے ہم یہی دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا

اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے نسیان ہوا یا خطاء سرزد ہوئی ہمارا مواخذہ نہ فرمانا۔ اور امام شعبی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جو باتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور ان کے برا بھلا ذکر کرنے کو لوگوں نے فسق سے بھی بڑھ کر شمار کیا ہے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ امام شعبی سے ایسی باتوں کا ثبوت نہیں ہو سکا۔ سیدنا امام اعظم جو ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اگر ان باتوں کو درست مان لیا جائے۔ تو پھر یہ اس کا زیادہ حق رکھتے تھے۔ کہ ان کا تذکرہ فرماتے۔ خود امام مالک جو تابعین میں سے ہیں۔ اور ان کے ہم عصر ہونے کے علاوہ مدینہ منورہ کے علماء میں سے بہت بڑے عالم ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کو گالی دینے والے کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اگر امیر معاویہ واقعی گالی کے مستحق ہوتے تو پھر ان کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیا جاتا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ انہیں گالی دینا ان کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اسی لیے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ کو گالی دینا ایسا ہی ہے جیسا کوئی ابوبکر، عمر و عثمان کو گالی دینا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مذمت اور برا بھلا کہے جانے کے مستحق نہیں۔

اے بھائی! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اکیلے کا یہ معاملہ نہیں بلکہ آدھے کے قریب صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ لہٰذا اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو فاسق یا کافر کہا جائے تو پھر دین کے ایک معتد بہ حصہ کا اعتماد اٹھ جائے گا۔

کیونکہ وہ ان حضرات کی تبلیغی کوششوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور اس بات کو جائز کہنے والا زندیق ہی ہو سکتا ہے۔ کہ جس کا مقصود دین کو باطل قرار دینا ہو۔

اے بھائی! اس فتنہ کے بپا ہونے کی وجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔ اور ان کے قاتلوں کے قصاص کا مطالبہ ہے۔ حضرت طلحہ اور زبیر جو کہ مدینہ منورہ سے پہلے باہر نکلے۔ ان کے نکلنے کی وجہ بھی قصاص میں تاخیر تھی۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ نے بھی ان کی اس بات میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل کہ جس میں تیرہ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اور طلحہ و زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں تھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کی وجہ بھی قصاص لینے میں تاخیر تھی۔ اس کے بعد امیر معاویہ شام کی طرف سے آئے اور ان لوگوں کے ساتھ مل گئے۔ جو قصاصِ عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جس کے نتیجہ میں جنگ صفین ہوئی۔ امام غزالی نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ جھگڑا خلافت پر نہ تھا۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت عثمان کے قصاص لینے پر ہوا تھا۔ علامہ ابن حجر نے اسی مفہوم و معنی کو اہل سنت کے معتقدات میں سے شمار کیا ہے۔ اور شیخ ابو شکور سلمی جو کہ حنفی علماء کے اکابرین میں سے ہیں نے کہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا خلافت کے بارے میں تھا۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی تھی۔ اِذَا مَلَکْتَ النَّاسَ فَارْفُقْ۔ جب تجھے لوگوں پر حکومت کرنے کا وقت ملے۔ تو ان سے نرمی برتنا۔ اس ارشاد کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع ہوا۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کے دور خلافت

میں اس طمع کو بروئے کار لانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا امیر معاویہ کی خطاء اجتہادی تھی۔ اور علی المرتضےٰ حق پر تھے۔ اس لیے (ان امیر معاویہ) کی خلافت کا وقت علی المرتضےٰ کی خلافت کے بعد تھا۔ (ابو شکور سلمی کے ان) دو اقوال میں توفیق و تطبیق یوں ہے۔ کہ جھگڑے کا اصل سبب یہ ہو کہ قصاص میں تاخیر کیوں کی جا رہی ہے۔ پھر جھگڑا اٹھ کھڑا ہونے کے بعد امیر معاویہ کے دل میں خلافت کا طمع بھی آ گیا ہو۔ بہر حال مقام اجتہاد میں اجتہاد ہوا۔ اگر اس میں خطاء والے کو ایک درجہ ملتا ہے۔ اور حق والے کو دو بلکہ دس درجے ملتے ہیں۔

اے بھائی! ایسے موضوع اور مقام میں محفوظ ترین طریقہ یہی ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے باہم اختلافات و جھگڑوں کے بارے میں چپ سادھ لی جائے۔ اور ان کے تنازعات کے ذکر کرنے سے کنارہ کشی کر لی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "وہ اِیَّاکُمْ وَ مَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ"۔ خبردار۔ صحابہ کرام کے باہم جھگڑوں میں پڑنے سے بچو۔ (یعنی اُن میں کسی کو سچا کسی کو جھوٹا کہنے کی جرأت نہ کرنا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔ جب میرے صحابہ کا معاملہ آئے۔ تو خاموشی اختیار کرو۔ نیز آپ ہی کا ارشاد ہے۔ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پھر تنبیہ کرتا ہوں۔ کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ انہیں تم اپنے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی نے کہا۔ اور یہ قول عمر بن عبد العزیزؒ سے بھی منقول ہے۔ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا

اَلْسِنَتَنَا۔ اس خون سے (جو جنگ جمل و صفین میں بہا) اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو اس سے پاک رکھا۔ لہٰذا ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھنا چاہیے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات کی خطاء کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ اور ان کا تذکرہ بجز خیر ہرگز نہ کرنا چاہیے

مکتوبات شریف:

و محاربات و منازعات کہ درمیان اصحاب کرام علیہم الرضوان واقع شدہ اند مثل محاربۂ جمل و محاربۂ صفین بر محامل نیک صرف باید نمود و از ہوا و تعصب دور باید داشت چہ نفوس ایں بزرگواران در صحبت خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات از ہوا و تعصب مزکی شدہ بودند و از حرص و کینہ پاک گشتہ اگر مصالحت دارند برائے حق دارند و اگر منازعت و مشاجرت است برائے حق است ہر گروہے بمقتضائے اجتہاد خود عمل نمودہ اند و مخالف را بے شائبہ ہوا و تعصب از خود دفع کردہ اند ہر کہ در اجتہاد خود مصیب است دو درجہ و بقولے دہ درجہ از ثواب دارد و آنکہ مخطی است یک درجہ ثواب اور انقد وقت است پس مخطی در رنگ مصیب از ملامت دور است بلکہ امید درجہ از درجات ثواب دارد علماء فرمودہ اند کہ در آں محاربات حق بجانب حضرت امیر بودہ است کرم اللہ وجہہ و اجتہاد مخالفاں از صواب دور بودہ مع ذالک مورد طعن نیستند و گنجائش ملامت ندارند چہ جائے آنکہ نسبت کفر یا فسق کردہ شود حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمودہ است۔ برادران ما برادران ما بر ما باغی گشتند ایشاں نہ کافر اند نہ فاسق زیرا کہ ایشاں را تاویل است کہ منع کفر و فسق کردہ شود۔

حضرت پیغمبر فرمودہ است علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ایاکم و ما شجر بین اصحابی۔ پس جمیع اصحاب پیغمبر را علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات بزرگ باید داشت و ہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد و در حق ہیچ یکے ازیں بزرگواراں بد نباید بود و گمان بد نباید کرد۔ و منازعت ایشاں را بہ از مصالحت دیگراں باید داشت طریق فلاح و نجات ایں است چہ دوستی اصحاب کرام بواسطہ دوستی پیغمبر است علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و بغض ایشاں منجر بہ بغض پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ بزرگے فرماید ما آمن برسول اللہ من لم یوقر اصحابہ۔

(مکتوبات شریف حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب ۶۷ ص ۴۵۔ تُف اکیڈمی)

ترجمہ: جھگڑے اور لڑائیاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے درمیان ہوئے۔ جیسا کہ جنگ جمل اور جنگ صفین۔ ان کو اچھائی اور نیکی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور خواہشات و تعصبات سے انہیں دور رکھنا چاہیئے کیونکہ ان حضرات کے دل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے خواہشات و تعصبات سے پاک ہو چکے تھے۔ لالچ اور کینہ سے بھی پاک ہو چکے تھے۔ ان کی اگر مصالحت تھی تو وہ بھی حق کی خاطر اور اگر جھگڑا و اختلاف تھا تو وہ بھی حق ہی خاطر تھا۔ ان میں سے ہر گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا۔ اور اپنے مخالف کا ہوا و تعصب کے شائبہ کے بغیر دفاع کیا۔ جو اپنے اجتہاد میں صواب پر تھا۔ اسے دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب حاصل ہوا۔ اور وہ جو

کہ خطاء پر تھا ایک درجہ ثواب اس کو بہر حال حاصل ہوا۔ لہٰذا خطاء اجتہادی والا اس آزمائش کے دور کی وجہ سے ملامت سے بہت دور ہے بلکہ وہ تو ثواب کے درجات میں سے ایک درجہ ثواب کا امیدوار ہے۔

علماء کرام فرماتے ہیں۔ کہ ان جنگوں میں حق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب تھا۔ اور ان کے مخالفین کا اجتہاد صواب سے دور تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ طعن و تشنیع کے حق دار نہیں ہیں! اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ ان حضرات کو فاسق و کافر کہا جائے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ہمارے ہی بھائیوں نے ہمارے خلاف سر اٹھایا وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے۔ جو ان پر کفر و فسق کے لاگو ہونے کو منع کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم اپنے آپ کو ان اختلافات سے دور رکھو۔ جو میرے صحابہ کرام کے درمیان ہوئے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو بزرگ و محترم سمجھنا چاہیئے۔ اور تمام کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیئے۔ ان میں سے کسی ایک کے متعلق نہ برا ہونا چاہیئے اور نہ بدگمانی کرنی چاہیئے۔ اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کے مصالحت سے بہتر جاننا چاہیئے۔ یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے اس لیے کہ صحابہ کرام سے دوستی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی کی وجہ سے ہے۔ اور ان سے بغض دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض کرنا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا احترام و اکرام نہ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان ہی نہیں لایا۔

مکتوبات شریف:

وآنچہ درمیان صحابہ از منازعات ومشاجرات گذشتہ بر محامل نیک
صرف باید کرد واز ہوا وتعصب دور باید داشت قال التفتازانی مع افراطہ
فی حب علی کرم اللہ وجہہ وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ
وَالْمُحَارَبَاتِ لَمْ یَکُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِیْ خِلَافَۃٍ
بَلْ عَنْ خَطَاءٍ فِی الْاِجْتِہَادِ فی حاشیۃ الخیالی
عَلَیْہِ فَاِنَّ مُعَاوِیَۃَ وَاَحْزَابَہٗ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِہٖ
مَعَ اِعْتِرَافِہِمْ بِاَنَّہٗ اَفْضَلُ اَہْلِ زَمَانِہٖ وَاَنَّہٗ
الْاَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ مِنْہُ بِشُبْہَۃٍ ھِیَ تَرْکُ الْقِصَاصِ
عَنْ قَتَلَۃِ عُثْمَانَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَنَقَلَ فِیْ
حاشیہ قرہ کمال عَنْ عَلِیٍّ کرم اللہ وجہہ
اَنَّہٗ قَالَ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا وَلَیْسُوْا کَفَرَۃً وَّلَا
فَسَقَۃً لِمَا لَہُمْ مِنَ التَّاوِیْلِ وشک نیست کہ خطائے
اجتہادی از ملامت دور است واز طعن وتشنیع مرفوع۔ مراعات
حقوق صحبت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات.... ایشاں را
دوست باید داشت قال علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام
مَنْ اَحَبَّہُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّہُمْ وَمَنْ اَبْغَضَہُمْ فَبِبُغْضِیْ
اَبْغَضَہُمْ یعنی محبتی کہ باصحاب من تعلق کردہ ہماں محبت است کہ بمن
متعلق شدہ است وہم چنیں بغضے کہ بایشاں را تعلق گیرد ہماں بغض
است کہ بمن تعلق گرفت است۔ ما را بمحاربان حضرت امیر ہیچ آشنائی

نیست بلکہ جائے آنست کہ از ایشاں دل آزار باشیم اما چوں اصحاب کرام پیغمبر اند
کہ بامحبت ایشاں ماموریم واز بغض وایذا ایشاں ممنوع ناچار ہمہ را دوست
میداریم بدوستی پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات واز بغض وایذاء
ایشاں گریزاں کہ آں بغض وایذا منجر باں سرور میشود لیکن محق را محق می گوئیم ومخطی را مخطی
حضرت امیر برحق بودند ومخالفان ایشاں برخطا زیادہ بر ایں
فضول است۔

(مکتوبات شریف دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۶۶
ص ۱۳۱ - ۱۳۲ رفف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:

حضرات صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات اور جھگڑے ہوئے ان کو
اچھائی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور خواہش وہوس سے دور رکھنا چاہیئے۔
علامہ تفتازانی نے جو حضرت علی المرتضٰے کی محبت میں بہت بڑھا ہوا ہے۔
کہا ہے۔ حضرت علی المرتضٰے اور امیر معاویہ کے درمیان جو جھگڑا ہوا۔
وہ خلافت کے بارے میں نہ تھا۔ بلکہ اجتہادی خطا کی وجہ سے تھا۔
خیالی میں اس کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ حضرت امیر معاویہ اور ان
کے ساتھیوں نے علی المرتضٰے کی فرمانبرداری سے انکار کیا۔ حالانکہ ان
سب کو اس بات کا اعتراف تھا۔ کہ اس دور میں حضرت علی المرتضٰے
سب سے افضل تھے۔ اور امامت کے سب سے زیادہ حق دار تھے
جھگڑے کی وجہ ایک شبہ تھی۔ اور وہ یہ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے
قصاص نہیں لیا جا رہا تھا۔ حاشیہ قرۃ الکمال میں حضرت علی المرتضٰے سے
یہ روایت ذکر کی گئی۔ آپ نے فرمایا ہمارے بھائیوں نے ہمارے

خلاف سر اٹھایا ہے۔ وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ ہی فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس لڑائی کی تاویل ہے۔ اور خطائے اجتہادی بلاشک ملامت سے دور ہے۔ اور اس پر طعن و تشنیع نہیں کیا جا سکتا۔ ان حضرات کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی بہر حال رعایت کرنی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ وہ محبت کہ جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی محبت ہے جو میرے متعلق ہے۔ اور اسی طرح وہ بغض کہ جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی بغض ہے۔ جو میرے متعلق ہے۔ ہمیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کوئی آشنائی نہیں۔ بلکہ یہ وہ مقام ہے۔ کہ ہم یہاں دکھی ہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ کہ جن کی محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور ان سے بغض رکھنے اور انہیں تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے اس بنا پر مجبوراً ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی وجہ سے ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور ان سے بغض رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ یہ بغض و ایذا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن حق والے کو حق والا اور خطا والے کو خطا والا کہیں گے حضرت علی المرتضیٰ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر۔ اس سے زیادہ کہنا اور اعتقاد رکھنا فضول ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ بزرگ و محترم ہیں۔ ان کی بزرگی اور احترام ملحوظ خاطر رہنا چاہیے۔

۲۔ آپ کے کسی صحابی یا سسرال کے رشتہ دار کو ایذا دینے والا موذی ہے

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرتا ہے

۴۔ صحابہ کرام کے بارے میں بکواس کرنے والے امت کے شریر ترین لوگ ہیں۔

۵۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ امیر معاویہ صحابی رسول ہیں ان کے ساتھ تعصب نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو گمراہ یا فاسق و فاجر کہنا جائز نہیں۔

۷۔ امام مالک کے بقول جنگ صفین و جمل کے شرکا میں سے کسی کو فاسق فاجر کہنے والا اخبث باطنی یا دلی بیماری کا شکار ہے۔

۸۔ امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کو گالی دینے والا امام مالک وغیرہ کے نزدیک واجب القتل ہے۔

۹۔ امیر معاویہ کے ساتھیوں کو اگر فاسق و فاجر کہا جائے۔ تو دین کا ایک خاطر خواہ حصہ ناکارہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ جناب معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اگر کوئی برا کہتا ہے۔ تو وہ یقیناً زندیق

ہے یا دین کا بدخواہ۔

۱۱۔ اہل سنت کے ہاں امیر معاویہ اور علی المرتضےٰ کے مابین جنگ، امر خلافت پر نہیں بلکہ خطائے اجتہادی کی بنا پر ہوئی تھی۔

۱۲۔ صحابہ کرام کے اختلافات و تنازعات میں بہترین طریقہ خاموشی ہے۔

۱۳۔ حضرت علی المرتضےٰ نے اپنے مخالفین کو فاسق و فاجر نہیں کہا۔ بلکہ ان کی لڑائی کی معقول تاویل کی۔

۱۴۔ دونوں جنگوں کے شرکاء حسد و تعصب سے بالاتر تھے۔ لہٰذا وہ ملامت کے مستحق نہیں۔

۱۵۔ اگرچہ علی المرتضےٰ حق پر تھے۔ لیکن ان کے مدمقابل سیدہ عائشہ، امیر معاویہ، طلحہ زبیر وغیرہ پر کفر و فسق کا فتوای ہرگز درست نہیں۔

٭

علامہ عبدالوہابؒ شعرانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

الیواقیت والجواہر۔

اَلْمَبْحَثُ الرَّابِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ فِیْ بَیَانِ وُجُوْبِ الْکَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَةِ وَوُجُوْبِ اعْتِقَادِ اَنَّھُمْ مَاجُوْرُوْن) وَذَالِکَ لِاَنَّھُمْ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ بِاِتِّفَاقِ اَھْلِ السُّنَّةِ سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ وَمَنْ لَمْ یُلَابِسْھَا کَفِتْنَةِ عُثْمَانَ وَمُعَاوِیَةَ وَوَقْعَةِ الْجَمَلِ وَکُلُّ ذَالِکَ وُجُوْبٌ بِالْاِحْسَانِ الظَّنِّ بِھِمْ وَحَمْلًا لَھُمْ فِیْ ذَالِکَ عَلَی الْاِجْتِھَادِ فَاِنَّ تِلْکَ اُمُوْرٌ مَبْنَاھَا عَلَیْهِ وَکُلُّ مُجْتَھِدٍ مُصِیْبٌ اَوِ الْمُصِیْبُ وَاحِدٌ وَالْمُخْطِیُٔ مَعْذُوْرٌ بَلْ مَاجُوْرٌ قَالَ ابْنُ الانباری وَلَیْسَ الْمُرَادُ بِعَدَالَتِھِمْ ثُبُوْتُ الْعِصْمَةِ لَھُمْ وَاسْتِحَالَةُ الْعِصْمَةِ مِنْھُمْ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ قُبُوْلُ رِوَایَتِھِمْ لَنَا اَحْکَامَ دِیْنِنَا مِنْ غَیْرِ تَکَلُّفٍ بِبَحْثٍ عَنْ اَسْبَابِ الْعَدَالَةِ وَطَلَبِ التَّزْکِیَةِ وَلَمْ یَثْبُتْ لَنَا اِلٰی وَقْتِنَا ھٰذَا شَیْءٌ یَقْدَحُ فِیْ عَدَالَتِھِمْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فَنَحْنُ عَلٰی اِسْتِصْحَابِ مَا کَانُوْا عَلَیْهِ فِیْ زَمَنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی یَثْبُتَ

خِلَافَةٌ وَلَا اِلْتِفَاتَ اِلٰى مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ اَهْلِ السِّيَرِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصِحُّ وَاِنْ صَحَّ فَلَهُ تَاوِيْلٌ صَحِيْحٌ وَمَا اَحْسَنَ قَوْلُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رضی اللہ عنہ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهَا سُيُوْفَنَا فَلَا نَخْضِبُ بِهَا اَلْسِنَتَنَا وَكَيْفَ يَجُوْزُ الطَّعْنُ فِىْ حَمَلَةِ دِيْنِنَا وَفِيْمَنْ لَمْ يَاْتِنَا خَبَرٌ عَنْ نَبِيِّنَا اِلَّا بِوَاسِطَتِهِمْ فَمَنْ طَعَنَ فِى الصَّحَابَةِ فَقَدْ طَعَنَ فِىْ نَفْسِ دِيْنِهٖ فَيَجِبُ سَدُّ الْبَابِ جُمْلَةً وَاحِدَةً لَا سِيَّمَا الْخَوْضُ فِىْ اَمْرِ مُعَاوِيَةَ وعمرو بن العاص وَاَصْحَابِهِمَا وَلَا يَنْبَغِى الْاِغْتِرَارُ بِمَا نَقَلَهُ بَعْضُ الرَّوَافِضِ عَنْ اَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَرَاهِيَتِهِمْ فَاِنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ مَنْزَعُهَا دَقِيْقٌ وَلَا يَحْكُمُ فِيْهَا اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاِنَّهَا مَسْئَلَةُ نِزَاعٍ بَيْنَ اَوْلَادِهٖ وَاَصْحَابِهٖ قَالَ الْكمال بن ابی شریف وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِمَا شَجَرَ بَيْنَ عَلِيٍّ وَمعاوية المنازعة فِى الْاِمَارَةِ كَمَا تَوَهَّمَهُ بَعْضٌ وَاِنَّمَا الْمُنَازَعَةُ كَانَتْ بِسَبَبِ تَسْلِيْمِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ اِلٰى عَشِيْرَتِهٖ لِيَقْتَصُّوْا مِنْهُمْ لِاَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ كَانَ رَاٰى اَنَّ تَاْخِيْرَ تَسْلِيْمِهِمْ اَصْوَبُ اِذِ الْمُبَادَرَةُ

بِالْقَبْضِ عَلَيْهِمْ مَعَ كَثْرَةِ عَشَائِرِهِمْ وَاِخْتِلَاطِهِمْ بِالْعَسْكَرِ يُؤَدِّىْ اِلٰى اِضْطِرَابِ اَمْرِ الْاِمَامَةِ الْعَامَّةِ فَاِنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الْخُرُوْجِ عَلَى الْاِمَامِ عَلِيٍّ وَعَلٰى قَتْلِهٖ لَمَّا نَادٰى يَوْمَ الْجَمَلِ بِاَنْ يَخْرُجَ عَنْهُ قَتَلَةُ عُثْمَانَ وَرَاٰى مُعَاوِيَةُ اَنَّ الْمُبَادَرَةَ اِلٰى تَسْلِيْمِهِمْ لِلْاِقْتِصَاصِ مِنْهُمْ اَصْوَبُ فَكُلٌّ مِنْهُمْ مُجْتَهِدٌ مَاْجُوْرٌ فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ بِمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ - انتهى

(۱- الیواقیت والجواھر جلد دوم ص ۷۷)

(۲- شواھد الحق ص ۴۷۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:- (۴۴ ویں بحث اس بارے میں کہ صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے ان میں خاموشی لازم ہے۔ اور یہ اعتقاد واجب ہے کہ وہ اجر و ثواب کے مستحق تھے۔) یہ عقیدہ اس لیے ضروری ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ خواہ اُن میں سے کوئی فتنہ سے دوچار ہوا یا بچا رہا۔ جیسا کہ حضرت عثمان و معاویہ کا معاملہ اور جنگ جمل کا واقعہ یہ لازم اس لیے بھی ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھنا ضروری ہے۔ اور ان کے ایسے معاملات کو انکی اجتہادی رائے پر ماننا پڑے گا۔ کیونکہ ان امور کا دارومدار ہی اجتہاد پر تھا۔ اور ہر مجتہد اپنے طور پر صواب پر ہوتا ہے۔ یا صواب پر ایک ہی ہوتا ہے۔ اور خطاء والا معذور بلکہ اجر و ثواب کا حق دار ہوتا ہے۔ ابن انباری نے کہا۔ کہ صحابہ کرام کی عدالت کا ثبوت یہ نہیں چاہتا کہ ہم انہیں معصوم مانتے ہیں۔ یا ان کے لیے عصمت

کا ہونا محال ہے۔ اس کا دارومدار ان کی دینی معاملات میں روایات کے قبول ہونے پر ہے۔ کوئی شخص بھی ان کے بارے میں روایات کی قبولیت کے لیے یہ بحث نہیں کرتا کہ ان میں اسباب عدالت وتزکیہ موجود ہیں یا نہیں اور ہمیں آج تک ان میں کوئی ایک بات نظر نہیں آئی۔ جو ان کی عدالت کو داغدار کرتی ہو۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔ ہمارا عقیدہ ان حضرات کے بارے میں ویسا ہی ہے جیسے یہ لوگ دورِ رسالت میں تھے۔ یہ عقیدہ اس وقت تک رہے گا۔ جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہ ہو جائے۔ اور ان باتوں (اعتراضوں) کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے جو بعض تاریخ دانوں نے ان کے متعلق لکھیں۔ کیونکہ اول تو وہ صحیح ہی نہیں۔ اور اگر صحیح ہوں بھی تو ان کی کوئی صحیح تاویل ہو گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اس بارے میں قول کتنا خوبصورت ہے۔ فرماتے ہیں۔ اُن شہداء (جو جمل اور صفین میں شہید ہوئے) کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو بچائے رکھا۔ لہذا ہمیں اپنی زبانوں کو اس خون سے رنگین نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ہمارے دین کے حاملین پر طعن کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور ان حضرات پر الزام تراشی ہمیں کس طرح زیب دے سکتی ہے۔ کہ جن کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہم تک پہنچیں۔ اس لیے جس نے صحابہ پر طعن کیا گویا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ لہذا یہ دروازہ بالکل بند کر دینا چاہیئے۔ خاص حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص وغیرہ حضرات کے بارے میں۔ اور اس پر شیخی نہیں بگھارنی چاہیئے۔ جو بعض رافضیوں نے ان کے بارے میں اہلبیت کے حوالے سے (اپنی کتابوں میں) ذکر کیا۔ وہ یہ کہ یہ لوگ انہیں اچھا

نہیں سمجھتے تھے۔ اس قسم کے مسئلہ کا معاملہ بہت دقیق ہے۔ اور اس کا فیصلہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک نزاع ہے جو آپ کے صحابہ اور آپ کی اولاد کے درمیان ہے۔ کمال ابن ابی شریف نے کہا۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان جھگڑا امارت وخلافت کا جھگڑا نہ تھا۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ جھگڑے کی اصل وجہ یہ تھی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے خاندان کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ وہ ان سے قصاص لیں۔ اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کی رائے یہ تھی۔ کہ ان قاتلوں کو عثمان غنی کے ورثاء کے سپرد کرنے میں تاخیر بہتر ہے۔ کیونکہ اگر اس میں جلدی کی گئی۔ تو اس سے حالات خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کے خاندان بکثرت ہیں اور یہ لوگ فوج میں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے تو حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف خروج کی دھمکی بھی دے رکھی تھی۔ اور قتل تک کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ نے جنگ جمل کے وقت اعلان کیا۔ کہ عثمان کے قاتل مجھ سے دور ہو جائیں ادھر امیر معاویہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قصاص کے لیے قاتلانِ عثمان کو ان کے ورثاء کے سپرد کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ لہذا ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک مجتہد تھا۔ اور اسے اجتہاد کرنے پر اجر وثواب عطا ہو گا۔ صحابہ کرام کے مابین اختلافات کی تصویر یہی تھی۔

لمحہ فکریہ:

امام شعرانی کی شخصیت وہ ہے۔ جن کے بارے میں علامہ یوسف نبہانی نے کہا۔ الامام القطب الشعرانی۔ مقام قطبیت ایسا مقام ہے۔ جس کی بدولت اس مقام والے

کو اللہ تعالیٰ اولیاءِ کرام پر تسلط عطا فرماتا ہے۔ اس مقام و مرتبہ کے حامل علامہ شعرانی نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عادل ہیں۔ چاہے وہ جمل و صفین میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔

۲۔ صحابہ کرام کی طرف سے روایت ملنے پر قابلِ قبول ہے۔ ان کے لیے عدالت و تزکیہ کی جانچ پرکھ نہیں ہے۔

۳۔ تمام صحابہ آج بھی اسی طرح عادل ہیں جس طرح دورِ رسالت میں تھے۔

۴۔ ان کے تزکیہ و عدالت کے خلاف جو مواد ملتا ہے۔ وہ یا تو سرے سے صحیح نہیں یا پھر اس کی صحیح تاویل موجود ہوتی ہے۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ نے جمل و صفین کے شہداء سے ہماری تلواروں اور ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا۔ تو اب ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھنا چاہیے۔

۶۔ ان پر لعن طعن اور خاص کر امیر معاویہ اور عمرو بن العاص پر لعن طعن دراصل اپنے دین سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔

۷۔ ان کے اور اہل بیت کے اختلافات کا فیصلہ سرکارِ دو عالم کو ہی زیب دیتا ہے۔

۸۔ حضرت علی المرتضٰے اور امیر معاویہ کے مابین جھگڑا امارت و خلافت پر نہ تھا۔ بلکہ قصاص عثمان کی وجہ سے تھا۔

۹۔ علی المرتضٰے کی رائے میں قاتلانِ عثمان کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینے میں زبردست اضطراب کا خطرہ تھا۔

۱۰۔ امیر معاویہ کی رائے میں قاتلوں کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینا

زیادہ درست تھا۔

یہ تھے وہ امور جو قطبِ وقت اور اولیاء کرام کے سردار امام شعرانی نے ارشاد فرمائے اب قارئین کرام آپ فیصلہ کرنے کے مقام پر آن پہنچے ہیں۔ ایک طرف اہل سنت کے مقتدر علماء کرام اور دنیائے روحانیت کے عظیم سپوت اور دوسری طرف نام کے سنی اور مفاد پرست پیر۔ وہ یہ کہیں کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرو گے۔ تو اپنے دین کی خیر مناؤ۔ اور یہ یوں ڈھنڈورا پیٹتے پھریں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے زبردستی خلافت حاصل کی۔ لوگوں پر ظلم و ستم ڈھایا۔ بیت المال کو ذاتی جائیداد بھی اور دین کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال دیا۔ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ ان کا دین خود کدھر گیا۔ ان ناعاقبت اندیشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات بھی یاد نہ رہے۔ صحاح میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ جب حضرت عمرو بن العاص مشرف باسلام ہوئے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آج مکہ کا دل میرے ہاتھ آگیا۔ اور یہی عمرو بن العاص ہیں۔ کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بخشش کا وعدہ نہیں لیا۔ اس وقت تک بیعت نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بخشش کی ذمہ داری لیں۔ اور آج کا ملا، پیر اور دیو کا بندہ ان پر الزامات دھرے اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔

اے اللہ اسے کتاب و حساب سکھا دے۔ اپنے شہروں پر اسے حکومت عطا فرما۔ اور تیرے عذاب سے اسے محفوظ رکھ۔ لیکن دل کے بیماروں اور حسد کے ماروں کو یہ دعا ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیس سالہ دورِ خلافت کی کامیابی سے انہیں خوشی کی بجائے غم ہوا۔ اس میں اپنی قسمت پر روئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے محبوب انور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے ربانیین

کے علاوہ امت کے ممتاز اولیاء کرام بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے مداح ہیں
اگر مودودی، کوئی دیوبندی اور نام نہاد سنی اور مسند ولایت کو بدنام کرنے والا پیران
کی تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ نقص نکالتا ہے۔ تو اس سے وہ اپنی اصلیت ظاہر کر رہا ہے
چاند پر تھوکنے سے وہ تو گندا نہیں ہوگا۔ لیکن اپنا منہ اسی تھوک سے گندا ضرور ہوگا۔
آخر میں اللہ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہم سب کو اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور
اپنے نیک بندوں کی محبت پر قائم و دائم رکھے۔ اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والاخرین

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

غوث اعظم، محبوب سبحانی

سیّد عبد القادر جیلانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شواھد الحق قول عبد القادر جیلانی:

وَاَمَّا قِتَالُهٗ رضی اللہ عنه لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ
وَعَائِشَةَ وَمُعَاوِيه فَقَدْ نَصَّ الْاِمَامُ اَحْمَدُ
رحمه اللہ عَلَى الْاِمْسَاكِ عَنْ ذَالِكَ وَجَمِيْعِ
مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنْ مُنَازَعَةٍ وَمُنَافَرَةٍ وَ
خُصُوْمَةٍ لِاَنَّ اللہ تَعَالٰى يُزِيْلُ ذَالِكَ مِنْ بَيْنِهِمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ (وَنَزَعْنَا
مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ
مُتَقَابِلِيْنَ) وَلِاَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ تعالٰی عنه كَانَ
عَلَى الْحَقِّ فِىْ قِتَالِهِمْ لِاَنَّهٗ كَانَ يَعْتَقِدُ صِحَّةَ
اِمَامَتِهٖ عَلٰى مَا بَيَّنَّا مِنْ اِتِّفَاقِ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ
مِنَ الصَّحَابَةِ عَلٰى اِمَامَتِهٖ وَخِلَافَتِهٖ فَمَنْ
خَرَجَ عَنْ ذَالِكَ بَعْدُ وَنَاصَبَهٗ حَرْبًا كَانَ
بَاغِيًا خَارِجًا عَلَى الْاِمَامِ فَجَازَ قِتَالُهٗ وَمَنْ
قَاتَلَهٗ مِنْ مُعَاوِيَةَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ طَلَبُوْا

اٰثَارَ عُثْمَانَ خَلِیْفَۃَ الْحَقِّ الْمَقْتُوْلَ ظُلْمًا وَالَّذِیْنَ
قَتَلُوْہُ کَانُوْا فِیْ عَسْکَرِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ
فَکُلٌّ ذَھَبَ اِلٰی تَاْوِیْلٍ صَحِیْحٍ فَاَحْسَنُ اَحْوَالِنَا
الْاِمْسَاکُ فِیْ ذٰلِکَ وَرَدُّھُمْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ
(وَھُوَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ وَخَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ)
وَالْاِشْتِغَالُ بِعُیُوْبِ اَنْفُسِنَا وَتَطْھِیْرِ قُلُوْبِنَا
مِنْ اُمَّھَاتِ الذُّنُوْبِ وَظَوَاھِرِنَا مِنْ مُوْبِقَاتِ
الْاُمُوْرِ۔

وَاَمَّا خِلَافَۃُ معاویۃ بن ابی سفیان فَثَابِتَۃٌ
صَحِیْحَۃٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ
وَبَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ
بْنِ علی رضی اللہ عنہما نَفْسَہٗ عَنِ الْخِلَافَۃِ
وَتَسْلِیْمِھَا اِلٰی مُعَاوِیَۃَ لِرَاْیٍ رَاٰہُ الْحَسَنُ وَمَصْلَحَۃٍ
عَامَّۃٍ تَحَقَّقَتْ لَہٗ وَھِیَ حَقْنُ دِمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ
تَحْقِیْقُ قَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی
الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ یُصْلِحُ
اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
فَوَجَبَتْ اِمَامَتُہٗ بِعَقْدِ الْحَسَنِ لَہٗ فَسُمِّیَ عَامُہٗ
عَامَ الْجَمَاعَۃِ لِارْتِفَاعِ الْخِلَافِ بَیْنَ الْجَمِیْعِ وَ
اِتِّبَاعِ الْکُلِّ لِمُعَاوِیَۃَ رضی اللہ عنہ لِاَنَّہٗ لَمْ
یَکُنْ ھُنَاکَ مُنَازِعٌ ثَالِثٌ فِی الْخِلَافَۃِ وَخِلَافَتُہٗ

مَذْکُوْرَۃٌ فِیْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَھُوَ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم
اَنَّہٗ قَالَ۔ (تَدُوْرُ رَحَی الْاِسْلَامِ خَمْسٌ وَّ ثَلَاثِیْنَ
سَنَۃً اَوْ سِتًّا وَّ ثَلَاثِیْنَ اَوْ سَبْعًا وَّ ثَلَاثِیْنَ)
وَالْمُرَادُ بِالرَّحٰی فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ الْقُوَّۃُ فِی
الدِّیْنِ وَالْخَمْسُ السِّنِیْنَ الْفَاضِلَۃُ مِنَ الثَّلَاثِیْنَ
فَھِیَ مِنْ جُمْلَۃِ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ اِلٰی تَمَامِ تِسْعَ
عَشَرَ وَشُھُوْرٍ لِاَنَّ الثَّلَاثِیْنَ کَمُلَتْ بِعَلِیٍّ
رضی اللہ عنہ کَمَا بَیَّنَّا۔

(۱۔ غنیۃ الطالبین ص ــــ (۲) شواھد الحق ص ۴۷۰)

ترجمہ: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی جناب طلحہ، زبیر، عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کے بارے میں حضرت امام احمد کا قول یہ ہے۔ کہ اس بارے میں خاموشی بہتر ہے۔ بلکہ تمام اختلافات جھگڑے اور ناراضگیاں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں۔ ان سب کے بارے میں خاموشی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ رب العزت قیامت کو ان کے درمیان ہونے والی تمام ناراضگیوں کو دور فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وہ ہم ان کے سینوں میں جو اپنے بھائیوں کے متعلق کھوٹ ہے۔ وہ کھینچ لیں گے۔ اور وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر جلوہ فرما ہوں گے۔ اور اس لیے بھی کہ حضرت علی المرتضٰی ان لڑائیوں میں حق پر تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی امامت کے صحیح ہونے کا یقین تھا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس وقت کے موجود تمام صاحبان حل وعقد

صحابہ کرام نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر لیا تھا۔ لہٰذا جو شخص
اسے نہ مانتے ہوئے اِن کے خلاف خروج کرے وہ باغی متصور ہوگا۔ اور
امام پر خروج کی وجہ سے قتل ہوگا۔ حضرت معاویہ، طلحہ اور زبیر کا مطالبہ یہ تھا
کہ خلیفہ برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس کا
قصاص لیا جائے۔ اور ان کے قاتلین حضرت علی المرتضیٰ کی فوج میں تھے
لہٰذا ہر فریق اپنے ہاں صحیح تاویل رکھتا تھا۔ لہٰذا ہماری بہترین عقیدت یہی
ہے۔ کہ اس مقام پر خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ان کا معاملہ ربِّ الجلال
کے سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ وہی احکم الحاکمین اور خیر الفاصلین ہے۔ ہمیں
اپنے گناہوں کو دیکھنا چاہیے۔ اور بڑے بڑے گناہوں سے اپنے دلوں
کو پاک کرنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو بھی مہلک کاموں سے بچانا چاہیے
بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو حضرت علی المرتضیٰ کی وفات
کے بعد اور امام حسن کے کنارہ کش ہونے کے بعد ثابت اور صحیح ہے۔ اور
امام حسن نے اپنی رائے کو بروئے کار لاتے ہوئے خلافت امیر معاویہ کے
سپرد کر دی تھی۔ اور اسی میں مصلحت عامہ بھی تھی۔ وہ یہ کہ خونریزی سے
بچاؤ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امام حسن کے بارے میں ارشاد
فرمایا تھا۔ وہ حق ثابت ہو گیا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سردار بیٹے
کی بدولت مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ لہٰذا امام
حسن کی سبکدوشی اور ان کی بیعت کرنے پر امیر معاویہ کی خلافت لازم اور
واجب ہو گئی۔ اسی وجہ سے اس سال کو "عام الجمع" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ
اختلاف ختم ہو گیا تھا۔ اور تمام حضرات نے امیر معاویہ کی اتباع کر لی تھی۔
کیونکہ اس وقت تیسرا کوئی شخص امامت و خلافت میں جھگڑا کرنے والا

نہیں تھا۔ اور خلافت معاویہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں اس کا
تذکرہ ہے۔ آپ سے مروی ہے۔ کہ اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷
سال تک چلتی رہے گی۔ چکی سے مراد دینی قوت ہے۔ اور تیس سالوں کے
اوپر والے پانچ سال (یا چھ یا سات) یہ وہ سال ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کی خلافت کے ہیں۔ جو انیس سال اور کچھ مہینے تک رہی۔ اور تیس سال تو
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام پر مکمل ہو چکے تھے
جیسا کہ بیان کر دیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

سطور بالا میں علم و معرفت کی اس مایۂ ناز ہستی کے نظریات مذکور ہوئے۔ جن کے
متعلق مجدد الف ثانی یہاں تک فرما چکے ہیں کہ قیامت تک کی ولایت اللہ تعالیٰ نے
غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی ہے۔ خواجہ اجمیری ایسے بزرگ اُن کی قدم بوسی
کو اپنے لیے اعزاز سمجھیں۔ اور وقت کے جید علماء اور فضلاء حضور غوث پاک کی تقاریر
سے مستفیض و مستفید ہوں۔ وہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور خاموشی کو سلامتی سمجھیں۔
اور اس دور کے نام نہاد پیر اور مولوی جو غوث اعظم کو غوث اعظم بھی کہتے ہیں۔ وہ
جناب معاویہ کی ذات پر کیچڑ اچھالیں۔ کیا نام نہاد پیروں اور ملنگوں کی بصیرت اور
روحانیت زیادہ ہے یا حضور غوث پاک کی؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ہم حضور
غوث پاک کی نسبت کو دیکھتے ہیں۔ تو حسینی اور حسنی سید ہونے کی وجہ سے حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا خونی رشتہ ہے۔ اس رشتہ اور نسبت کے ہوتے
ہوئے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی بات قابل اعتراض ہوتی۔ تو غوث پاک
کبھی بھی اس سے اعراض نہ کرتے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بقول اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ (مومن کی فراست سے خبردار رہو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سرکار غوث پاک کی فراست ان تمام باتوں پر محیط ہے۔ جو حضرت علی المرتضےٰ اور امیر معاویہ کے مابین جنگ کی وجوہات تھیں۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی واضح عبارت پیش فرما کر اپنے نظریہ کا اظہار فرمایا۔ اور پھر قرآن کریم سے آیت کریمہ سے استنباط فرماتے ہوئے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے کی ہدایت کی۔ اور انہیں جنتی قرار دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۳۵، ۳۶، ۳۷ سالہ دور خلافت والی روایت سے حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو "صحیح" فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ نے دونوں حضرات کی تاویل بھی ذکر فرمائی۔ جس کی وجہ سے اُن میں کوئی بھی قابل گرفت نہیں ہے۔ ان تمام ارشادات کے بعد ایسے پیروں کے اُن اقوال کی طرف کون دھیان کرے گا۔ جنہیں سلسلہ روحانیت کی ابجد بھی نہیں آتی۔ جو اس میدان میں ایک قدم بھی نہ چلے اور اُن ملاؤں اور مفکروں کے پراگندہ خیالات کو کون درخورِ اعتنا سمجھے گا۔ جن کا مبلغ علم حضور غوث پاک کے مقابلہ میں قطرہ اور سمندر کی شاید ہی حیثیت رکھتا ہو۔

یہاں ایک بات ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو لوگ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے معتقد ہیں۔ اور آپ کے قصیدہ غوثیہ کے ایک ایک شعر کو حق سمجھتے ہیں۔ اُن سے ہماری گزارش ہے۔ کہ آپ کا یہ ارشاد "نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اِتِّصَالِ" میں اللہ کی تمام کائنات کو متواتر اس طرح دیکھتا ہوں جیسا رائی کا دانہ (ہتھیلی پر پڑا ہوا) ہو۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ کے تمام حالات و کوائف سامنے تھے۔ ان کا مطالعہ فرما کر آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کا قول کیا اور خلفائے راشدین میں سے شمار کیا۔ تو پھر تمہیں اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنی چاہیئے

اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافق، فاسق یا کافر وغیرہ الفاظ سے یاد کرنے سے توبہ کرنی چاہیئے۔ یا پھر غوث پاک کی عقیدت و محبت کا دم بھرنا چھوڑ دو۔ اور دو اینٹ کی علیحدہ مسجد تعمیر کر لو۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام نووی شارح مسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نووی شرح مسلم شریف:

وَاَمَّا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَهُوَ مِنَ الْعُدُوْلِ الْفُضَلَاءِ وَالصَّحَابَةِ النُّجَبَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَمَّا الْحُرُوْبُ الَّتِيْ جَرَتْ فَكَانَتْ لِكُلِّ طَائِفَةٍ شُبْهَةٌ اِعْتَقَدَتْ تَصْوِيْبَ اَنْفُسِهَا بِسَبَبِهَا وَكُلُّهُمْ عُدُوْلٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمُتَاَوِّلُوْنَ فِيْ حُرُوْبِهِمْ وَغَيْرِهَا وَلَمْ يُخْرِجْ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ اَحَدًا مِنْهُمْ عَنِ الْعَدَالَةِ لِاَنَّهُمْ مُجْتَهِدُوْنَ اِخْتَلَفُوْا فِيْ مَسَائِلَ مِنْ مَحَلِّ الْاِجْتِهَادِ كَمَا يَخْتَلِفُ الْمُجْتَهِدُوْنَ بَعْدَهُمْ فِيْ مَسَائِلَ مِنْ دِمَاءٍ وَغَيْرِهَا وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ نَقْصُ اَحَدٍ مِنْهُمْ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ سَبَبَ تِلْكَ الْحُرُوْبِ اَنَّ الْقَضَايَا كَانَتْ مُشْتَبِهَةً فَلِشِدَّةِ اِشْتِبَاهِهَا اخْتَلَفَ اجْتِهَادُهُمْ وَصَارُوْا ثَلَاثَةَ اَقْسَامٍ۔ قِسْمٌ ظَهَرَ لَهُمْ بِالْاِجْتِهَادِ اَنَّ الْحَقَّ فِيْ هٰذَا الطَّرَفِ وَاَنَّ مُخَالِفَهٗ بَاغٍ

فوجب عليهم نصرته و قتال الباغي عليه فيما اعتقدوه ففعلوا ذالك ولم يكن يحل لمن هذه الصفة التأخر عن مساعدة الامام العدل في قتال البغاة في اعتقاده۔ وقسم عكس هؤلاء ظهر لهم بالاجتهاد ان الحق في الطرف الآخر فوجب عليهم مساعد ؛ و قتال الباغي عليهم و قسم ثالث اشتبهت عليهم القضية و تحيروا فيها و لم يظهر لهم ترجيح احد الطرفين فاعتزلوا الفريقين و كان هذا الاعتزال هو الواجب في حقهم لانه لا يحل الاقدام على قتال مسلم حتى يظهر انه مستحق لذالك و لو ظهر لهؤلاء رجحان احد الطرفين و ان الحق معه لما جاز لهم التأخر عن نصرته في قتال البغاة عليه فكلهم معذورون رضی اللہ عنهم و لهذا اتفق اهل الحق و من يعتد به في الاجماع على قبول شهاداتهم و رواياتهم و كمال عدالتهم۔ رضی اللہ عنهم اجمعین ـ

کلام النووی۔

(مسلم شریف مع النووی جلد دوم ص ۲۷۲ نور محمد کراچی)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل اور بہترین صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ اور وہ لڑائیاں جو ان کے اور دوسروں کے مابین ہوئیں۔ تو ان میں ہر ایک فریق کے لیے شبہ تھا۔ جس کو وہ اپنے طور پر حق سمجھتے تھے۔ اور ہر فریق بہر حال عادل ہے۔ اور ان کی باہم جنگوں میں اپنی اپنی تاویل ہے ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں۔ جو ان کی عدالت کو ختم کر دیتی ہو۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اور اجتہادی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا۔ جیسا کہ اُن کے بعد آنے والے مجتہدین کے مابین کئی ایک مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود یہ بات اُن میں نقص کا سبب نہیں بنتی۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ان لڑائیوں کی وجہ شبہات تھے۔ شدت شبہ کی وجہ سے اُن کے اجتہاد میں اختلاف رونما ہوا۔ اور وہ تین قسم کے ہو گئے۔ ایک قسم ان لوگوں کی جن کو اجتہاد کے ذریعہ یہ معلوم ہو گیا کہ حق اِس طرف ہے۔ اور اس کا مخالف باغی ہے۔ لہذا اب ان کے لیے حق والے کی نصرت اور باغیوں کا قلع قمع کرنا لازم ہو گیا۔ لہذا انھوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کیا۔ جب کسی شخص کو اس قدر بصیرت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسے عادل امام کی ہمنوائی سے کنارہ کش ہونا جائز نہیں رہتا۔ اور باغیوں کو کھلا چھوڑ دینا اُسے زیب نہیں دیتا۔ دوسری قسم ان لوگوں کا بالکل عکس ہوتی ہے وہ یہ کہ انہیں اپنے اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حق دوسری طرف ہے۔ لہذا انہیں اپنے عقیدہ کے مطابق حق والے کی نصرت اور اس کے باغیوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے۔ کہ جن پر معاملہ مشتبہ رہتا ہے وہ اس میں حیران ہوتے ہیں۔ اور انہیں دونوں طرفوں میں سے کوئی

طرف راجح نظر نہیں آتی۔ لہذا وہ پہلے دو قسم کے لوگوں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لیے علیحدہ رہنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی مسلم کا خون ناحق گرانا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر اس کی کوئی معقول شرعی وجہ ہو تو پھر درست ہے۔ اگر اس گروہ کو پہلے گروہوں میں سے کسی ایک کا رجحان ظاہر ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حق پر ہے۔ تو پھر اس کی مدد سے گریز کرنا اِن کے لیے جائز نہ ہو گا۔ اور ان کے باغیوں کے سر کچلنے سے دریغ درست نہ ہو گا۔ لہذا یہ تینوں فریق اپنا اپنا عذرِ معقول رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہلِ حق اور اجماع کے قابل اعتماد حضرات نے ان تینوں اقسام کے لوگوں کی گواہی اور روایات قبول کر لینے پر اتفاق کیا ہے۔ اور ان کی اعلٰے عدالت کو تسلیم کیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے عقلی توجیہات بیان فرما کر ان تمام کا حکم ذکر فرما دیا۔ یعنی حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف میں خود دو فریق تو یہی ہو گئے۔ جو از روئے اجتہاد اپنے اپنے ساتھیوں کو حق پر اور اپنے مدمقابل کو خطا پر سمجھتے تھے۔ اس لیے دونوں حق کی خاطر برسرِ پیکار رہتے۔ اور تیسرا گروہ اُن لوگوں کا تھا۔ جو کسی کی طرفداری نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی رائے سے کسی کا حق پر یا خطا پر ہونا ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ لہذا وہ اپنے آپ کو غیر جانب دار رکھنے سے اسے حق سمجھتے تھے۔ لیکن تینوں گروہ بوجہ اپنے اجتہاد کے درست ہیں۔ اسی لیے

کسی کی تکفیر یا تسفیق و تفجیر ہرگز درست نہیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے کسی کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ تو ایسا شخص اُن وعیدات اور سزاؤں کا ضرور مستحق ہو گا۔ جو صحابہ کرام کے بدخواہوں اور دشنام طرازوں کے لیے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

باب دوم

امیر معاویہؓ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے

دیوبندی

مودودی

سنی نما مولویوں اور پیروں کا علمی محاسبہ

باب دوم

امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے دیوبندی مودودی سنی نما مولویوں اور پیروں کا علمی محاسبہ

پچھلے دنوں ہم نے ستائیس کے قریب ایسی کتب اور ان کے مصنفین کے متعلق ایک محققانہ بحث اس غرض سے لکھی کہ جو لوگ یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں معتبر سنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ جس سے عوام تو عوام خواص بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ تو اس سے نجات دلانے کے لیے ایک کتاب بنام میزان الکتب لکھی تو اس سے فراغت کے بعد خیال آیا۔ کہ کچھ نام نہاد سنیوں کی بھی خبر لی جائے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خیال وعقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ

آپ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور طرح طرح کے ان پر الزامات ثابت ہیں۔

ان میں سے کچھ دیوبندی ہیں۔ بعض مودودی کے پیرو ہیں۔ اور چند نام نہاد سُنی پیر بھی ہیں۔ طریقہ کار یہ ہوگا۔ کہ ان معترضین کی کتب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں الزامات درج کیے جائیں گے۔ پھر ان کے جوابات شافیہ مذکور ہوں گے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں وہ احادیث بھی پیش کی جائیں گی۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے براہ راست ان کی عظمت بیان کرتی ہیں۔ اہل سنت کی کتب معتمدہ سے ان کے بارے میں حوالہ جات

درج ہوں گے۔ تا کہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کس وعید اور کس انجام کے لائق ہیں۔

اب ہم ان دیوبندی مودودی سُنی اہل حدیث علماء کے نام اور ان کی کتب سے پہلے گستاخانہ عبارات نقل کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے دندان شکن جواب بھی دیتے جائیں گے۔ اب نمبر وار ہم ان کے نام شروع کرتے ہیں۔

گستاخِ اوّل

(مفتی، حنفی، دیوبندی) عبدالرحیم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تنقیصی اشعار اور اقتباسات

عبدالرحیم دیوبندی مذکور نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھالتے ہوئے یُوں تو بہت سی کتابیں لکھیں۔ لیکن ان میں سے دو کتابیں اس موضوع پر اپنی گندگی اور اور خبث کے اعتبار سے نامی گرامی ہیں۔ ایک کا نام "اظہار حق" اور دوسری کا "راہِ ہدایت" ہے۔ جن لوگوں کو یہ دو خباثت سے بھری پٹاریاں دیکھنے کا اتفاق ہوا وہ جانتے ہیں۔ کہ اس شخص نے کن کن طریقوں سے اپنے خبث باطنی کا اظہار کیا اور رہتی دنیا تک اپنے لیے لعنت چھوڑ گیا۔

ملاحظہ ہو

اظہارِ حق

نہ باطل سے کبھی حق کو ملاؤ
کہ یہ کفر سیرت کافرانہ

ہے سیرت قتل آل اصحاب جن کی — انہیں کو خاص اصحابی بنانا
جو آل اصحاب نالوں کا یہ ہے قاتل — اسے کاتب کتاب اللہ بنانا

معاون ظالم و باغی کے باغی
منافق طاغی کے حامی ہیں طاغی

چھپے کفر و بغاوت ان کی کیونکر — ہے جن کا آنا جانا کافرانہ
خدا کی حاکمیت سے وہ باغی — بنا لی اپنی شاہی کافرانہ

بغاوت نے ہر ایک ٹلاں خریدا
بغاوت کا کھلا کر آب ودانہ

وہ آل اصحاب کے دشمن تھے ازلی — کہ نالاں جس سے تھا سارا زمانہ
فتح مکہ میں آئے ڈر کے مارے — بغاوت کر کے نکلے باغیانہ

بڑوں کے بد تھے تخم ان کے تھے بدتر
فتح مکہ کا بدلہ تھا چکانا

نہیں کیا اب جہاں میں کوئی حق گو — ہوا باطل کا حامی سبھی زمانہ
وہ پہلا مجتہد باغی تھا پہلا — کیا جس نے قیاس کافرانہ

نہیں جب مجتہد ابلیس باغی
نہیں تاویلات کفری کا فرانہ

نہیں دین اور صحابہ سے عقیدت — کسی دشمن کو صحابی بنانا
وحی دشمن کو بھی کاتب بنائیں — صحابیت کی کھال ان پر چڑھانا

صحابہ مصطفٰے کے مصطفٰے ہیں
کوئی مردود مت ان میں ملانا

صحابہ میں نہیں کفر و بغاوت — نہ باغی کو صحابہ میں ملانا
بغاوت کو وہ یوم الفتح آئے — نہ ایمان آن تا فتح اور نہ آنا

کلام حق کو بدلیں خود نہ بدلیں
بقصد تاویلہائے کافرانہ

گھڑائیں اس سے پھر موضوع حدیثیں — خزانہ دین لٹا شاطرانہ
جو کفر و فسق سورۂ نور میں ہے — قاتل عمار مشہور زمانہ

صحابیت کی کھال ان پر چڑھائیں
بغاوت کیشوں کا ان کو بنانا

حسن کو مار ڈالا زہر دے کر — اگر دے ساتھ باطل کا زمانہ
ہرگز مجتہد باغی و ظالم — ناجائز اقتداءِ ظالمانہ

صحابہ کا ادب ہم پر ہے لازم
نہ باغی کو صحابہ میں ملانا

بغاوت کفر شیطانی بغاوت — بغاوت کی حمایت باغیانہ
خلافت مرکز ملت کا باغی — عدو دین نہ اصحابی بنانا

(اظہار حق، تصنیف مفتی عبدالرحیم خادم علماء سواد اعظم حنفی دیوبندی خطیب لاہور حال مال روڈ مری)

مولوی عبدالرحیم کے گستاخانہ اشعار اور اقتباسات کا تنقیدی جائزہ

عبدالرحیم نے سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیک وقت کافر، ظالم، باغی، مردود ابلیسی مجتہد اور صحابیت کی محض کھال نظر آنے والا کہہ دیا۔ اور ان کے کاتب وحی ہونے کا انکار کرتے ہوئے باغیوں کا سردار تک کہا۔ امام حسن کو زہر دلوانے والا بتایا۔ بڑے ابوسفیان کا بدتر بیٹا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُن الفاظ کو سُن کر کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ عبدالرحیم کو دیوبندی حنفی ہونے پر ناز ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اس بدبخت کی اقتدار و امامت میں نماز پڑھنے والے کون سا پتھر دل پر رکھ کر ایسا کرتے ہیں۔

حضرت امیر معایہ رضی اللہ عنہ پر صحابیت کی کھال نہ چڑھانا۔ گو آپ کو صحابی نہ ماننے کی تلقین کی جارہی ہے۔ یا یُوں کہ آپ صحابی نہیں ہیں۔ اس لیے عبدالرحیم اپنے پیروؤں کو یہ ہدایت دے رہا ہے۔ کہ تم کسی کے کہنے پر ان کو صحابی ہرگز نہ ماننا۔ آیئے احادیث پر نظر دوڑائیں۔ اور علمائے اعلام سے "صحابی" کی تعریف دیکھیں۔ اور پھر حضرت امیر معاویہ کے بارے میں کوئی رائے قائم کریں۔

"صحابی" ہر وہ شخص ہے۔ کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بحالتِ ایمان حیات ظاہری میں زیارت کی۔ یہی امیر معاویہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور یہ دعا کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتفاق

امت مقبول الدعاء ہیں۔ آپ نے امیر معاویہ کے حق میں "ہادی" ہونے کی دعاء فرمائی۔ جو یقیناً قبول ہو گئی۔ اب اس بدبخت خادم سے کوئی پوچھے۔ کہ کیا وہ شخص جو کافر منافق، مردود اور باغی ہو۔ وہ ہادی ہوتا ہے۔ اس ارشادِ نبوی سے حضرت امیر معاویہؓ کا صحابی ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ لیکن ایمان کے اُلو کو یہ نظر نہیں آرہا۔ اب اس کی مانی جائے یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ہادی و مہدی کا دعا فرمانا؟ حدیث مذکورہ کی تشریح میں ابن حجر لکھتے ہیں۔

تطہیر الجنان:

فَتَأَمَّلْ هٰذَا الدُّعَاءَ مِنَ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ وَ إِنَّ أَدْعِيَتَهُ لِأُمَّتِهِ لَا سِيَّمَا لِأَصْحَابِهِ مَقْبُوْلَةٌ غَيْرُ مَرْدُوْدَةٍ تَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اسْتَجَابَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا الدُّعَاءَ لِمُعَاوِيَةَ فَجَعَلَهُ هَادِيًا لِلنَّاسِ مَهْدِيًّا فِيْ نَفْسِهِ وَ مَنْ جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْمَرْتَبَتَيْنِ كَيْفَ يُتَخَيَّلُ فِيْهِ مَا تَقَوَّلَهُ عَلَيْهِ الْمُبْطِلُوْنَ وَ وَصَمَهُ بِهِ الْمُعَانِدُوْنَ مَعَاذَ اللّٰهِ لَا يَدْعُوْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِهٰذَا الدُّعَاءِ الْجَامِعِ لِمَعَالِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ الْمَانِعِ لِكُلِّ نَقْصٍ نَسَبَتْهُ إِلَيْهِ الطَّائِفَةُ الْمَارِقَةُ الْفَاجِرَةُ إِلَّا لِمَنْ عَلِمَ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ أَهْلٌ لِذٰلِكَ حَقِيْقٌ بِمَا هُنَالِكَ۔ (تطہیر الجنان و اللسان ص ۱۱ و ۱۲۔ الفصل الثانی فی فضائلہ و مناقبہ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق و مصدوق ہیں۔ اُن کی دُعاء قابل غور ہے۔ آپ کی دعائیں اپنی امت کے حق میں اور خصوصاً صحابہ کے بارے میں مقبول ہوتی ہیں۔ انہیں رد نہیں کیا جاتا۔ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ دُعاء امیر معاویہ کے حق میں مانگی گئی قبول ہو گئی۔ اللہ نے انہیں لوگوں کا ہادی اور اپنی ذات میں مہدی بنا دیا۔ اور جس خوش قسمت میں یہ دونوں وصف (ہادی، مہدی) اکٹھے ہو جائیں اس کے بارے میں یہ خیال کب آسکتا ہے۔ وہ بدخواہ اور ضد رکھنے والا ہے یہ جامع دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمائی ہے جسے دنیا و آخرت کی بھلائی پسند ہے۔ اور ہر خرابی سے دور فرمایا۔ یعنی ایسی خرابیں سے جو ایک بدبخت فرقہ اور نافرمان فرقہ آپ پر لگاتا چلا آرہا ہے۔ ہاں حقیقت یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی جامع دُعاء اسی کے لیے ہو سکتی ہے جو اس کا صحیح حقدار ہو۔ اور اس میں اس کی اہلیت موجود ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد اور اس کی تشریح سے عبدالرحیم کے کچھ ہذیانات کا جواب آگیا۔ یہ حدیث ترمذی میں موجود ہے۔ اور اسے صاحب ترمذی نے "حسن" کہا ہے۔ حالانکہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قابل عمل ہوتی ہے حضرت امیر معاویہ کا صحابی ہونا، صاحب ایمان ہونا، کافر، منافق اور مرتد نہ ہونا یہ امور اس ارشاد سے ثابت ہو گئے۔ رہا یہ معاملہ کہ آپ نے امام حسن کو ان کی بیوی کے ذریعہ زہر دلوایا تھا۔ تو اس کی تحقیق ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں پیش کر چکے ہیں۔ بطور خلاصہ سنیئے۔

یہ ایک الزام ہے اور کسی پر تحقیق کے بغیر الزام تراشی درست نہیں۔ بلکہ بموجب حدیث وہ لعن طعن خود کرنے والے پر واپس آجاتا ہے۔ مختصر یہ کہ زہر والی بات ثابت نہیں۔ اِسے شیعہ لوگوں نے شہرت دی۔ اور بغض باطنی کی وجہ امیر معاویہ کی

طرف اس کو منسوب کر دیا۔ عبدالرحیم اینڈ برادرز اگر ایک روایت صحیحہ یا اسناد سے زہر دینا ثابت کر دیں۔ تو دس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ اس کے من گھڑت ہونے کو ابن خلدون نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

ابن خلدون:

وَمَا يُنْقَلُ مِنْ اَنَّ مُعَاوِيَةَ دَسَّ عَلَيْهِ السَّمَّ مَعَ زَوْجَتِهٖ جُعْدَةَ بِنْتِ الْاَشْعَثِ فَهُوَ مِنْ اَحَادِيْثِ الشِّيْعَةِ وَحَاشَا لِمُعَاوِيَةَ مِنْ ذَالِكَ۔

(ابن خلدون جلد دوم ص ۶۴۹ بیعت حسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اور یہ جو نقل کیا جاتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے امام حسن کو اُن کی بیوی جعدہ کے ذریعہ زہر دلوایا۔ تو یہ اُن باتوں میں سے ایک ہے۔ جو اہل تشیع کی ہیں۔ امیر معاویہ سے حاشا یہ کام ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی۔

”معاویہ باغی اور سارا زمانہ ان کا حامی ہو گیا“، یعنی حضرت امیر معاویہ رض کے دورِ خلافت میں تمام مومن ان کی حمایت کرنے کی وجہ سے باغی ہو گئے۔ اور باغی جو بھی ہو۔ وہ کافر، مرتد اور بے ایمان ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسرے الفاظ میں ملاں نے امیر معاویہ کے دور کے تمام صاحبانِ ایمان کو غلیظ گالیاں بک دیں۔ اور انہیں گمراہی پر اکٹھا ہونے والا قرار دیا۔ اِدھر یہ اور اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ”میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ فرمایا۔ کہ جو انہیں اذیت دے گا وہ مجھے دے گا اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی چاہی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف واذیت پہنچانے کا ارادہ کیا۔ سو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام

لوگوں کی پھٹکار ہو۔

اس بے لگام دیوبندی نے اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام کو معاذ اللہ گمراہ اور بے دین کہہ دیا۔ اس طرح اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ اور بالآخر پھٹکار اور لعنت کا طوق گلے میں پڑ گیا۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس قسم کے اعتراضات محض تاریخی باتیں ہیں۔ جن کی کوئی سند نہیں۔ نہ ان کی صحت و عدم صحت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مؤرخ نے جو سنا وہ اپنی تاریخ میں درج کر دیا۔ ایسے بے سروپا واقعات کا سہارا لے کر ایک جلیل القدر صحابی پر سب وشتم کرنا دراصل اپنے ایمان کو خیرباد کہنا ہے۔ تاریخی واقعات کی بے وقعتی ملاحظہ فرمائیں۔

عظمتِ صحابہ کے سامنے تاریخی واقعات کی حیثیت

قاعدہ کی بات ہے کہ کوئی حدیث ہو یا واقعہ جب تک اس کی سند ذکر نہ کی جائے وہ بے قیمت ہوتا ہے۔ امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ اگر اسناد نہ ہوتیں۔ تو جو کسی کے جی میں آتا۔ وہ کہہ دیتا۔ بہر حال تاریخی واقعات کے درج کرتے وقت مؤرخ ان کی چھان پھٹک نہیں کرتے جو سنا اس کتاب میں درج کر دیا۔ اور پھر آگے یہی سلسلہ چلتا رہا۔ عبدالرحیم کے مذہبی باوا حسین احمد دیوبندی نے مکتوبات شیخ الاسلام میں تاریخی روایات کے بارے میں لکھا ہے۔

مکتوب شیخ الاسلام:

حسین احمد مدنی نے کہا کہ یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں۔ نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے۔ نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے۔ نہ اتصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے۔ اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے۔ تو عموماً ان میں ہر غث و ثمین سے ارسال و انقطاع سے کام لیا ہے۔ خواہ ابن اثیر ہو یا ابن قتیبہ ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔

(ص ۲۶۶ مکتوبات شیخ الاسلام)

ابن تیمیہ نے تاریخی واقعات کے بارے میں یہ تاثر بیان کیا ہے۔

منہاج السنة:

اَلْمُؤَرِّخُوْنَ الَّذِیْنَ یُکْثِرُ الْکَذِبَ یَرْوُوْنَهٗ وَ قَلَّ اَنْ یَسْلِمَ لَهُمْ نَقْلُهُمْ مِنَ الزِّیَادَةِ وَ النُّقْصَانِ۔

(منہاج السنة جلد سوم ص ۱۹۶)

ترجمہ: تاریخ لکھنے والے اکثر جھوٹی باتوں کی روایت کرتے ہیں۔ اور ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ ان کی نقل کردہ بات کمی بیشی سے محفوظ ہو۔ یہی ابن تیمیہ ذرا کھل کر اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

منہاج السنة:

وَ اِنَّمَا هُوَ مِنْ جِنْسِ مَا نَقَلَهُ التَّوَارِیْخُ لَا یَعْتَمِدُ عَلَیْهَا اُوْلُوا الْاَبْصَارِ۔

(منہاج السنة جلد سوم ص ۲۴۲)

ترجمہ: تاریخی واقعات و روایات پر کوئی صاحب بصیرت اعتماد نہیں

کرے گا۔

"نقل پرستی" علم تاریخ میں ایک جانی پہچانی بات ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک مؤرخ تاریخی واقعہ کی خوب خبر لیتا ہے۔ اور اس کے غلط ہونے کی تحقیق کر کے پھر بھی اُسے اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے۔ ابن کثیر کو اٹھا کر دیکھئے۔ آپ کو اس میں طبری کی وہ روایات بھی مل جائیں گی۔ جن پر ابن کثیر نے سخت گرفت کی۔ اور اس نقل پرستی کی خود ابن کثیر ان الفاظ میں گواہی دیتا ہے۔

البدایة و النهایه:

وَ فِیْ بَعْضِ مَا اَوْرَدْنَاهُ نَظَرٌ وَ لَوْلَا اَنَّ ابْنَ جَرِیْرٍ وَ غَیْرُهٗ مِنَ الْحُفَّاظِ وَ الْاَئِمَّةِ ذَکَرُوْهُ مَا سُقْتُهٗ۔

(البدایة و النهایة جلد ۸ ص ۲۰۲) فِیْ سَنَةِ اِحْدٰی وَ سِتِّیْنَ)

ترجمہ: ہم نے جو روایات ذکر کیں۔ ان میں سے بعض قابل گرفت ہیں۔ اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ و ائمہ نے ان کا اپنی اپنی تصانیف میں ذکر نہ کیا ہوتا تو میں انہیں درج کرنے کے لیے آگے نہ بڑھتا۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے احادیث و تاریخ کا تقابل ان الفاظ سے بیان کیا۔

العواصم و القواصم:

قَالَ الْقَاضِیْ اَبُوْ بَکْرٍ رضی الله عنه وَ النَّاسُ اِذَا لَمْ یَجِدُوْا عَیْبًا لِاَحَدٍ وَ غَلَبَهُمُ الْحَسَدُ عَلَیْهِ وَ عَدَاوَتُهُمْ لَهٗ اَحْدَثُوْا لَهٗ عُیُوْبًا فَاقْبَلُوا الْوَصِیَّةَ وَ لَا تَلْتَفِتُوْا اِلَّا عَلٰی مَا صَحَّ مِنَ الْاَخْبَارِ وَ اجْتَنِبُوْا کَمَا ذَکَرْتُ لَکُمْ اَهْلَ التَّوَارِیْخِ فَاِنَّهُمْ ذَکَرُوْا عَنِ السَّلَفِ اَخْبَارًا صَحِیْحَةً

يَسِيْرَةً لِيَتَوَسَّلُوْا بِذَالِكَ اِلٰى رِوَايَةِ الْاَبَاطِيْلِ فَيَقْذِفُوْا كَمَا قَدْ مْنَا فِيْ قُلُوْبِ النَّاسِ مَا لَا يَرْضَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلِيَحْتَقِرُوْا السَّلَفَ وَيُهَوِّنَ الدِّيْنَ وَهُوَ اَعَزُّ مِنْ ذَالِكَ وَهُمْ اَكْرَمُ مِنَّا فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْ جَمِيْعِهِمْ وَمَنْ نَظَرَ اِلٰى اَفْعَالِ الصَّحَابَةِ تَبَيَّنَ مِنْهَا بُطْلَانُ هٰذِهِ الْمَتْرُوْكِ الَّتِيْ يَخْتَلِقُهَا اَهْلُ التَّوَارِيْخِ فَيَدُسُّوْنَهَا فِيْ قُلُوْبِ الضُّعَفَاءِ۔

(العواصم والقواصم ص ۲۴۴-۲۴۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ جب لوگوں کو کسی شخص کا کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ تو پھر حسد و عداوت کے غلبہ کی وجہ سے اس کے عیب نکالتے ہیں۔ لہذا میری وصیت قبول کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا کہ ان کی صرف وہ خبریں قابل التفات سمجھنا جو درجہ صحت کو پہنچتی ہوں۔ اور ان باتوں سے اجتناب کرنا جو تاریخ والے لکھتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ کہ پہلے بزرگوں کی چند صحیح باتیں لکھ کر وہ دراصل باطل اور غلط روایات سے درج کرنے کا وسیلہ بناتے ہیں۔ پھر وہ لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کے متعلق ایسی ایسی باتیں ڈال دیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے ظاہر ہی نہیں فرمائی ہوتیں غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ سلف کی تحقیر کی جائے۔ اور ان سے خیانت برتی جائے حضرات صحابہ کرام کے افعال میں غور کرنے والا اُن واہی تباہی باتوں کے بطلان کا خود یقین کر لیتا ہے۔ جو تاریخ لکھنے والوں نے ان کی طرف منسوب کر دیں۔ اور اُن باتوں سے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ذرا آگے چل کر یہی ابن عربی مزید کہتے ہیں۔ (جس کا ہم صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں ابن عربی فرماتے ہیں)

"میں نے یہ باتیں تمہیں اس لیے بتائیں تاکہ تم عام مصنفوں اور خاص مفسرین کے مابین فرق قائم رکھو۔ اور مؤرخین ادیب لوگوں سے باخبر رہو۔ کیونکہ وہ اپنے علم کے ماہر ہوتے ہوئے دین کے احترام یا بدعت کے ارتکاب سے جاہل ہوتے ہیں۔ لہذا تمہیں ان روایات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ ہاں اگر روایت ماننی ہے۔ تو کسی حدیث کے امام کی ماننا اور مؤرخین میں سے طبری کے علاوہ دوسروں کی بات کی طرف دھیان نہ دینا۔ کیونکہ دوسروں کی ہر بات کو تسلیم کر لینا دین کی موت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو ایسی ایسی باتیں گھڑ لیتے ہیں۔ جن سے صحابہ کرام کی تحقیر ہوتی ہے بلکہ صالحین سے بیزاری اور انہیں گیا گزرا شخص ماننے پر آمادہ کرتی ہیں۔ ان حضرات کے اقوال و اعمال میں کئی کئی واسطوں کو چھوڑ کر بیان کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ یعنی دین کی بجائے دنیا اور ہدایت کی جگہ گمراہی پھیلاتے ہیں۔ لہذا جب تم ایسے باطل لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ گے۔ اور صرف عادل لوگوں کی باتیں مانو گے۔ تو تم ان مصیبتوں اور خطرات سے بچ جاؤ گے۔" (العواصم والقواصم ص ۲۴۷ تا ۲۴۸)

نووی شرح مسلم شریف:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْاَحَادِيْثُ الْوَارِدَةُ الَّتِيْ فِيْ ظَاهِرِهَا دَخَلٌ عَلٰى صَحَابِيٍّ يَجِبُ تَاْوِيْلُهَا قَالُوْا وَلَا يَقَعُ فِيْ رِوَايَةِ الثِّقَاتِ اِلَّا مَا يُمْكِنُ تَاْوِيْلُهُ۔

(نووی شرح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۸ باب من فضائل علی ابن ابی طالب)

ترجمہ: حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے۔ کہ وہ احادیث جن سے حضرات صحابہ کرام کی ذات پر نقص ثابت ہوتا ہو۔ ان کی تاویل کرنا لازمی ہے۔ اور ثقہ راویوں کی

ایسی جتنی روایات ہیں۔ ان کی تاویل ممکن ہے۔

تبصرہ:

کسی تاریخی حوالہ کی حیثیت مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہو جاتی ہے۔ ان میں کئی وجوہات سے جرح ہے۔ کہیں تو سرے سے سند واقعہ ہی نہیں ہوتی اور یہ کتب تاریخ میں بکثرت ہے۔ کہیں سند ہے تو وہ ناتمام، اور اگر تمام ہو تو پھر جرح و تعدیل کے معیار کے مطابق نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ قاضی ابوبکر نے جو طبری کے متعلق روایات تاریخیہ کے متعلق لکھا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ طبری کی ہر روایت قابل وثوق ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ طبری نے اس کی سند ذکر کی ہے۔ رہا یہ کہ مذکورہ سند قابل حجت ہیں یا نہیں ہو سکتی ہے۔ پھر مؤرخین مذہبی نقطۂ نگاہ سے بھی کچھ اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔ اس لیے مذہبی مسئلہ میں ان کی روایت دوسروں کے لیے قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔ صاحب طبری کے بارے میں تشیع ہونے اور نہ ہونے کا قول موجود ہونے کی وجہ سے اس کی وہ روایات جو شیعیت کی مؤید ہیں۔ قابلِ اعتبار نہیں رہتیں۔ اس کی تفصیل عقائد جعفریہ جلد چہارم میں بالتفصیل ذکر کی گئی ہے۔ اور کسی تاریخی روایت کی سند بھی ہو اور مجھی قابلِ اعتبار لیکن اس کی توثیق کی وجہ سے کسی صحابی کی شان پر حرف آتا ہے تو ایسی روایت کی تاویل لازم ہوتی ہے۔ اس لیے حضرات صحابہ کرام کے بارے میں ایسی تاریخی روایات ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور نہ ہی اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں۔ جن سے ان میں کوئی نقص ثابت ہوتا ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

مذکورہ مولوی عبدالرحیم کے رسالہ ندائے حق کی تردید

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر فقیر کو جو اعتراضات دستیاب ہوئے ان کی بھرپور اور باحوالہ تردید کر دی گئی۔ اور جوابات پر مشتمل کتاب جب چھپنے کے لیے تیاری کے مراحل میں تھی۔ فقیر بغرض عمرہ حرمین طیبین روانہ ہو گیا۔ غیر حاضری میں ایک رسالہ بنام "ندائے حق"، موصول ہوا جسے مذکورہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے ہی ترتیب دیا ہے۔ اُسے برخوردار چوہدری مولوی محمد بخش نے محفوظ کر لیا۔ جب میں عمرہ سے واپس آیا تو اس نے مجھے دیا۔ اور اصرار کیا کہ اس کا جواب آنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ میرے بھتیجوں میں سے ایک چہیتا بھتیجا ہے اور شیعوں کے رد میں جب میں نے قلم اٹھائی۔ تو سب سے پہلے یہی وہ آدمی ہے۔ کہ جس کے مجبور کرنے پر میں نے شیعوں کا رد لکھنا شروع کیا۔ میری اس تصنیف میں اس کا گراں حصہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک مشورے اور اصرار کو قبول فرمائے اور میری کتاب سے اس کو حصہ وافر عطا فرمائے۔ جو کہ اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنے۔ آمین

راقم نے اس میں درج شدہ اعتراضات کا مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مولوی عبدالرحیم رافضی نے تقریباً تمام اعتراضات بے سند و بے حوالہ لکھے۔ جو اس کے ناپاک ذہن کی پیداوار ہیں۔ اس لیے ایسے لایعنی اور اختراعی اعتراضات کا جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں چند اعتراضات جو الاستیعاب اور جذب القلوب سے ذکر کیے گئے۔ اگرچہ وہ نامکمل ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ان کا ذکر ان کتب میں ہے۔ ان کا جواب انشاء اللہ بھرپور طریقہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اور دوسرے سوالات کا بھی بقدر ضرورت جواب دیا جا سکا۔

دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بدخواہانِ خلیفہ برحق اگرچہ ہر دور میں

بکثرت ہوئے ہیں۔ لیکن دورِ حاضر کا سب کا سرکردہ لیڈر نام نہاد سنی اور مکر و فریب کا مرشدانہ لبادہ اوڑھنے والا غلام محمود المعروف "محدث ہزاروی" ہے۔ اس کا رات دن کا بچھونا ہی یہی ہے۔ کہ ہر طریقہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو متنفر کیا جائے۔ اس بد باطن کی ہرزہ سرائیاں ایک پمفلٹ "بانیٔ بغاوت یزید کے باپ معاویہ کے بحوالہ کارنامے"، کے عنوان سے چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ اس کے آخر میں چند اشخاص کے نام اشاعت کنندگان کے طور پر لکھے گئے۔ اور خود پردے میں رہ کر اپنا بچاؤ کیا۔ لیکن اسی دشمن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے "غلام محی الدین"، نے اس کے اشتہار کے مندرجات کے بارے میں اس امر کی تصدیق کی۔ کہ یہ سب کچھ میرے والد صاحب کی شب و روز کاوش کا نتیجہ ہیں۔

فقیر نے "محدث ہزاروی"، کے مرتب کردہ اشتہار کے اعتراضات کا مسکت اور محقق و مدلل جواب "دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد دوم" میں تحریر کر دیا ہے۔ اس سنی نما رافضی نے اہل سنت کو دھوکہ دینے کی خاطر مختلف کتب اہل سنت سے تقریباً چوبیس ۲۴ عدد حوالہ جات نقل کیے۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بہر حال ان تمام کا بالترتیب جواب جلد دوم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ان اعتراضات اور مدلل جوابات میں مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اٹھائے گئے تقریباً تمام اعتراضات کا جواب بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں "دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد اول"، کے مضامین جب آپ ملاحظہ کریں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور امت کے اکابرین کے ایسے اقوال و ارشادات آپ کے سامنے آئیں گے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد

عبدالرحیم رافضی کی کتاب "ندائے حق"، میں درج باسٹھ عدد سوالات یا اعتراضات ہوا میں ذرے کی طرح اڑتے نظر آئیں گے۔ کتاب مذکور کے آخر میں لکھا۔ "جو میرے ان حوالہ جات کے بحوالہ جوابات دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ پاکستانی بطور انعام پیش کروں گا"، عجیب دھوکہ پر مبنی اعلان ہے۔ کہ جب لکھے گئے اعتراضات کا خود عبدالرحیم رافضی نے کوئی حوالہ درج ہی نہیں کیا۔ تو یہ باحوالہ اعتراضات کیسے ہو گئے؟ اور جن کے حوالہ جات نقل کیے وہ بھی چند کے سوا نامکمل ہیں۔ اس چیلنج کے مقابلہ میں ہم ابتداءً یہ چیلنج کرتے ہیں۔ کہ مولوی عبدالرحیم اپنے خود ساختہ باسٹھ اعتراضات میں مذکور روایات کا سندِ صحیح کے ساتھ حوالہ پیش کر دے۔ تو ہم اسے ایک لاکھ روپیہ پاکستانی بطور انعام دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن نہ عبدالرحیم اور نہ اس کا ہم مشرف گرو و پیشوا محدث ہزاروی وغیرہ کوئی بھی اسناد صحیحہ کے ساتھ بحوالہ پیش نہیں کر سکتے۔

"محدث ہزاروی"، نے مذکورہ پمفلٹ میں جن اکابرین اہل سنت کے نام ذکر کیے۔ اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ ان اکابرین کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی شخصیت کے مالک نہ تھے۔ انہی اکابرین نے دو ٹوک اور صریح الفاظ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا صدق دل سے اعتراف کیا ہے۔ ان اکابرین میں سے بہت سی جگہوں پر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا نام بھی تحریر ہے۔ حالانکہ "احکام شریعت" میں آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں چہ میگوئیاں کرنے والوں کو "کَلْبٌ مِنْ کِلَابِ الْھَاوِیَۃِ"، دوزخی کتوں میں سے ایک کتا کہا ہے مختصر یہ کہ ہماری مذکورہ دونوں مجلدات میں ان دونوں رافضیوں کے اعتراضات

کے جوابات تقریباً دیئے جا چکے ہیں۔ اس لیے بار بار ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ تاہم عبدالرحیم رافضی کے من گھڑت اعتراضات کے جوابات جو ہم پیش کر رہے ہیں۔ ان میں سے جن کا حوالہ نقل نہ ہوگا۔ وہ ان دونوں مجلدات میں باحوالہ موجود ہیں۔ اور بعض کے حوالہ جات اگرچہ مذکور نہ ہوں گے لیکن وہ بھی میری تیرہ[۱۳] عدد کتب میں موجود ہیں قارئین کرام اگر کسی حوالہ کے بارے میں لکھیں گے۔ تو اُن کی فرمائش پر انشاء اللہ حوالہ پیش کر دیا جائے گا۔ کچھ خاص اعتراضات جو عبدالرحیم دیوبندی نے باحوالہ لکھے ہیں۔ ان کی انشاء اللہ باحوالہ تردید ہو گی۔ جس سے آپ ان اعتراضات کی حقیقت تک پہنچ سکیں گے لیجئے عبدالرحیم دیوبندی کے بالترتیب اعتراضات اور ان کے جوابات:

لیکن میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات بمع ٹائیٹل فوٹوسٹیٹ کر کے اول میں لگا دوں تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ ہو سکے کہ دیوبندی اس قسم کے انتہائی گستاخانہ سوالات اور الزامات نہیں لگا سکتا کیونکہ علمائے دیوبند تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتہائی مداح ہیں۔ لہٰذا وہ اس جیسے الزامات نہیں لگا سکتے۔ جیسا کہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ایک عالم فاضل نور حسین عارف خطیب جامع مسجد فضل فاروق آبادی محمد بخش گوجرانوالہ نے انتہائی تعجب سے کہا کہ وہ کونسا ایسا مولوی عبدالرحیم دیوبندی ہے۔ کہ جس نے یہ الزامات لگائے ہیں۔ کیونکہ میں اکثر علماء دیوبند کو جانتا ہوں۔ لیکن اس کے نام سے ناواقف ہوں۔ اس لیے میں مولوی عبدالرحیم کے رسالہ ندائے حق کو بمع ٹائیٹل کے یہاں لگا رہا ہوں۔ تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے یہ الزامات نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی دندان شکن جوابات بھی تحریر کرتا جاؤں گا۔ تاکہ اہل حق انصاف کے ساتھ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ پ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱

اہل اسلام کی اہم معلوماتی درخواست
علماء و مشائخ کی آج تک کی فرد گذاشت

ندائے حق

کتاب و سنت و تاریخ کی روشنی میں۔

تالیف

خادم علماء **مفتی عبدالرّحیم** حنفی دیوبندی

مبلغ و مناظر اسلام خطیب لاہور۔ حال مال روڈ۔ مری

۱۔ حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلخ شیر حنفی
قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، لاحوت لامکانی بلوچستان

۲۔ حضرت علامہ سیّد مہر حسین شاہ بخاری نقوی۔
مصنف کتب شہیرہ اسلامیہ

نہیں چھوڑی ۷/۸ انعام آیت ۲۸ خود ترجمہ والے قرآن سے پڑھ لیجئے۔ یہ قرآن فیصلہ کن کلام ہے۔ ۳۰/۱۱ طارق آیت ۱۳ خود قرآن با معنی سے پڑھ لیجئے۔ معاویہ صاحب ایک متنازعہ شخصیت ہیں۔ ان کی بغاوت کے حمایتی انکو صحابی کاتب وحی۔ مجتہد۔ جنتی بتاتے ہیں۔ اہل علم و تحقیق علماء و مشائخ کے نزدیک نہ صحابی نہ مہاجر نہ انصار بلکہ باغی اور مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں۔

صحابی کی تعریف: پ ۲۶/۱۲ فتح آیت۔ ۲۹۔ (۱) والذین معہ مسلمان ہو کر زندگی بھر ساتھ رہے۔ اس میں معاویہ نہیں۔ (۲) اشداء علی الکفار۔ کفار پر شدت والا ہو اس میں بھی معاویہ نہیں۔ رحماء بینھم۔ آپس میں رحمدل ہو۔ اسمیں بھی معاویہ نہیں۔

امت رسول کی تعریف قرانی:۔ والسابقون الاولون۔ دین ایمان میں سبقت والے من المھاجرین: مہاجرین میں سے ہو۔ والانصار: انصار میں سے ہو۔ والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضی عنہ۔ معاویہ نہ صحابہ میں سے ہے۔ نہ امت رسول میں سے ہے۔ صحابہ کی تعریف سنت رسول سے۔ فرمان رسول ہے خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام۔ جاھلیت میں جو خیار تھے۔ وہ اسلام میں بھی خیار ہی رہے۔ اس میں بھی معاویہ نہیں آتا۔

۱۔ وہ کون ہے۔ جسنے دو خلیفہ راشد سے بغاوت غدر اور دھوکہ کیا۔ اور دو نوں کو شہید کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۔ وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دلمیں رکھکر صلح کی مگر اسلام میں اسکی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے۔ (امیر عامہ معاویہ۔)

۳۔ وہ کون ہے۔ جسکی منافقانہ صلح کو زبان رسالت نے ناروا فرمایا۔ معاویہ نے خلیفہ راشد امام حسنؑ سے منافقانہ صلح کی اسے حضورؐ نے فرمایا۔ ھُدْنَۃٌ علیٰ دَخَنٍ صلح برفساد حدیث میں ہے۔ ہر صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اسکے کہ حلال حرام اور حرام کو حلال ٹھرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۔ وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کے فرمان سے باغی بنکر خلافت راشدہ سے بغاوت کی اور اسی پر مرا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۔ وہ کون ہے جسے علماء و مشائخ اہلسنت نے اسلام سے پہلا باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۔ وہ کون ہے۔ جس نے اللہ رسول سے باغی ہو کر دو خلیفوں سے بغاوت و خروج کیا۔ شرح عقائد نسفی نے اسے باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۷۔ وہ کون ہے جسے علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں اسلام سے پہلا باغی خارجی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۸۔ وہ کون ہے جسے محقق علمائے اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین میں لکھا ہرگز ہرگز صحابی نہیں۔ (امیر عامہ معاویہ)

۹۔ وہ کون ہے۔ جسے محمدی پریس میں چھپی کتاب مراۃ التحقیقات میں لکھا ہے۔ نہ خلیفہ نہ صحابی نہ مہاجر ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۰۔ وہ کون ہے۔ جو سورۃ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا (امیر عامہ معاویہ)

۱۱ وہ کون ہے۔ جسنے اپنے والد کے زنا پر پچاس گواہیاں لیکر باپ کے ولد زنا حرامی زیاد کو قرآن سنت سے منکر ہو کر بھائی۔ وارث کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۲۔ وہ کون ہے۔ جسنے حجر بن عدی اور انکے بارہ ساتھی صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا جنکے حق حضورؐ نے فرمایا انپر اللہ اور آسمان والے غضبناک ہونگے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۳۔ وہ کون ہے۔ جسنے حضورؐ کی یہ حدیث سنی جسنے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی ام سلمہؓ و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا۔ بدستور گالی اور لعن طعن کرتا کراتا رہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۴۔ وہ کون ہے جسے علی کی گالیوں لعن طعن پر ام سلمہ اور صحابہ نے کہا تم علی اور انسے محبت کرنے والو پر لعن طعن کرتے ہو اسمیں تو اللہ رسول بھی آتے ہیں۔ پھر بھی باز نہ

آیا۔
(امیر غامہ معاویہ)

۱۵۔ وہ کون ہے۔ جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے باغیوں کا سرغنہ قرار دیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۱۶۔ وہ کون ہے۔ جسنے اپنے کافر مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی کہ فتح مکہ، بدر احزاب وحدیبیہ کا بدلہ لینا مکہ مدینہ تباہ کرنا اور اسنے ایسا ہی کیا (امیر عامہ معاویہ)

۱۷۔ وہ کون ہے۔ جسکی ماں نے حمزہؓ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چبایا اور خود اسنے علی اور اللہ رسول کو گالی دی اور لعن طعن کیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۱۸۔ وہ کون ہے۔ جسنے آل واصحاب سے باغیانہ جنگ کئے اور مرتے دم کپڑوں کے تبرک کا فریب کیا اور بغاوت پر مرا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۱۹۔ وہ کون ہے۔ جسنے پچیس ۲۵ لاکھ کی رشوت دیکر امام حسنؑ کو زہر دے کر قتل کرایا، اور اسکا الزام انکی بیگناہ بیوی جعدہ پر مشہور کیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۲۰۔ وہ کون ہے۔ جس نے علیؑ سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے انکی شہادت کا بندوبست مغیرہ بن شعبہ کے ذریعہ کراکے فریب کیا اور رویا تو بیوی نے شرمندہ کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۱۔ وہ کون ہے۔ جسنے آل رسول سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی مومن قتل کئے اور خدا کا خوف نہ کیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۲۲۔ وہ کون ہے۔ جسنے حرم کعبہ حرم مدینہ کو ذنگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کئے منبر رسول لیجا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گہن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۳۔ وہ کون ہے جسنے ایک بدری صحابی عمارؓ کو صفین میں قتل کیا جسکے حق حضور نے متواتر حدیث میں فرمایا عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کریگا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۲۴۔ وہ کون ہے۔ جس نے خیر التابعین اویس قرنیؓ کو صفین میں قتل کیا جس سے امت کیلئے دعا کرانے کو حضور نے فرمایا تھا
(امیر عامہ معاویہ)

۲۵۔ وہ کون ہے جس نے عمرؓ اور علیؑ اور حسنؑ اور عمارؓ اور عائشہؓ اور اویس قرنی

کو قتل کیا اور کرایا
(امیر عامہ معاویہ)

۲۶۔ وہ کون ہے جسے علی بہادر خان بی۔ ایس۔ سی علیگ نے ملت تباہ تخریب کاروں کا قائد اعظم قرار دیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۲۷۔ وہ کون ہے۔ جس نے حافظ قرآن وسنت عبدالرحمان بن ابوبکر کو زہر دیکر اور ام المومنین عائشہؓ کو مہمانی کے بہانے بلا کر گمنام قتل کر دیا اور محمدؓ بن ابوبکرؓ کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں انکا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا ڈالا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۲۸۔ وہ کون ہے جسے اتنے قتل وظلم پر امت کے بے بصیرت علماء وملا نے صحابی بناتے مجتہد ٹھہراتے اور رضی اللہ پڑھتے ہیں۔
(امیر عامہ معاویہ)

۲۹۔ وہ کون ہے۔ جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل واصحاب رسول کا جدی دشمن ہوکر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے۔
(امیر عامہ معاویہ)

۳۰۔ وہ کون ہے۔ جسکے جادو سے امت مسلمہ کے علماء ومشائخ ایسے خمار میں ہیں پ۵ نساء آیت ۹۲ میں ہے۔ کہ ایک مومن کے عمداً قتل کیلئے ہمیشہ کا جہنم ہے اسپر اللہ کا غضب ولعنت ہے۔ اسکیلئے عذاب عظیم تیار ہے۔ مگر اسکے ایک لاکھ ستر ہزار مومنوں کے قتل پر اسپر رضی اللہ پڑھی جا رہی ہے۔
(امیر عامہ معاویہ)

۳۱ وہ کون ہے۔ جس نے خدائی منصوبۂ خلافت جو مرکز ملت تھا کو تباہ کیا یہ ساری امت کی بدخواہی ہے جسکا ارتکاب کیا گیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۳۲۔ وہ کون ہے۔ جسے ایڈورڈ گبن سید امیر علی پریوی کونسل کے جج نے آرچ ریبل کہا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۳۳۔ وہ کون ہے۔ جسنے اللہ رسول کی نافرمانی اور بغاوت کی اللہ کا فرمان ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ اس سے پہلا باغی کون ہے۔
(ابلیس شیطان)

۳۴۔ وہ کون ہے۔ جس نے رسول اللہ کے فرمان علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المہدیین سے بغاوت کی۔
(امیر عامہ معاویہ)

۴۵۔ وہ کون ہے۔ جو اللہ کے فرمان فقاتلوا التی تبغی کے زمرہ میں شامل واجب القتل ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۶۔ وہ کون ہے۔ جو رسول اللہ کے فرمان خلیفہ برحق سے باغی ہو فاضربوہ بالسیف کائنا من کان میں شمار ہوتا ہے۔ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۷۔ وہ کون ہے۔ جو خلیفہ راشد علیؑ اور ان سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کراتا رہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۸۔ وہ کون ہے۔ جو اپنی حکومت کے ستر ہزار دس منبروں پر علیؑ اور اللہ رسول پر لعن طعن کرتا اور کراتا رہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۹۔ وہ کون ہے۔ جس کیلئے حضورؐ معلم و مقصود کائنات کا فرمان ہے۔ جو میرے صحابہ کو گالی دے لعن طعن کرے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۰۔ وہ کون ہے۔ جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خصی کرنیکا کام کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۱۔ وہ کون ہے جس نے علیؑ کو تارگٹ بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سب و شتم لعن طعن کیا اور کرایا (امیر عامہ معاویہ)

۴۲۔ وہ کون ہے۔ جسنے اللہ رسول کے کافر اور ماں سے بدکاری کرنیوالے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۳۔ وہ کون ہے۔ جو فتح مکہ کے دن پچھلے کفر کیساتھ اسلام میں مداخلت کو آیا اور جسکا ایمان بے نفع ہے۔ قرآن نے ان لوگوں کیلئے کہا کہ کفر کیساتھ اسلام میں داخل ہوئے اور اسی کفر کیساتھ اسلام سے نکل گئے۔ (امیر عامہ معاویہ اینڈ کو)

۴۴۔ وہ کون ہے۔ جسکے متعلق عبداللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمکو بھی دی۔ مسند احمد طبع مصر ج ۵ ص ۳۴۷۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۵۔ وہ کون ہے۔ جسکے متعلق عبداللہ بن صامت صحابی نے مسجد میں اعلان سے کہا اسنے سود لیا اور کھایا وہ دوزخ میں گلے تک ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۶۔ وہ کون ہے۔ جس بد بخت ازلی ابدی نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام لولو کو خرید کر اس سے حضرت عمرؓ کو قتل کرایا۔ مجمع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۷۔ وہ کون ہے۔ جسکے معتمد پیشوا مسلم بن عقبہ مُری اور اسکے اپنے فرزند یزید نے کہا سب جھوٹ ہے۔ نہ فرشتہ آیا نہ وحی ہوئی۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۸۔ وہ کون ہے۔ بے نفع ایمان والا جسکے زانی۔ کافر باپ نے عثمان غنیؓ سے کہا یزیدی بادشاہت ہے۔ میں نہیں جانتا مانتا جنت دوزخ۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۸۹ (امیر عامہ معاویہ)

۴۹۔ وہ کون ہے۔ جسکے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب سے اسلام میں آیا منافقین کا ماوا و ملجا اور جاہلیت میں زندیق تھا۔ استیعاب ج ۶ ص ۸۹ (امیر عامہ معاویہ)

۵۰۔ وہ کون ہے۔ جس بانی بغاوت ظلم و بدعت مبتدع کے دور حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھُنَاتٌ ھُنَاتٌ ھُنَاتٌ مصائب فتنہ و فساد فرمایا۔ خصائص کبریٰ طبع حیدرآباد ص ۲، ص ۱۱۶۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۱۔ وہ کون ہے۔ جس کی باغی باطل ظالم سراپا فتنہ فساد حکومت کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکاً عضوضاً درندہ شاہی فرمایا خصائص کبریٰ طبع بیروت ج ۲ ص ۱۱۶ (امیر عامہ معاویہ)

۵۲۔ وہ کون ہے۔ جس نے مرتے دم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب معرکوں کے بدلے لینے کی بسر کردگی مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے و ماننے والے مرتد کافر بیٹے یزید کو حرم مکہ حرم مدینہ کو تمارت و تباہ کرنیکی وصیت کی (جذب القلوب) ص ح شیخ عبدالحق محدث دھلوی۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۳۔ وہ کون ہے۔ جسنے اپنے قطعی کافر بیٹے یزید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ و حکم بطور وصیت دیا اور اسمیں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑھکر مدبر و معتمد کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۴۔ وہ کون ہے۔ جس میں ہزار وجوہ و اسباب کفر و نفاق پائے جانے کے باوجود

اسکے نمک حلال ملاّ نے اللہ رسول سے بیگانے بن کر اسے صحابی بنانے اور اسپر رضی اللہ پڑھنے پڑھانے پر بضد ہیں۔
(امیر عامہ معاویہ)

۵۵۔ وہ کون ہے۔ جسے بغاوت پرست ملانوں نے محض باطل طور پر مجتہد بنا رکھا ہے۔ محقق علماء و مشائخ نے تصریح کی کہ وہ درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۶۔ وہ کون ہے۔ جسکے اجتہاد کی ٹکر براہ راست خلیفہ راشد سے ہوئی حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے جیسا ابلیس کا اجتہاد خلیفہ سے ہوا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۵۷۔ وہ کون ہے۔ جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک بنالیا اور عبادت واطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے بخاری شریف۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۸۔ وہ کون ہے۔ جسکے ایک وتر کے معاملہ میں اجتہاد کو ملاخطہ کر کے ابن عباسؓ نے اسے گدھا کہا۔ طحاوی فیض الباری۔
(امیر عامہ معاویہ)

۵۹۔ وہ کون ہے۔ جسنے اجتہاد کر کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے ۹۹ جنگ باغیانہ کئے ایک لاکھ ستر ہزار مومن حافظ قرآن و سنت قتل کئے ابو بکر صدیقؓ کی اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔ مشکوٰۃ ص۴۱۷۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۰۔ وہ کون ہے۔ جسے حنفی تفسیر احکام القرآن نے آئمۃ الکفر سے لکھا اسکے باپ اور اسکے گروہ کو کہا۔ مِمَّنْ لَمْ يُنَقِّ قَلْبَهُ مِنَ الْكُفْرِ وہ کہ جن کے دل کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۶۱۔ وہ کون صاحب ہے۔ جو اللہ رسول کے حکم دین و ایمان سے بغاوت کی بنا پر دین و ایمان سے خارج ہوا اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۲ وہ کون صاحب ہیں۔ جو ملت سے پہلے باغی ہیں۔ اگر مسلمان انکے متعلق غلط فہمی رفع کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

علماء مشائخ دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے۔ اس تحریک بغاوت و

فساد کو بلا تاخیر ختم کرنیکا بندوبست کریں۔ ورنہ پھر نہ کوئی کہے خبر نہ ہوئی

اعلان عام:- ان علماء مفتیان کی جانب سے دس سال تک جو عالم عرب و عجم سے ان دلائل کا حوالہ بحوالہ رد وجواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستانی انعام کا مستحق ہے۔ جو نہ رد کر سکے نہ جواب دے سکے پھر بھی بغاۃ ظالموں بدکاروں غداروں کو صحابہ کرام میں رکھکر انپر رضی اللہ پڑھنے سے نہ شرمائے نہ باز آئے تو اسے ہر ضدی جاہل گمراہ اور اس کے ارباب من دون اللہ پر دس ہزار برس تک روزانہ صبح شام وہ جو اللہ نے اس سے پہلے خلیفہ سے باغی پر خود مقرر رکھی الیٰ یوم الدین. والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ من العالمین. ہم معلم و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام آل واصحاب پر قربان ہیں۔ جن میں کوئی باغی نہ سود خور نہ شرابی نہ ناصبی نہ خارجی نہ ظالم نہ کافر نہ فاسق نہ منافق نہ زندیق نہ مرتد نہ گمراہ نہ زنیم بلکہ خالص مومن ہر خیر و خوبی والے سابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واعد لہم جنت تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذالک الفوز العظیم ۱۱/۲ توبہ آیت ۱۰۰ اور انہی کی پیروی اور اقتداء کا حکم ہے۔ اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ ۷/۱۶۔ ملک میں باغیانہ فسادی جذبات کے عالمانہ دفاع کا مواد اور ذخیرہ جن چیدہ علماء و مشائخ و فضلاء سے سوالات کے جوابات حاصل ہوئے۔

(۱) اعلحضرت علامہ ابو الحسنات قدسی فاروقی مصنف مجمع البحرین محمدی پریس دیوبند انڈیا۔

(۲) اعلحضرت علامہ مولانا محمد اکرام صاحب خطیب جامع کلعیر شریف ضلع سہارنپور انڈیا۔

(۳) اعلحضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلغ شیر حنفی قادری چشتی نقشبندی سہروردی لاحوت لامکانی۔

(۴) حضرت علامہ مولانا مفتی افضال الٰہی صاحب خطیب دربار محبت فقیر شریف بلوچستان

(۵) حضرت الشیخ علامہ نظام الدین کیال شریف نزد شاردا حال آزاد کشمیر۔

(۶) حضرت صاحبزادہ عبدالرؤف صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف انڈیا۔

(۷) حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری نقوی مصنف کتب شہیدہ اسلامیہ

(۸) اعلیحضرت علامہ محمد عبدالکریم کردی رئیس المدرس والافتاء بغداد شریف عراق۔

(۹) علامہ محمد فاضل قادری آزاد کشمیر خادم علماء و مشائخ

(۱۰) خادم العلماء و مشائخ سید ابو المحبوب سکندر شاہ حنفی قادری۔

(۱۱) حضرت علامۃ الدھر عبدالقیوم خادم علماء و مشائخ اہلسنت پاکستان۔

(۱۲) یہ جوابات علی معلمہ کتابوں سے ہم نے دیئے۔ خادم ملت بیغ شیر و مفتی عبدالرحیم حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری، نقوی۔

مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات

سوال نمبر (۱)

وہ کون ہے جس نے دو خلیفہ راشد سے بغاوت کی اور ان کو شہید کیا۔

جواب: اس کا جواب آئندہ سوالات کے ضمن میں آرہا ہے اور تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۰۳ پر بھی موجود ہے۔

سوال نمبر (۲):

وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دل میں رکھ کر صلح کی۔ مگر اسلام میں اس کی صلح بر فساد اور غیر مشروع ہے؟

جواب:

خلیفہ راشد سے مراد اس دیوبندی رافضی کی حضرت علی المرتضےٰ رضہ اور امام حسن رضی اللہ عنہما ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس نے ان کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ درحقیقت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا خود ان کا نام لیوا اور ارادت مند

عبدالرحمٰن ابن ملجم ہے۔ جس کا صراحۃً ثبوت شیعہ سنی کتب میں موجود ہے۔ ہماری تصنیف "شیعہ مذہب" میں بھی اس بارے میں حوالہ جات مذکور ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق کامل ابن اثیر کا ایک حوالہ ہی معترض کے لیے کافی ہے۔ امام حسین نے جب اپنے برادر بزرگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ زہر دینے والے کا نام بتا دیں۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے علم نہیں یہ عبارت "تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۱۴ تا ۲۱۵ پر بالتفصیل موجود ہے۔ جب خود حسن کو زہر دیا گیا۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ کس نے زہر دیا۔ یا معلوم تھا لیکن نہ بتایا۔ تو عبدالرحیم اینڈ برادرز کو کہاں سے شیطانی الہام ہوا۔ کہ زہر دینے والے امیر معاویہ رضہ تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ اعتراض من گھڑت اور لغو محض ہے۔

سوال نمبر (۳)

وہ کون ہے جس کی منافقانہ صلح کو زبان رسالت نے ناروا فرمایا معاویہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ۔ صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اس کے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا۔؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے بڑی چالاکی اور تبرا بازی سے "وہ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ" کے مفہوم کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ یہ الفاظ بخاری شریف میں ہیں۔ اور وہاں اسے مطلقًا عام لوگوں کے لیے علامات قیامت کے ضمن میں لکھا گیا۔ یعنی قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی۔ کہ کچھ لوگ فساد پر صلح کریں گے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خود شیعہ کتب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا کلام موجود ہے۔ فرمایا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے کوئی بدعہدی نہیں کی"

الاخبار الطوال:

مؤرخین کہتے ہیں۔ کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ کی پوری زندگی میں اپنے بارے میں کوئی برائی نہ دیکھی۔ اور نہ ہی کسی قسم کی خلاف طبع بات دیکھی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے کی گئی کسی شرط کو ختم نہ کیا۔ اور نہ ہی اچھے سلوک کو ان سے جدا کیا۔ (اخبار الطوال ص ۲۲۵) اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب "تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۱۹۷ تا ۲۰۰" پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

سوال نمبر (۴)

وہ کون ہے۔ جس نے اللہ و رسول کے فرمان سے باغی بن کر خلافت راشدہ سے بغاوت کی؟

سوال نمبر (۵)

وہ کون ہے۔ جس کو علماء و مشائخ اہل سنت نے اسلام کا پہلا باغی کہا ہے؟

سوال نمبر (۶)

وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول سے باغی ہو کر دو خلیفوں سے بغاوت و خروج کیا۔ اور شرح عقائد نسفی نے اسے باغی کہا؟

سوال نمبر (۷)

وہ کون ہے جس کو سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں اسلام کا پہلا باغی خارجی کہا؟

جواب:

ان چاروں سوالات کا ماحصل ایک ہی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اسلام کے پہلے باغی ہیں۔ اور علماء و مشائخ اہل سنت نے انہیں اول باغی ہونے کی تصریح کی ہے۔ ہم اس بات کا جواب بحث "دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ" کی جلد دوم الزام ۱۶ میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ یہ اعتراضات دراصل "محدث ہزاروی" کی پیداوار ہیں۔ اور اس کے چہیتے لخت جگر عبد الرحیم نے بھی وراثت میں حاصل کیے۔ دونوں نے لفظ "باغی" سے من پسند معنی یعنی "کافر" لے کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور خباثتِ باطنی کا اظہار کیا۔ ہماری کتاب مذکورہ کی جلد دوم میں لفظ "باغی" سے یہاں علماء اہل سنت نے کیا مراد لیا وہ بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلی بغاوت کی جس کا اجتہاد سے تعلق ہے۔ یعنی پہلی اجتہادی بغاوت کی پہل کی۔ اس بارے میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغۃ:

امیر معاویہ کا اور میرا رب ایک، نبی ایک اور اسلام کی طرف دعوت دینا ایک ہے۔ اور نہ ہم دعوے کرتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں ان سے زیادتی کا اور نہ ہی نبی کی تصدیق میں زیادتی کا دعوے کرتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ہم پر زیادتی کا دعوے کرتے ہیں۔ البتہ اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِیْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بُرَاءٌ۔ یعنی ہمارا اختلاف صرف خون عثمان میں ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۸ کتبہ الی اہل الانصار)

قارئین کرام! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جن سے اختلاف ہے۔ وہ انہیں مسلمان اور صحابی سمجھتے ہیں۔ اور یہ چودھویں صدی کے رافضی امیر معاویہؓ کو

دجال منافق اور کافر تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ دراصل یہ علی المرتضیٰ رضؓ کے بھی دشمن ہیں۔ آج نہیں تو کل انہیں سمجھ آجائے گی۔ کہ ایک صحابی رسول اور کاتب وحی کے بارے میں ہم نے جو بکواسات کیے اور دین و دنیا برباد کر بیٹھے کاش ہم ایسا نہ کرتے۔ میں بارہا پیر کیلانی سید باقر علی شاہ صاحب کے خواب کا تذکرہ کرچکا ہوں۔ ان سے امیر معاویہ کی شان میں لغزش ہوئی۔ رات خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ علی المرتضیٰ رضؓ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ جھگڑا میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ میں جب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں۔ کہ اگر لغزش پر مطلع کرنا تھا تو اکیلے علی المرتضیٰ ہی خواب میں مطلع فرما دیتے۔ لیکن خواب میں تینوں حضرات کا نظر آنا دراصل اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ ہم دونوں اکٹھے کھڑے نہ ہوتے۔ اور دوسری بات یہ کہ جس طرح مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے۔ اسی طرح امیر معاویہ بھی دیکھ لو حضور کے صحابی ہیں۔ ہماری لڑائی صرف ایک اجتہادی خطا کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ورنہ کوئی ذاتی عناد اور دشمنی نہ تھی۔ اس لیے لڑائی ہونے کے باوجود ہم دونوں کا تعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوں کا توں ہے۔ اور یہ بھی سمجھانا تھا۔ کہ ہم دونوں ایک ہی ہیں۔ تو ہم میں سے کسی سے عداوت اور بیر رکھنے والا دوسرے کا ہرگز دوست نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو امیر معاویہ کو دکھ دے اس نے مجھے اور آپ (علیہ السلام) کو دکھ پہنچاتا ہے۔ صاحبِ خواب فرماتے ہیں۔ اس لغزش کی وجہ سے میرا روحانی فیض اس وقت تک بند رہا۔ جب تک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت دوبارہ نہ ہوئی۔ زیارت کے بعد پھر ترقی شروع ہو گئی۔ نیز فرمایا کرتے ہیں۔ کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا دم بھرنے والا کبھی بھی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مشاہدہ کی بات ہے۔

باقی رہا عبدالرحیم دیوبندی کا یہ کہنا کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ یہ کہا۔ تو ہم دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر تمہاری مراد ان علماء و مشائخ سے وہ ہیں۔ جو تمہارے محکمہ اور محدث ہزاروی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو ایسے علماء مشائخ اللہ رسول کے حکم کے مخالف اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ اور اگر مراد ائمہ اربعہ اور ان کے تبعین ہیں۔ اور وہ حضرات کہ جن کی علمیت اور مشائخیت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ تو یہ تمہارا بہت بڑا بہتان ہے۔ کیونکہ دور قریب کے ایک عظیم عالم اور شیخ اور ولی کامل علامہ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شواہد الحق"، کے صفحہ ۴۶۲ سے ۴۹۶ تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امت کے عظیم دینی و روحانی پیشواؤں کا ہدیہ عقیدت پیش کیے ہیں۔ مثلاً امام طحاوی، غزالی، قاضی عیاض، غوث پاک، شیخ سہروردی، امام نووی امام ابن ہمام، امام شعرانی اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ جن کا ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ ہم نے ان ائمہ حضرات کی کچھ عبارات اپنی کتاب "دشمنان امیر معاویہ رضؓ کا علمی محاسبہ"، کی جلد اول باب اول میں درج کی ہیں۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائیں ان ائمہ اور مشائخ کے نظریات سے ہٹ کر نظریہ قائم کرنا "وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ"، کے مصداق ہے۔ لہٰذا عبدالرحیم دیوبندی خود اپنے بارے میں کچھ فیصلہ کرے کہ وہ اپنی "تحقیق" کے بل بوتے پر کدھر جا رہا ہے؟

سوال نمبر (۸)

وہ کون ہے۔ جسے محقق علماء اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین

میں لکھا ہر گز ہر گز صحابی نہیں؟

جواب:

"مجمع البحرین"، کا مصنف جسے عبدالرحیم دیوبندی نے محقق اسلام کہا ہے یہ کون ہے۔؟ اور کس مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتا ہے؟ اس کا تعارف خود اس کے الفاظ سے آخر میں یوں درج ہے۔ "ابوالحسنات قدسی فاروقی مصنف، مجمع البحرین محمدیہ پریس دیوبند انڈیا" اس محقق اسلام کا نام ہم نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔ اور یہ یقیناً عبدالرحیم کی طرح رافضی محقق ہے۔ اور اس کا پیشوا نظر آتا ہے۔ جس کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح عبدالرحیم جو اپنے آپ کو دیوبندی مفتی کہلاتا ہے۔ کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ان دونوں کا اہل سنت سے تعلق ہوتا۔ تو سب سے پہلے ان کی نظر احادیث نبویہ پر پڑتی۔ اور دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تعریفی کلمات فرماتے ہیں۔ اور پھر آثار صحابہ اور تابعین کرام کے ارشادات دیکھے جاتے۔ لیکن جب آنکھوں پر عداوت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عینک چڑھالی ہو۔ تو پھر ان کے اوصاف کہاں نظر آئیں گے۔ "الاستیعاب"، میں سے (جیسا کہ اگلے صفحات پر آرہا ہے) کہ اس رافضی کی کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نظر پڑگئی۔ لیکن فضائل ومناقب والی احادیث سے آنکھیں موندلیں۔ کتاب مذکور سے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب:

عن الحارث بن زیاد عن ابی اھرم السماعی انّهٗ سَمِعَ عرباض بن ساریۃ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَ قِہٖ الْعَذَابَ۔

(الاستیعاب جلد سوم ص ۴۰۱ برحاشیہ الاصابۃ حرف میم قسم اوّل بیروت)

ترجمہ: عرباض بن ساریہ صحابی رسول کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا۔ اور عذاب سے بچا۔

گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ کہ اگر دنیا میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی خطاء سرزد ہوگئی ہو تو اے اللہ! اُسے معاف فرما دینا۔ اور انہیں عذاب دوزخ سے رہائی عطا فرما کر جنت میں داخل فرمانا۔ بخاری شریف سے ایک روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف:

عن ابن ابی ملیکہ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِیَۃُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَکْعَۃٍ وَعِنْدَہٗ مَوْلًی لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَی ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْہُ فَاِنَّہٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... حَدَّثَنَا ابن ابی ملیکہ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ ھَلْ لَکَ فِیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَۃٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۱ پارہ ۱۴ ذکر معاویۃ رضی اللہ عنہ۔)

ترجمہ:

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں۔ کہ عشاء کے بعد امیر معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھا۔ اس وقت حضرت عبد اللہ بن عباس کے ایک آزاد کردہ غلام (ابن کریب) وہاں موجود تھے۔ وہ ابن عباس کے پاس آئے۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اس پر ابن عباس نے فرمایا۔ ان پر اعتراض نہ کرو۔ چھوڑ دو۔ کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ .... ہمیں ابن ابی ملیکہ نے کہا۔ کہ حضرت ابن عباس کو کہا گیا۔ کہ امیر المومنین حضرت معاویہ رضؓ نے صرف ایک رکعت وتر ادا کیا ہے۔ کیا تم اس بارے میں کچھ ان کے متعلق کہنا چاہو گے؟ فرمایا۔ انہوں نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ وہ فقیہہ ہیں۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن کے علم کے حصول کی دعا فرمائی۔ دوزخ سے بچانے کی اللہ سے درخواست کی۔ کیا کسی کافر یا منافق کے بارے میں اللہ کا رسول ایسی دعائیں کرتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام دھرنے والا درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھانے کی باتیں کرتا ہے۔ جس کا انجام وہ خود سمجھ لے۔ پھر حبرالامت رأس الفقہاء من الصحابہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کی صحابیت، فقاہت اور اصابت رائے کی دو ٹوک انداز گواہی دیں۔ ان کے صحابی ہونے کا انکار کرنے والے عبد الرحیم، محدث ہزاروی اینڈ کمپنی ایسے ازلی بدبختوں کی کون سنے گا۔ کہاں پدی اور کہاں پدی کا شوربہ اسی محکمہ سے تعلق ہے۔

مجمع البحرین کے مصنف کا جسے بڑے طمطراق سے "محقق اسلام" لکھا گیا۔ یہ سب لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نعلین کی ہمسری بھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اس قابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کی گمراہی اور حاسدوں کے حسد سے ہم سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔

سوال نمبر (۹)

وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں چھپی کتاب مرأۃ التحقیق نے لکھا کہ وہ نہ خلیفہ نہ صحابی اور نہ مہاجر ہے؟

جواب:

ازلی بدبختی کا اندازہ کریں۔ کہ وہ "محمدی پریس" میں کسی کتاب کا چھپ جانا کتاب کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور پھر مرأۃ التحقیق کتاب کا نام لکھا نہ معلوم اس کا مصنف کون ہے۔ کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا صفحہ نمبر کیا ہے جس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی، خلیفہ اور مہاجر ہونے کی نفی موجود ہے؟ چوروں کی طرح بے نام و نشان بات کر کے اسے ان حضرات کے مقابلہ میں پیش کرنا جن کی شخصیت مسلم اور جن کی علمیت پر دنیائے اسلام متفق ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی بخاری شریف میں ہر حدیث درج کرنے سے قبل روضۂ رسول ﷺ پر استخارہ کیا۔ اور پھر اس سے جو ایک حدیث ہم گزشتہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔ ان کی طرف سے مروی ہے۔ جو صحابی رسول، فقیہہ اور مجتہد ہیں۔ اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ ایک طرف بخاری شریف اور دوسری طرف "مرأۃ التحقیق"، ایک طرف حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری طرف "ابو الحسنات قدسی فاروقی"، اس تقابل سے ہر ذی شعور یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ بخاری شریف اور حضرت ابن عباس رضؓ کا قول

ہی معتبر ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کو بخاری شریف کا نام کب گوارا ہے۔ اُسے اپنے جیسے دجال اور کذاب اچھے لگتے ہیں۔ ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر زاغ با زاغ

سوال نمبر (۱۰)

وہ کون ہے جو سورہ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا؟

جواب اوّل:

صحابی کی تعریف اجماع امت کے مطابق یہ ہے، ”جس نے ایمان کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور اسلام پر ہی اس کا وصال ہوا ہو، اس تعریف کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کامل صحابی ہیں۔ کیونکہ آپ نے ایمان بھی قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ اور ایمان پر ہی انتقال فرمایا۔ ان اوصاف پر کتب احادیث اور کتب سیرت بھری پڑی ہیں۔ ایمان لانے کے ساتھ آپ کو وحی کی کتابت کی ذمہ داری بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سپرد کی تھی۔ بلکہ علامہ ابن حجر مکی ”تطہیر الجنان“ میں ص ۱۲ پر لکھا ہے ”وہ صاحب سرّی معاویہ بن سفیان۔

فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَقَدْ نَجٰی وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ“ یعنی حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں میں سے گیارہ آدمی یہ بھی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف، ابو عبیدہ بن جراح، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، چاروں خلفاء راشدین اور آخر میں فرمایا۔ میرا رازدان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان۔ جس نے ان سے محبت کی وہ نجات پا گیا۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو اپنا رازدان کیوں بنایا؟ ”لِكَوْنِهٖ كَاتِبَهٗ وَاَمِيْنَهٗ عَلَى الْاَسْرَارِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالتَّنْزِيْلِ الرَّحْمَانِيَّةِ“ اس لیے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ (کی وحی) کے کاتب تھے۔ اسرار الٰہیہ کے امین تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والے احکام کے رازدان تھے۔

اب جبکہ صحابی کی تعریف اور اس سے زیادہ فضیلت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے حاصل ہے۔ تو پھر عبدالرحیم وغیرہ کا سرے سے ان کی صحابیت کا انکار کرنا۔ اور صحابی کی تعریف سے انہیں خالی قرار دینا کون تسلیم کرے گا۔ ہم نے صحابی کی جو تعریف ذکر کی ہے۔ وہ امت کے علماء کی متفقہ ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے صحابی کی اپنی طرف سے تین تعریفات وضع کیں۔ اور پھر ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ”صحابیت“ سے نکالنے کے لیے بہت بڑا دھوکا دینے کی کوشش کی۔ یہ اس کی یا تو انتہائی حماقت وجہالت ہے۔ یا پھر بہت بڑی مکاری۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ”صحابی“ کی تین تعریفیں کسی نے نہیں کیں۔ اور نہ ہی سورۂ فتح میں صحابی کی تعریفوں کا ذکر ہے ہاں سورۂ فتح کے آخری رکوع میں صحابہ کرام کی تین صفات اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائیں۔

۱۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ ۲۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ ۳۔ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔

یعنی کفار کے لیے بڑے سخت آپس میں نہایت نرم دل اور بکثرت نماز سے اللہ تعالیٰ کا فضل ورضا چاہنے والے ہیں۔ ان تین صفات کو صحابی کی تین تعریفیں قرار دینا کوئی جاہل بھی اسے نہ کرے گا۔ اگر عبدالرحیم رافضی ان صفات کو تعریفات سمجھتا ہے۔ تو پھر اس جاہل کو جب صفت اور تعریف کا فرق ہی معلوم نہیں تو

اس کے الزامات و سوالات کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کیا وقعت رکھتے ہوں گے۔ اگر لفرضِ محال ان صفات کو تعریفات ہی سمجھ لیا جائے۔ تو پھر اسی سورت میں اور بھی صحابہ کرام کی صفات آئی ہیں۔ مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ الخ بے شک جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف جو اللہ نے اپنی بیعت سے تعبیر فرمایا۔ صحابہ کرام کو یہ صفت صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عطا ہوئی۔ اور جو اس واقعہ میں شریک نہ تھے یا بعد میں مشرف با سلام ہوئے۔ وہ اس صفت سے محروم رہے۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو اس صفت سے محرومی کی بنا پر "وہ صحابی" کہنا درست نہ ہوگا۔ حالانکہ ہزاروں صحابہ کرام اس صفت کے بغیر بھی صحابی ہوئے۔ جن پر قرآن گواہ ہے۔ فتح مکہ کے دن اتنا ہجوم تھا۔ جو مشرف با سلام ہونا چاہتے تھے جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت آگئی۔ تو آپ نے لوگوں کو فوج در فوج دین میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہودیوں نے لوگوں کو کہہ رکھا تھا۔ کہ اگر یہ آخر الزمان سچے پیغمبر ہوئے۔ تو یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھر مکہ کو فتح کریں گے یہ سب باتیں ہماری کتابوں میں درج ہیں۔ لوگوں نے ان کی پیش گوئی یاد رکھی ہوئی تھی۔ اور آپ کی صداقت کے بارے میں اس کے پورا ہونے کے منتظر تھے جونہی مکہ فتح ہوا۔ تو لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ وہ سب صحابی بن گئے۔ اگر سورۂ فتح میں مذکور صفات کو صحابی کی تعریف، قرار دیا جائے۔ تو اتنی بڑی تعداد صحابیت سے محروم ہو جائے گی۔ اس سے آپ حضرات

کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی کا امیر معاویہ سے بغض و حسد نے کہیں کا نہ رہنے دیا۔ ان کی صحابیت کی انکار کے طریقے سے ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام کو "صحابیت" سے نکال دیا۔ یہ نتیجہ بغض و حسد کے علاوہ صفت اور تعریف میں فرق و امتیاز نہ کرنے کی بنا پر ہوا۔ گویا جہالت و حسد و بغض نے بے ایمان کر دیا۔ (والعیاذ باللہ)

دوم جواب:

جو کچھ اوپر لکھا گیا۔ وہ دراصل عبدالرحیم کی جہالت کی تصویر تھی۔ اب ہم اس طرف آتے ہیں۔ کہ کیا مذکورہ تین صفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں موجود نہ تھیں۔؟ آیئے واقعات و حقائق سے اس کی تحقیق پیش کریں۔

۱۔ کفار کے لیے نہایت سخت۔ جب ہم فتح قسطنطنیہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس صفت کے اعلیٰ موصوف نظر آتے ہیں۔ ورنہ یہ فتح حاصل نہ ہوتی۔ میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۳۹۱ تا ۴۰۰۔ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ اصرار کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس جنگ کی اجازت لی۔ ۲۸ھ میں یہ جنگ لڑنے کے لیے خود بنفس نفیس امیر معاویہ رضؓ اس میں شریک ہوئے۔ بخاری شریف میں آیا ہے۔ وجبت لهم یعنی جنگ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لیے جنت واجب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ میں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اور یہ کہ آپ جنتی مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ علاوہ ازیں امام شعرانی نے لکھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ اور دوسری جنگوں میں فتح کی

بدولت ہزاروں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا اسلام پھر ان کی آنے والی نسلوں کا اسلام یہ سب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامۂ اعمال میں جاتا ہے۔ بہرحال اس کثیر تعداد فتوحات کے حامل شخص کو اگر کوئی بدبخت کہے۔ کہ وہ کافروں کے لیے سخت گیر نہ تھا۔ تو اس سے بڑا احمق کون ہو سکتا ہے۔

۲۔ آپس میں نہایت مہربان۔ رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس صفت کے پائے جانے کا انکار کیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ تمام صحابہ کرام تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ لیکن یہ اُن کے ساتھ سخت رویّہ رکھتے تھے۔ کیا حقیقت یہی ہے گذشتہ اوراق میں آپ نے جو کچھ پڑھا۔ اُس کے پیش نظر اگر یہ بدبخت رافضی، قرآن کریم، اقوال و ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام سے تعلقات اور علی المرتضیٰ رضی و حسنین کریمین کا امیر معاویہ کے ساتھ تعلق پر ایک نظر ڈالتا۔ تو اسے سب کچھ واضح ہو جاتا۔ رسول اللہ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ رض کو ہادی و مہدی بنا۔ اے اللہ! امیر معاویہ کو کتاب کا علم فرمایا۔ جہنم کی آگ سے اسے محفوظ رکھ۔ اور کتابت وحی کی ذمہ داری کو بھی سامنے رکھا جاتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اپنا رازدان بنانا بھی پیش نظر رہتا۔ امیر معاویہ رض کے بوقت انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن شریف آنکھوں پر رکھنے کی وصیت کرتا اور چادر مبارک میں کفن اپنے کی وصیت یہ سب باتیں اس رافضی کے پیش نظر ہوتیں۔ تو "رحماء بینھم"، کا قطعاً انکار نہ کرتا۔ یہ باتیں اور یہ وصیتیں دو دشمن باہم نہیں کیا کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ میرے سسرال کو بُرا مت کہو۔ کیا امیر معاویہ سسرالِ رسول سے باہر ہیں؟ کیا آپ کی زوجہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

امیر معاویہ کی حقیقی بہن نہیں؟ ادھر اس رافضی کی بکواس اور ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ میں "رحماء بینھم" کی صفت کامل اور اتم طور پر بھی موجود تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ اجتہادی خطا کی وجہ سے امیر معاویہ رض کی جنگ ضرور ہوئی۔ لیکن یہ جنگ "رحماء بینھم"، کے خلاف نہیں ہے۔ اگر واقعی یہ جنگ بغاوت تھی۔ تو دونوں طرف کے مقتولین کو حضرت علی المرتضیٰ شہید کیوں فرماتے؟ شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ رض ان کا ذکر سن کر آنسو بہایا کرتے تھے اور اوصاف بیان کرنے والوں کو انعام دیا کرتے تھے۔ اور پوچھتے کہ علی المرتضیٰ رض ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے ان کی صفات بیان کیں۔ جیسا کہ امالی صدوق ص ۳۷۱۔ المجلس الحادی والتسعون وغیرہ کتب اہل سنت میں بھی موجود ہے۔ باقی رہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد تو تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۰۰ میں اس کی وضاحت تفصیلی مذکور ہے۔ کہ حسنین کریمین نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے جتنے وعدے کیے۔ ان کو ایفا فرمایا اور خود رافضیوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سونے کے ہر سال دس ہزار دینار بطور نذرانہ امام حسین کو پیش کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے میوہ جات اور اجناس خوردنی بھی دیا کرتے تھے۔ مقتل ابی مخنف ص ۵ پر یہ مذکور ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر صرف یہ ایک بات ہی دیکھی جائے۔ کہ حسنین کریمین نے امیر معاویہ رض کی برضا و رغبت بیعت کی۔ اور تادم آخر اس پر قائم رہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حسنین کریمین ایسے شخص کی بیعت کریں۔ جو فاسق و فاجر نہیں بلکہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہے؟ یہی امام حسین رض ہیں۔ کہ کربلا کے میدان میں سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن یزید کی بیعت پر راضی نہ ہوئے

کیونکہ انہیں اپنے والد ماجد کی یہ آخری وصیت یاد تھی۔ وَأْمُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ کو ہاتھ سے مت چھوڑنا۔ اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا۔ تو تم پر ایسے ظالم حاکم مسلط ہو جائیں گے۔ کہ تم دعا کرو گے۔ مگر وہ قبول نہ ہوگی۔ نہج البلاغہ پر موجود ہے۔

قارئین کرام! حسنین کریمین نے امر بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رض کو امت کا خیر خواہ، حقیقی مسلمان سمجھا تھا۔ تو بیعت کی تھی۔ خلاصہ کلام یہ کہ عبدالرحیم رافضی بے چارے کو صحابی کی تعریف ہی سمجھ نہ آئی۔ اور صفت کو تعریف سمجھ بیٹھا۔ علاوہ ازیں اس نے جن صفات کو صحابی کی تعریف قرار دے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابیت سے نکالنے کے لیے حقین کیا۔ اس میں بھی اس نے بددیانتی کا خوب مظاہرہ کیا۔ اور اسے واضح نہ کیا۔ بلکہ گول مول کر گیا۔ یہ اس لیے تھا کہ اہل عقل و خرد اس پر غور نہ کر سکیں۔ اور اس کی حقیقت کو نہ پہچان سکیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جن صفات کا اس رافضی نے امیر معاویہ میں موجود ہونے کا انکار کیا۔ وہ آپ میں کامل طور پر موجود تھیں۔ رہا رضی اللہ عنہ، کا معاملہ تو قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ پ۱۱ رکوع ۲) وہ لوگ جن کا نام اولین مہاجر و انصار میں نہیں آتا۔ لیکن انہوں نے ان کی اتباع کی۔ ان سب سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اقوال، حسنین کریمین کی بیعت وغیرہ یہ وہ امور ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مذکورہ تینوں صفات موجود ہیں۔ آخری صفت یعنی رکوع و سجود میں رہنا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اس کی تفصیل میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۵ صفحہ ۲۰۳ میں گزر چکی ہے۔ جس سے

واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رض کے شب و روز کس طرح بسر ہوتے تھے۔ شیعہ مؤرخ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کی ایک ساعت بھی ایسی نہ تھی۔ جو رضائے الٰہی کے بغیر گزری ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نہایت رحم دل تھے۔ اور خوف خدا سے آپ کا دل لبریز تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

سوال نمبر (۱۱)

وہ کون ہے جسے اپنے والد کے زنا پر پچاس گواہیاں لے کر باپ کے ولد الزنا (حرامی) زیاد کو قرآن و سنت سے منکر ہو کر بھائی اور وارث بنایا؟

جواب:

اس اعتراض کی مفصل بحث ہماری اسی کتاب میں موجود ہے۔ مودودی کے پہلے اعتراض کے جواب میں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔ اور میرا سب سے بڑا بیٹا علامہ مولانا قاری محمد طیب میری کتاب مذہب شیعہ میں لکھی گئی تیرہ جلدوں کی ایک تفصیل فہرست لکھ رہا ہے۔ بہت جلد مارکیٹ میں آ رہی ہے۔ جس سے قارئین کرام کو کسی مسئلہ کی تلاش میں بہت آسانی ہو جائے گی۔ یہ کام حضرت پیر طریقت سید باقر علی شاہ صاحب حضرت کیلیانوالی سرکار کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے۔

اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ اگر زیاد ویسا ہی تھا جیسا عبدالرحیم وغیرہ

نے بتایا۔ تو پھر کیوں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فارس کا اسے گورنر بنائے رکھا؟ فارس کا گورنر رہنا ایک حقیقت ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا قابل اعتماد آدمی تھا۔ اور اگر وہ ویسا ہی ہوتا جیسا ان ظالموں نے پیش کیا۔ تو آپ اسے فارس کا ہرگز ہرگز گورنر نہ بناتے۔ اس الزام کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ دورِ جاہلیت کے نکاح کے مطابق یہ شخص حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا لڑکا بنا۔ شریعت نے اگرا گرچہ سابقہ نکاحوں کو ختم کر دیا۔ لیکن ان سے جو کچھ ہو چکا اُسے معاف کر دیا تھا۔ اس کی مفصل بحث ہم نے مقدمہ ابن خلدون کے حوالے مذکورہ مقام پر درج کر دی ہے کتاب عنقریب بازار میں آ رہی ہے۔ وہاں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

سوال نمبر (۱۲)

وہ کون ہے جس نے حجر بن عدی اور ان کے بارہ صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا؟ جن کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پر اللہ اور آسمان والے غضب ناک ہوں گے۔

جواب:

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ کہ عبدالرحیم علیہ ما علیہ کا اعلان تو یہ ہے۔ کہ میرا کوئی حوالہ غلط ثابت ہو جائے تو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اس سوال نمبر ۱۲ کا

کون سا حوالہ دیا؟ اس حوالہ کی کیا حقیقت ہے؟ یہ تو کذاب لوگوں کا وطیرہ ہے۔ ضابطہ یہ ہے۔ کہ فضائل میں ضعیف روایت بھی تسلیم لیکن احکام اور جرح کے معاملہ میں روایات صحیحہ کا ہونا ضروری ہے۔ اس سوال کو ہم نے تحفہ جعفریہ جلد پنجم کے ص ۳۰۷ تا ۳۷۹ پر بسط و تفصیل سے لکھا ہے۔ اس اعتراض کا جواب وہاں سے آپ کو دستیاب ہو جائے گا۔

سوال نمبر (۱۳)

وہ کون ہے؟ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی۔ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ ام سلمٰی و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا بدستور گالی اور لعن طعن کرتا رہا؟

سوال نمبر (۱۴)

وہ کون ہے؟ جس سے علی کی گالیوں لعن طعن پر ام سلمٰی اور صحابہ نے کہا تم علی اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتے ہو اس میں تو اللہ و رسول بھی آتے ہیں۔ پھر بھی باز نہ آیا۔

جواب:

اس مشہور اعتراض کا بھی تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۶۴ تا ۳۷۲، اور پھر جلد پنجم کے ص ۹۴۱ تا ص ۱۷۱ دیکھا جا سکتا ہے۔ ان تمیں صفحات کا مضمون دوبارہ لکھنا طوالت اور تکرار کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ مختصراً یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایات ایسی ملتی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ لعن طعن کیا۔ ان تمام روایات کے راوی رافضی شیعہ ہیں۔ اس لیے وہ حجت نہیں۔ کیونکہ یہ بات سبھی جانتے ہیں۔ کہ شیعوں رافضیوں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف نہیں

ہو سکتی۔ اور نہ ہی ان کے فضائل و مناقب ان کے قلم سے باہر آ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں
ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ کہ آپ کے خطبات میں جہاں لعن طعن کا ذکر ہے۔ وہ
قاتلانِ عثمان کے بارے ہیں ہیں۔ لیکن ظالم رافضیوں نے انہیں حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی بجائے ان کی نسبت علی المرتضٰی کی طرف کر کے دھوکا
دیا۔ ان کا عقیدہ بھی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت میں علی المرتضٰی کا بھی ہاتھ
تھا۔ حالانکہ تاریخ یعقوبی اور فقیر کی کتب میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ علی المرتضٰی
نے فرمایا۔ میں خانہ کعبہ اور حجر اسود کے درمیان قسم اٹھانے کو تیار ہوں کہ عثمان غنی
کے قتل میں میرا قطعاً ہاتھ نہیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ جبکہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ
نے اپنے دونوں صاحبزادوں حسن وحسین کو حضرت عثمان کے محاصرہ کیے جانے
کے دنوں میں ان کا پہرہ دار مقرر فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں نہج البلاغہ کا حوالہ ابھی چند سطور قبل گزر چکا۔ کہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ
نے اپنا دین، اپنا نبی وغیرہ ایمانیات اور معاویہ کے دین، و نبی کو ایک ہی فرمایا۔
اور نہ وہ ہم پر اور نہ ہم ان پر فضیلت کے خواہاں ہیں۔ مگر خون عثمان رض کی وجہ
سے مجھ پر شبہ کیا جانے لگا۔ حالانکہ ان کے قتل میں میرا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔
ان چند سطور سے آپ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کی ہرزہ سرائی کی حقیقت معلوم
کر چکے ہوں گے۔ تفصیل کے لیے ہمارے مذکورہ حوالہ کتب کا مطالعہ فرمائیے۔

سوال نمبر (۱۵)

وہ کون ہے جسے ابو الکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے
باغیوں کا سرغنہ قرار دیا۔؟

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، کاتب وحی اور رازدانِ احکام الٰہیہ کو

بلا دلیل حرام زادہ وہی کہتا ہے۔ جو خود حرام زادہ ہو۔ جیسا کہ ولید بن مغیرہ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زبان درازی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت لوگوں
پر عیاں کر دی۔ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍ۔ وہ حرام زادہ ہے۔ اب ابو الکلام
یا عبدالرحیم یا محدث ہزاروی کے لیے قرآن تو نہیں اترے گا۔ لیکن قرآنی ضابطہ تو
ان پر فٹ آ سکتا ہے۔ ان ظالموں کو خوفِ خدا اور آخرت میں جوابدہی بالکل یاد
نہیں۔ وہ جس کے بارے میں اللہ کا رسول ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں کرے
اس کے لیے اور دعائیں ارشاد فرمائیں۔ وہ کہ جس کو ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ فقیہ و
مجتہد کہیں۔ اس شخصیت کو یہ بد باطن اس قسم کے گھٹیا الفاظ سے یاد کریں۔ ہر
قاری یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اللہ، اللہ کا رسول اور اس کے صحابہ کے ارشاد سچے اور حقیقت
پر مبنی ہیں۔ ان گالی دینے والوں کو گالیاں خود ان کے منہ پر ہی لوٹ رہی ہیں۔ انہیں
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شیشہ میں اپنی شکل، اپنے کرتوت اور اپنی حقیقت ہی نظر
آ رہی ہے۔

سوال نمبر (۱۶)

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر و مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی۔ کہ
فتح مکہ، بدر و احزاب و حدیبیہ کا بدلہ لینا مکہ و مدینہ تباہ کرنا تو اس نے ایسا ہی کیا۔

جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت یزید کو مذکورہ وصیت
کی۔ اس کا ثبوت کسی معتبر حوالہ سے باسند صحیح دیا جاتا۔ تب اس کا کچھ وزن بنتا۔
جس کا نہ حوالہ نہ کوئی ثبوت ایسی بے پر بات کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ عبدالرحیم
دیوبندی رافضی کے پاس اگر اس بارے میں کوئی واضح اور سند صحیح کے ساتھ
حوالہ ہے۔ تو پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ ورنہ ایسے خرافات سے

بہرحال اس کا نفاق اور بد دینی تو بالکل ظاہر ہو چکی ہے۔ رافضی کتب میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتقال کے وقت وصیتوں کا ذکر ملتا ہے۔ جو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یزید کو کیں۔ آئیے ایک آدھ حوالہ اس بارے میں دیکھیں۔

مقتل ابی مخنف:

وَكَانَ يَبْعَثُ اِلَيْهِ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ اَلْفَ اَلْفِ دِيْنَارٍ سِوَى الْهَدَايَا مِنْ كُلِّ صِنْفٍ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۷)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔ اور یہ رقم ہر قسم کے ہدایا اور تحفہ جات کے علاوہ ہوا کرتی تھی۔

اسی کتاب کے ص ۸ پر موجود ہے۔ آپ نے یزید کو وصیت کی۔ کہ تیرے دور خلافت میں شیعہ لوگ امام حسین کو تیرے مقابل لا کھڑا کریں گے۔ اگر تو مقابلہ میں کامیاب بھی ہو جائے۔ تو بھی قرابت رسول کا لحاظ رکھنا۔ (امام حسین رضہ کو کوئی تکلیف نہ دینا) کیونکہ اس کا باپ تیرے باپ سے اس کا نانا تیرے نانا سے اور اس کی ماں تیری ماں سے بہت اچھے اور بلند مرتبہ حضرات ہیں۔ اس قسم کی اور وصایا منقول ہیں جنہیں ہم نے اسی کتاب "دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ" میں لکھا ہے۔ ان تمام وصیتوں کو دیکھ کر عبد الرحیم رافضی کے اعتراض سے خود اس کی کور باطنی سامنے آتی ہے۔

سوال نمبر (۱۷)

وہ کون ہے جس کی ماں نے امیر حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چبایا اور خود اس نے علی اور رسول اللہ کو گالی دیں اور لعن و طعن کیا؟

جواب:

عبد الرحیم رافضی وغیرہ کا یہ الزام ایسا ہے کہ جس سے ہر ایماندار کا دل لرز اٹھتا ہے جس کے دل پر بدبختی کی مہر لگ چکی ہو اس کا راہ راست پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ (ہندہ) نے قبل اسلام واقعی ہی امیر حمزہ کے ساتھ مذکورہ سلوک کیا تھا۔ لیکن اسلام لانے کے بعد انہیں وہی الزام دینا یا ان کے فعل سے ان کے بیٹے پر الزام دھرنا از روئے شرع درست نہیں۔ علامہ ابن حجر مکی "تطہیر الجنان ص [illegible]" میں لکھتے ہیں۔ کہ ہندہ نے جب ایمان قبول کر لیا۔ تو ان کا ایمان بہت اچھا تھا۔ زمانہ کفر میں اسے جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اس قدر آپ کی محبت موجزن ہو گئی۔ پھر حدیث پاک میں آتا ہے۔ اَلْاِسْلَامُ يَجُبُّ مَا قَبْلَهٗ۔ اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس ارشاد نبوی کے پیش نظر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دور کفر کے فعل پر اعتراض کرنا نری حماقت اور خبث باطنی ہے۔ اسی ارشاد نبوی کے تحت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ صحابی وحشی کے مقام و مرتبہ کو اویس قرنی بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وحشی نے اگرچہ دورِ جاہلیت میں اور اسلام لانے سے قبل حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا۔ جو شہید ہونے کے بعد کلیجہ چبانے اور سینہ چیرنے کا فعل بہرحال تھوڑا جرم ہے۔ اس وحشی نے جب اسلام قبول کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ جب ان کا مقام اویس قرنی نہ پا سکے۔ حالانکہ اویس قرنی کا مقام و مرتبہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ تو ہندہ کے اسلام لے آنے کے بعد ان کا گناہ ابھی تک عبد الرحیم دیوبندی رافضی کو کھٹک رہا ہے۔ اسلام اور بانیٔ اسلام ان سے راضی لیکن یہ نام نہاد مسلمان بد باطن رافضی اب بھی اُن باتوں کو

اچھال کر اپنے نامۂ اعمال میں گندگیوں کا اضافہ کیے جا رہے ہیں

سوال نمبر (۱۸)

وہ کون ہے جس نے آل واصحاب سے باغیانہ جنگ کی ہے۔ اور مرتے وقت کپڑوں کے تبرک کا فریب کیا۔ اور بغاوت پر مرا؟

جواب:

اگر بقول عبدالرحیم رافضی یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آل واصحاب کے ساتھ باغیانہ جنگیں لڑیں لیکن اس سے یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ جب یہ جنگیں ختم ہو گئیں۔ تو پھر آل واصحاب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی۔ بیعت کرنے والوں میں سے امام حسن وحسین بھی تھے۔ یہ بیعت خوشی خوشی سے ہوئی۔ اور دوسروں کو بھی بیعت کا حکم دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:

قَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ، فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِي يعني الحسن عليه السلام۔

(رجال کشی ص ۱۱۲ تذکرہ قیس بن سعدہ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ: (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن وحسین رض کو بمعہ ان کے ساتھیوں کے شام میں بلایا۔ جب یہ سب آگئے۔ تو گفتگو کے اختتام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا۔ امام حسن! اٹھیے اور میری بیعت کیجئے۔ آپ اٹھے اور بیعت کی پھر امام حسین کو اٹھ کر بیعت کرنے کا کہا انہوں نے بھی بیعت کی۔ پھر غلام قیس کو فرمایا۔ اٹھ کر بیعت کرو۔ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی تاکہ آپ کی مرضی معلوم کر سکے۔ آپ نے فرمایا۔ اے قیس! وہ یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ میرے امام ہیں؛۔

یہاں بلا جبر و اکراہ دونوں امام بمعہ معتقدین کے بیعت کرتے ہیں۔ اور اُدھر جب یزید کی بیعت کا معاملہ آیا۔ تو سارا کنبہ شہید کروا دیا۔ حتیٰ کہ خود بھی جامِ شہادت نوش فرمایا۔ لیکن بیعت نہ کی۔ اگر ان اماموں کے دل میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نفرت ہوتی۔ اور انہیں اس منصب کے قابل نہ سمجھتے۔ تو ہرگز ہرگز بیعت نہ کرتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آل رسول اور آل رسول کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلوک آپ نے ان رافضیوں کی کتب سے ملاحظہ فرمایا۔ ان واقعات کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ادھر ادھر کے الزامات تھوپنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی "جہنمی کتا ہے"

اعتراض کا دوسرا حصہ تبرکات سے تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زندگی میں بڑی محنت اور کوشش سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن شریف اور کپڑے حاصل کیے؛ پھر آخر وقت میں وصیت کی۔ کہ میرے مرنے کے بعد آپ کے ناخن شریف میری آنکھوں پر رکھے جائے۔ اور کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ اسے فریب کہنا ظلم عظیم ہے۔ انسان زندگی میں تو فریب کرتا ہے۔ لیکن مرتے وقت فریب اور دھوکے سب بھول جاتے ہیں۔ امیر معاویہ رض نے ازروئے فریب نہیں بلکہ ازروئے عقیدت ایسا کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

آخر میں عبدالرحیم رافضی کا یہ کہنا کہ ان کی بغاوت پر موت ہوئی۔ بغاوت کسی خلیفہ یا امیر برحق کے خلاف ہوتی ہے۔ جب موجود تمام صحابہ کرام اور حسنین کریمین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تھی۔ انہیں خلیفہ تسلیم کرلیا تھا۔ تو پھر کسی کے خلاف بغاوت کیسے ہوئی؟ اس لیے یہ اعتراض بھی بغض و عداوت کی تصویر پیش کررہا ہے۔

سوال نمبر (۱۹)

وہ کون ہے۔ جس نے پچیس ۲۵ لاکھ کی رشوت دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیکر قتل کروایا۔ اور اس کا الزام اس کی بیوی جعدہ پر لگایا؟

جواب:

اس کا تفصیلی جواب "تحفہ شیعہ جلد ۵ ص ۲۰۲ تا ۲۱۸" میں مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے برادر بزرگ امام حسن رضی سے بار بار پوچھا کہ بتلائیے آپ کو کس نے زہر دیا؟ آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ یہی بات کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ اور کامل ابن اثیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ جب زہر دیئے گئے نے نہیں بتایا۔ اور سگے بھائی کو معلوم نہیں۔ تو عبدالرحیم اینڈ کمپنی کو کس نے بتایا۔ کہ زہر دینے والے امیر معاویہ رضی تھے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ کچھ واہی تباہی لکھنے والوں نے اس قسم کی روایات لکھی ہیں۔ جن کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔

سوال نمبر (۲۰)

وہ کون ہے جس نے علی سے ننانوے جنگیں کرکے ان کی شہادت کا بندوبست مغیرہ ابن شعبہ کے ذریعہ کراکے کیا؟ اور رویا اور بیوی سے شرمندہ کیا؟

جواب: رافضی کے اس الزام کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ جو بکثرت کتب

میں بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی کے درمیان دومۃ الجندل پر صلح ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک ایک حکم مقرر ہوا۔ ابوموسیٰ اشعری، حضرت علی المرتضیٰ کی طرف سے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن العاص تھے۔ اس صلح کو دیکھتے ہوئے علی المرتضیٰ کے لشکر کے خارجیوں نے "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" یعنی حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ کا نعرہ بلند کیا۔ ان خارجیوں نے امیر معاویہ، علی المرتضیٰ اور عمرو ابن العاص کو حکم خدا کا منکر بنا کر کافر قرار دے کر ان سے علیحدگی اختیار کرلی۔ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ نے ان خارجیوں سے مشہور جنگ "جنگ نہروان" لڑی۔ پھر ان خارجیوں نے مذکورہ تینوں حضرات کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ایک ہی تاریخ مقرر کی۔ اس مقررہ تاریخ پر وہ علی المرتضیٰ کو شہید کرنے میں تو کامیاب ہوگئے۔ لیکن دوسرے دونوں حضرات پر ان کا داؤ نہ چل سکا۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کا انتظام ان خارجیوں نے کیا تھا۔ جنہیں علی المرتضیٰ نے اپنی فوج سے نکالا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس میں قطعاً دخل نہ تھا۔ بلکہ وہ تو خود ان خارجیوں کا نشانہ تھے۔

سوال نمبر (۲۱)

وہ کون ہے جس نے آل رسول سے ننانوے باغیانہ جنگ کرکے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی قتل کیے اور خدا کا خوف نہ کیا؟

جواب:

اس بد باطن رافضی کو بار بار ننانوے جنگیں یاد آتی ہیں۔ اور ان کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرکے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی کے درمیان جنگیں اجتہادی غلطی کی

بنا پر ہوئیں۔ اس لیے دونوں طرف سے کام آنے والے حضرات شہید ہیں۔ یہ لڑائیاں کسی بغض وعناد کی وجہ سے نہ تھیں۔ ورنہ ایک لاکھ ستر ہزار صحابیوں کا قاتل جنتی نہ ہوسکتا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے خود دونوں طرف سے مرنے والوں کو شیعہ کہا ہے۔

مجمع الزوائد:

عن یزید بن اصم قال قال علیؓ رضی اللہ عنہ قَتلَایَ وَقَتلُ مُعاوِیة فِی الجَنَّةِ۔ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا)

(مجمع الزوائد مصنفہ حافظ ابوبکر ھیثمی جلد۵ جزء۹ ص ۳۵۷ باب ماجاء فی معاویہ ابن سفیان مطبوعہ مصر)

ترجمہ: یزید بن اصم کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میری طرف اور امیر معاویہ رضؓ کی طرف کے مقتولین جنتی ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے صاف صاف اعلان فرمایا۔ کہ میرے اور امیر معاویہ رضؓ کے درمیان ہونے والی جنگوں کے تمام مقتولین جنتی ہیں۔ یہ اعلان بتا رہا ہے۔ کہ ان دونوں کے درمیان بنیادی اختلاف ہوا۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بغض وعناد کی وجہ سے لڑتے تو ان کی طرف کے مرنے والوں کو حضرت علی المرتضٰی جنتی نہ فرماتے۔ اس اعتراض وجواب کی مزید وضاحت تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۳۱ تا ۵۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۲۲)

وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو دنگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کیے۔ منبر رسول لے جا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گرہن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حرم کعبہ اور حرم مدینہ کو دنگل بنانے کا الزام اس رافضی کا من گھڑت شوشہ ہے۔ اگر ثابت کردے کہ ان کے دور میں ایسا ہوا۔ جس کی وجہ سے لاتعداد صحابہ کرام شہید ہوئے تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ رہا منبر رسول کا واقعہ تو وہ اگرچہ ضعیف روایات میں آتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضؓ نے اسے منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس ارادے کے پیچھے نیک نیتی تھی۔ وہ یہ کہ اس بابرکت منبر سے اہل شام برکت حاصل کریں۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ رافضی عبدالرحیم کا یہ کہنا کہ سورج کو گرہن لگ گیا۔ اور دن کے وقت تارے نظر آنے لگے۔ یہ بھی اصل واقعہ کی طرح من گھڑت قصہ ہے۔

سوال نمبر (۲۳)

وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا۔ جس کے حق حضور علیہ السلام نے متواتر حدیث میں فرمایا۔ عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کرے گا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی دیوبندی کا دعوٰی ہے کہ واقعہ مذکورہ حدیث متواتر میں آیا ہے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حدیث متواتر سے یہ جہنمی ثابت کر دکھائے۔ اور بخاری وغیرہ کسی حدیث کی کتاب سے ثابت کردے۔ تو میں اس کو ایک لاکھ روپیہ نقد انعام دوں گا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بخاری شریف کے شارحین علامہ بدرالدین عینی ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی وغیرہ سب نے لکھا ہے۔ کہ جہنم والا جملہ امام بخاری

کلمہ نہیں بلکہ الحاقی ہے۔ یہی اس رافضی دیوبندی کا اصل مقصود تھا۔ جو اس کے دعوے سے قطعاً مطابق نہیں۔ اس الزام کا تفصیلی جواب فقیر کی تصنیف تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۴۴ تا ۵۵۶ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر (۲۴)

وہ کون ہے جس نے خیر التابعین اویس قرنی کو صفین میں قتل کیا؟ جس نے امت کے لیے دعا کرانے کو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

جواب:

پچھلے ایک سوال کے جواب میں گزر چکا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ دراصل ایک اجتہادی خطا پر مبنی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لینے میں جلد بازی کی بجائے ذرا تاخیر حالات کے مطابق بہتر ہے۔ جب حکومت مضبوط ہو جائے گی۔ تو پھر ان کو گرفت میں لیا جائے گا۔ کیونکہ ابھی قاتلانِ عثمان کا قصاص نئی نئی حکومت کے لیے عدم استحکام پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ و زبیر ایسے جلیل القدر صحابہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے فوری قصاص لیا جانا چاہیئے۔ اسی اجتہادی اور اختلاف رائے کی بنا پر جنگ صفین اور جنگ جمل ہوئیں۔ جب ہم اصل وجہ کو دیکھتے ہیں۔ تو یہی نظر آتا ہے۔ کہ فریقین کی رائے نیک نیتی پر مبنی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان جنگوں میں دونوں طرف سے مرنے والے صحابہ کرام وغیرہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ خود علی المرتضٰے کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ میری طرف اور امیر معاویہ کی طرف سے تمام قتل ہونے والے شہید ہیں۔ اس کا حوالہ گزر چکا ہے جنگ صفین کے خاتمہ کے بعد علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے اطراف و اکناف کے صوبوں

کے والیوں کو خطوط لکھے۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی لڑائی حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص لینے میں اختلاف کی وجہ سے ہوئی۔ لوگوں کو میرے متعلق گمان ہے۔ کہ شہادت عثمان رض میں میرا کوئی دخل ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں اس سے بالکل بری ہوں۔

قارئین کرام! ان حقائق اور تاریخی شواہدات کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رض کو حضرت اویس قرنی کا قاتل قرار دینا کہاں تک درست ہے؟ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات تو رافضی عبدالرحیم بھی مانتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت اویس قرنی کو قتل نہیں۔ بلکہ یہ من جملہ ان تمام مقتولین میں سے ایک ہیں۔ جو جنگ صفین میں دونوں طرف سے مارے گئے۔ اور جیسا کہ گزر چکا ہے۔ کہ اس جنگ کی اصل وجہ اجتہادی خطا تھی۔ جس کی وجہ سے علی المرتضٰے رض نے دونوں اطراف کے مقتولین کو شہید فرمایا۔ قابل غور یہ بات ہے۔ کہ علی المرتضٰے رض دونوں طرف کے قتل ہونے والوں کو شہید فرمائیں۔ اور عبدالرحیم رافضی اب اپنا الگ راپ رہا ہیں۔

سوال نمبر (۲۵)

وہ کون ہے جس نے عمرو علی اور حسن اور عمار عائشہ صدیقہ اور اویس کو شہید کیا؟

جواب:

اس الزام کا اگرچہ جواب وہی ہے جو اس سے قبل سوال ۲۳ میں دیا جا چکا ہے لیکن یہاں حضرت اویس قرنی کے ساتھ اور بھی نام ذکر کیے ہیں۔ اس لیے کچھ باتیں ان پر لگائے گئے الزامات کی نظر ہیں۔ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مابین جیسے تعلقات تھے۔ کتب تاریخ اور سیرت اس کی گواہ ہیں۔ جب ہم ان تاریخی حقائق کو دیکھتے ہیں۔ تو پھر اس الزام کا جھوٹا ہونا روز روشن کی طرح

واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن دشمنانِ امیر معاویہ رضؓ کو دن کی روشنی میں بھی اندھیرا دکھائے دے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور، خود ان میں اندھا پن ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کا گورنر یزید کو مقرر کیا۔ جو رشتہ میں امیر معاویہ کے بھائی تھے جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کی جگہ امیر معاویہ کو شام کا گورنر حضرت عمر نے مقرر فرمایا تاریخ بتاتی ہے۔ کہ حضرت عمر کے غیر لچک دار رویے اور سخت گیری کی بنا پر بہت سے گورنروں کو معزول بھی کیا گیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی شہادت تک شام کے گورنر رہے۔ اِن کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی تو بھی امیر معاویہ اسی منصب پر رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن خطاب اور امیر معاویہ رضؓ کے مابین ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا موجود رہی۔ بلکہ بعض روایات میں آیا ہے۔ ”امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریف کی،، ان واقعات کو سامنے رکھ کر عبدالرحیم رافضی علیہ ما علیہ کا الزام دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص نے قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ وہ ہر حیلہ بہانہ سے حضرت امیر معاویہ رضؓ کے حضور بغض و عداوت کا ہی سہارا لے گا۔ باقی رہا الزام یہ کہ امیر معاویہ رضؓ نے علی المرتضیٰ اور امام حسن کو قتل کیا۔ اس کا جواب گزر چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے الزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے الزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام بقیہ الزامات کی طرح رافضیوں نے اسے گھڑا ہے۔ اسی لیے اس کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو اہل سنت کی کتب اور کتب تاریخ میں اس کا وجود ہوتا لیکن اس کا وجود صرف تاریخ حبیب میں ہے کہ جس کا مصنف رافضی ہے۔

سوال نمبر (۲۶)

وہ کون ہے؟ جسے علی بہادر خان بی۔ ایس۔ سی علیگ نے ملت تباہ

تخریب کاروں کا قائد قرار دیا؟

جواب:

بد باطن کو بد باطن مل جاتا ہے۔” سو رافضی عبدالرحیم کو اپنے جیسا ایک اور خبیث مل گیا۔ ان خبثا کی باتوں اور تحریروں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہو گا۔ کہ کسی شریف آدمی پر کتا بھونکا۔ اور علی بہادر خان علی گڑھی شور مچا دیا۔ کہ فلاں آدمی ہے ہی برا۔ دلیل کیا ہے؟ یہ کہ اس پر کتا بھونک رہا ہے۔ اس مردود اور شرم وحیاء سے عاری کا حوالہ ایک طرف اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ”اے اللہ! معاویہ کو ہادی و مہدی کر دے“ اور ابن عباس کا قول کہ امیر معاویہ صحابی رسول اور فقیہہ ہیں۔ ان دونوں اقوال میں سے علی بہادر خان کے قول کو ترجیح دینا اور پسند کرنا دیوبندیت نہیں بلکہ رافضیت کی عمدہ دلیل ہے۔ اور امیر معاویہ کے بارہ میں بغض و عداوت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

سوال نمبر (۲۷)

وہ کون ہے۔ جس نے حافظ قرآن وسنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو زہر دے کر اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہمانی کے بہانے بلا کر گمنام قتل کر دیا۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں ان کا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا دیا؟

جواب:

اس الزام کا تفصیلی جواب ہماری تصنیف (دشمنان امیر معاویہ جلد ۲ کے الزام نمبر ۱۵ کے جواب میں لکھا جا چکا ہے۔ بطور اختصار یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو حضرت امیر معاویہ کے زہر دینے کا واقعہ اگر عبدالرحیم دیوبندی رافضی کسی صحیح روایت سے ثابت کر دے۔ تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ ورنہ وان لم تفعلوا

فلن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ پیش نظر رہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام جو رافضی حضرت امیر معاویہ رضؓ پر دھرتے ہیں۔ اس کا تفصیلی جواب "دشمنانِ امیر معاویہ رضؓ کا علمی محاسبہ" جلد دوم میں الزام نمبر ۱۵ کے تحت تحریر کیا جا چکا ہے۔ مختصر یہ کہ اس الزام کا اصل ناقل تاریخ حبیب الٰہ کا مصنف ہے۔ جو خود شیعہ ہے۔ اس کی شیعیت پر ہم نے اپنی ایک اور تصنیف "میزان الکتب" میں دلائل اور حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ جو زیر تحریر کتاب کے بعد انشاء اللہ پریس میں آجائے گی۔ اس الزام کے جواب کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کافی عرصہ بیمار رہنے کے بعد رمضان شریف میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بھانجوں اور بھتیجوں نے انہیں لحد میں اتارا۔ تفصیلی واقعہ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۸ ص ۶۸ ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ آپ کو ان کی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ طبقات ابن سعد میں مذکورہ صفحہ پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں اس قدر لوگ جمع ہوئے۔ کہ آج تک اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں نہ آیا۔ اس کا مفصل ذکر ہماری کتاب "تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۲۹ تا ص ۲۴۸" پر دیکھا جا سکتا ہے مستند شیعہ کتب تاریخ مثلاً تاریخ یعقوبی اور منتخب التواریخ کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا جنازہ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے پڑھایا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے جو حضرت امیر معاویہ پر یہ الزام دھرا۔ کہ انہوں نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو دعوت کے بہانے بلوایا۔ اور کھودے گئے ایک گڑھے میں گرا کر ان کو مار دیا پھر بغیر کفن ودفن اور جنازہ کے گڑھے میں پھینک

دیا گیا۔ یہ وہ بہتان عظیم ہے۔ جس کی وجہ سے یہ الزام لگانے والے دنیا سے انشاء اللہ بدشکل اور کالا منہ ہو کر رخصت ہوئے۔ یہی حشر عبدالرحیم دیوبندی کا بھی ہوگا۔ یہ الزام محمد ابن ابی بکر کا عبدالرحیم کے پیرو مرشد محدث ہزاروی نے امیر معاویہؓ پر لگایا۔ اس کی اتباع میں اس ناخلف نے بھی قلم اٹھایا۔ اس کا مفصل جواب دیکھنا ہو۔ تو "دشمنانِ امیر معاویہ" کی دوسری جلد میں دیکھا جا سکتا ہے۔ محدث ہزاروی نے پچیس عدد الزامات لگائے جن میں اس الزام کو پندرھویں نمبر پر رکھا ہے۔ اسی نمبر کی مناسبت سے اس کا جواب مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر (۲۸)

وہ کون ہے جسے اتنے قتل وظلم کے بعد امت کے بے بصیرت ملانے صحابی بنانے مجتہد ٹھہرانے اور رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں؟

جواب:

اس کا جواب بھی ہو چکا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد اور صحابی کہنے والے خود ایک عظیم فقیہہ ومجتہد صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ بخاری شریف سے ہم نے دو عدد روایات ذکر کیں۔ پوچھنے والے نے حضرت ابن عباس سے امیر معاویہ کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ان کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی شکایت کرنے والے کو ابن عباس نے فرمایا۔ وہ مجتہد ہیں۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی "بے بصیرت ملانے" کہہ کر آخر کن لوگوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ معاذ اللہ ایسے ہیں۔ پھر امت کے ننانوے فی صد مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، کاتب وحی تسلیم کرتے ہیں صرف ایک فی صد عبدالرحیم رافضی ایسے ازلی بدبخت کوڑ باطنی کا اظہار کر رہے

ہیں۔ اتنی بڑی جماعت پر اللہ کی تائید و نصرت اترتی ہے۔ اور اس سے کٹ کر الگ ہونے والی جہنمی ہے۔ اب یہ کٹ کر الگ ہونے والا عبدالرحیم دیوبندی خود سمجھ جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق "وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ" وہ آخرت میں کس جگہ جانے کی تیاری کر چکا ہے۔

سوال نمبر (۲۹)

وہ کون ہے؟ جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل و اصحابِ رسول کا جدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے؟

جواب:

اس کا جواب سوال نمبر ۲۷ کے جواب میں آچکا ہے۔ لہٰذا دوبارہ لکھنا باعث تکرار ہو گا۔ ہاں جو اس بدبخت رافضی اور عبداللہ بن سبا کی نسل نے یہ کہا "وہ اسلام پیغمبر اسلام آل و اصحاب کا جدی دشمن" یہ ایک بہت بڑا الزام اور بہتان ہے۔ کہ جس کی سزا اس بدبخت بد باطن کو ضرور ملے گی۔ امیر معاویہ کا اسلام دشمن ہونا؟ اس بارے میں علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت بھری تحریر کافی ہے۔ آپ اپنے دور کے عظیم فقہاء اور اکابر صوفیاء کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

شواھد الحق:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر مزید حسنات کے حامل ہیں۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے صرف ایک عمل ہی جو خود یا اپنے ماتحت لشکر کے ذریعہ سرانجام دیا۔ یعنی جہاد کر کے بہت سے شہروں کو دارالاسلام بنایا۔ جبکہ وہ پہلے دارالکفر تھے۔

وَبِسَبَبِهٖ دَخَلَ اِلَى الْاِسْلَامِ اُلُوْفٌ اُلُوْفٌ كَثِيْرَةٌ مِمَّنْ اَسْلَمُوْا عَلٰى يَدِهٖ وَيَدِ جُيُوْشِهٖ

وَمِنْ ذَرَارِيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهٗ مِثْلُهٗ حَسَنَاتِهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ ان کی وجہ سے لاکھوں لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ جو یا تو خود ان کے ہاتھ یا ان کے لشکر کے ہاتھوں ایمان لائے۔ اور پھر ان کی تاقیامت اولاد جو مسلمان ہو گی۔ ان تمام کی مجموعی نیکیوں کی مثل حضرت امیر معاویہ رضؓ کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔..... حضرت امیر معاویہ رضؓ نے کفار کو مشرف باسلام کیا۔ کیا یہ اسلام دشمنی یا پیغمبر اسلام کی دشمنی کہلائے گی؟ اگر ذرا بھی غیرت ایمانی اس دیوبندی رافضی میں ہوتی۔ تو کبھی بھی ایسی بات نہ کہتا شواہد الحق ص ۵۲۱ فصل فی شؤن رؤساء الاصحاب۔

سوال نمبر ۳۰:-

وہ کون ہے؟ جس کے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے خمار میں ہیں کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۹۳ میں ہے۔ ایک مومن کے عمداً قتل میں ہمیشہ جہنم ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے۔ مگر اس کے ایک لاکھ ستر ہزار مومنوں کے قتل پر اس پر رضی اللہ عنہ پڑھائی جا رہی ہے۔

جواب:

الزام میں قرآنی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی، مغضوب اور لعنتی کے الفاظ دیئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے تمام مشائخ و علماء کو بھی معاف نہ کیا۔ اس سے قاری خود اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ امت مسلمہ کے علماء و مشائخ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مذکورہ آیت کا مصداق قرار نہیں دیتے۔ صرف عبدالرحیم رافضی اور اس کے ساتھی ہی آیت کا صحیح مفہوم "سمجھ سکے ہیں۔ گویا یہ چند فریبیوں، مکاروں، کذابوں، دجالوں اور

بغض و عداوت سے بھرے لوگوں کو صحیح عالم اور شیخ کا منصب دے رہا ہے۔ جن میں وہ خود بھی شامل ہے۔ اور ان کے مشرب کے خلاف امت کے تمام علماء معاذ اللہ منکر قرآن بلکہ مخالف قرآن ہیں۔ بہر حال حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مایکون کی صداقت اس سے نظر آجاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "قرب قیامت ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ ان کا خیال یہ ہوگا کہ وہی حق پر ہیں"۔ اس پیش گوئی اور عبدالرحیم کا بجواس دونوں میں غور کیجئے۔ بات سمجھ میں آجائے گی۔

سوال نمبر ۳۱:

وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکز ملت ہے"۔ کو تباہ کرکے ساری امت کی بدخواہی ہے۔ جس کا ارتکاب کیا۔؟

جواب:

"خدائی منصوبہ کو تباہ کرکے ساری امت کی بدخواہی کا ارتکاب کیا" اس الزام میں اور بہت بڑے بہتان میں وہ حضرات بھی داخل ہو جائیں گے۔ جن پر امت کو ناز ہے۔ ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ بقول رافضی اس بدخواہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کی حضرت امام حسن و حسین نے بیعت کیوں کی؟ حالانکہ حسنین کریمین کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکنے۔ سر کٹوا دیئے۔ لیکن بیعت یزید نہ کی۔ ان حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے خدائی منصوبہ کو غارت کرنے والے کی مدد کی۔ یوں ان دونوں حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ ان دونوں کا بیعت کر لینا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امارت و خلافت کے اہل تھے۔ امام حسن نے جب خلافت سے دستبرداری کی۔ تو تمام امت مسلمہ نے امیر معاویہ

کو خلیفہ تسلیم کرکے ان کی بیعت کر لی تھی۔ جس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ پاکیزہ حضرات تو نہ خود گمراہ کی حمایت کرنے والے تھے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں گمراہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے حقدار کہنے والا خود سب سے بڑا گمراہ اور مغضوب علیہ ہے۔

سوال نمبر ۳۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کی نافرمانی اور بغاوت کی؟ انی جاعل فی الارض خلیفہ، اس سے پہلے باغی کون ہے؟

جواب:

اس بات کو سبھی اہل علم جانتے ہیں۔ کہ آیت "انی جاعل فی الارض خلیفہ" حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے لیے منصوص ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ائمہ حضرات کی امامت و خلافت کو منصوص من اللہ سمجھنا صرف اور صرف رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ ان کی ایک مشہور کتاب "مناقب آل ابی طالب" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے۔ "وَمَنْ لَمْ يَقُلْ اِنِّي رَابِعُ الْخُلَفَاءِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ" (مناقب آل ابی طالب جلد سوم ص ۶۳) جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ صاحب کتاب اس کی تشریح یوں کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ اس طرح ہیں۔ اول حضرت آدم علیہ السلام، دوم داؤد علیہ السلام، سوم ہارون علیہ السلام اور چہارم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ تمام منصوص من اللہ ہیں"۔ اس مسئلہ کی تفصیلی ہماری کتاب میں کئی ایک مقامات پر ہو چکی ہے۔ جس کے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ کا منصوص من اللہ ہونا ہم اہل سنت کا عقیدہ نہیں۔ "اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً" آیت کریمہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دلیل کے طور پر پیش کرنا دراصل اسے

منصوص من اللہ ثابت کرنا ہے۔ یہی طریقہ عبدالرحیم دیوبندی نے اپنایا۔ اسی لیے بار بار ہم اسے رافضی کہہ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ آپ نے آپ کو حنفی اور دیوبندی کہلاتا ہے مگر پکے دیوبندیوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ چند دن ہوئے گوجرانوالہ کے ایک دیوبندی مسلک سے تعلق رکھنے والے عالم فاضل نورحسین عارف گجے رو برو جب عبدالرحیم مذکور کا ذکر چھیڑا۔ کہ اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت مخالفت کی ہے۔ تو اس نے حیرانی میں ڈوب کر کہا۔ میں دیوبندی علماء کو کافی حد تک جانتا ہوں۔ مگر عبدالرحیم نام کا کوئی مولوی ہم میں متعارف نہیں۔ ادھر یہ دیوبندی رافضی اپنے آپ کو مفتی، مبلغ مناظر اسلام اور خطیب لاہور ایسے القاب سے شہرت دیتا ہے۔ یہ سن کر وہ اور بھی حیران ہوا۔ اور کہا کہ وہ کون سا اور کیسا دیوبندی ہے جس نے امیر معاویہ رض کی مخالفت کی ہے؟ اس لیے عبدالرحیم کو رافضی ہی سمجھنا چاہیے۔

سوال نمبر ۳۳:

وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گبن سید امیر علی پریوی کونسل کے جج نے ارجح اپیل کیا؟

جواب:

ایڈورڈ گبن سے تو عبدالرحیم کا تعلق دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ سید امیر علی کون ہے؟ اگر بقول عبدالرحیم رافضی اس امیر علی نے ایسے کہا۔ تو وہ بھی اس کا ہم نوا ہوا۔ اس کے شجرہ علمی کو کرید نے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے بقول، اعلیٰحضرت بریلوی ”جس نے امیر معاویہ کی گستاخی کی وہ جہنمی کتا ہے“ حضرت امیر معاویہ کے گستاخ خواہ کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ دوزخ کے مستحق ہیں۔

سوال نمبر ۳۴:

وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان ”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي

وَ سُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ“ سے بغاوت کی؟

جواب:

یہ گستاخ امیر معاویہ رض کے بارہ میں پوچھ رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان سے کس نے بغاوت کی؟ دو حرفی جواب کر تہ نے کی۔ وہ اس طرح کہ خلفاء الراشدین میں امام حسن بھی شامل ہیں۔ کیونکہ متفق علیہ حدیث میں آیا۔ ”میرے بعد تیس سال خلافت ہو گی پھر امارت“، تیسواں سال امام حسن کی خلافت پر مکمل ہوتا ہے۔ امام حسن رض نے امیر معاویہ رض کے حق میں دست بردار ہو کر ان کی بیعت کی۔ اور تادم آخر اس بیعت پر قائم رہے۔ تو جسے امام حسن اپنا قائد اور خلیفہ سمجھیں۔ انہیں یہ عبدالرحیم رافضی برا بھلا کہے۔ کیا یہ خلیفہ راشد سے بغاوت نہیں ہے؟ ملت اسلامیہ کے عظیم روحانی پیشوا قطب الاقطاب، غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر بغدادی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کا قول علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرماتے ہوئے لکھا۔

شواھد الحق:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان کی خلافت، حضرت علی المرتضیٰ رض کے وصال اور امام حسن رض کی دستبرداری کے بعد صحیح طریقے سے ثابت ہے۔ کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا ”میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرائے گا“، امام حسن کی دستبرداری کے بعد امیر معاویہ رض کی خلافت، تابعداری واجب ہو گئی۔ اسی لیے امام حسن رض کے علاوہ بھی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ لہٰذا امیر معاویہ رض بلا اختلاف پوری امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائے۔ اسی لیے اس سال کو ”عام الجماعۃ“، کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس سال تمام اختلافات ختم ہو گئے۔ اور سب مسلمانوں نے امیر معاویہ رض کی بیعت کر لی۔ کوئی تیسرا ایسا نہ تھا جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنازع کرنے والا تھا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے قول میں بھی خلافتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔
تدور رحی الاسلام خمسا وثلاثین سنۃ او ستا وثلاثین او سبعا وثلاثین، والمراد بالرحی فی ھذا الحدیث القوۃ فی الدین والخمس السنین الفاضلۃ من الثلاثین، فھی من جملۃ خلافۃ معاویۃ الی تمام تسع عشر سنۃ وشھور لان الثلاثین کملت بعلی رضی اللہ عنہ ما بیناہ۔

ترجمہ: اسلام کی چکی پینتیس چھتیس یا سینتیس سال چلے گی۔ چکی سے مراد قوت دینی ہے۔ اور تیس سالوں سے زائد پانچ سال یہ وہ ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت کے بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی خلافت تقریباً انیس سال سے کچھ اوپر رہی۔ اور تیس سال تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہو گئے تھے۔ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (شواہد الحق ص ۴۰۷ تذکرۃ الغوث الجیلانی مطبوعہ مصر)

یہ ارشاد اس عظیم شخصیت کا ہے۔ جس کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت انہوں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کی۔ لہذا سرکار غوث پاک کے نزدیک امیر معاویہ رض کی خلافت بھی "خلافتِ راشدہ" میں شامل ہے۔ اب قارئین کرام فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر وہ خلافتِ راشدہ" کی مخالفت اور اس سے بغاوت کو ثابت کیا ہے۔

سوال نمبر ۳۵:

وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان "فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ" کے زمرہ میں شامل واجب القتل ہے؟

جواب:

فَقَاتِلُوا الَّتِیْ الخ سورہ حجرات کے پہلے رکوع کی ایک آیت ہے جس کا پورا مفہوم یہ ہے "اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں میں صلح کرا دو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر بغاوت کرے تو تم اس گروہ سے لڑو جس نے بغاوت کی یہاں تک لڑتے رہے کہ وہ پہلی حالت پر آ جائے" آیت مذکورہ کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول ہے۔ کہ یہ عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر جناب سعد بن عبادۃ کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں یہ منافق لیٹا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ مجھ سے ہٹ کر گزریں کیونکہ تمہارے گدھے کی بُو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کی بُو تیری بُو سے کہیں بہتر ہے۔ اس پر فریقین میں لاٹھیاں اور جوتیاں چل پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ختم کرا دیا۔ اس منافق کے پاس بیٹھنے والے کچھ مسلمان بھی تھے۔ وہ صرف برادری اور خاندان کی وجہ سے اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ برادری کی وجہ سے لڑائی کا خطرہ ہوا۔ تو مذکورہ آیت کریمہ اتری۔ (تفسیر طبری، کبیر، روح المعانی، در منثور وغیرہ لہٰذا فروع کافی اور کچھ اہل سنت کی کتب میں ثابت کی۔ حضرت امیر معاویہ اور علی المرتضےٰ کے درمیان ہونے والی لڑائی کا قبل از وقت ذکر کیا گیا۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے اس آیت کے حوالہ سے حضرت امیر معاویہ کو "واجب القتل" لکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے۔ کہ امیر معاویہ رض نے بغاوت کی اور ہر باغی واجب القتل ہوتا ہے۔ کیونکہ بغاوت کی وجہ سے وہ کافر یا مرتد ہو جاتا ہے۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ کیا تم ثابت کر سکتے ہو۔ کہ ہر باغی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہاں۔ تو پھر صرف

امیر معاویہ رضؓ ہی نہیں بلکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت
علی المرتضےٰ رضؓ کے خلاف لڑائی لڑی تھی۔ اور انہیں یہ رافضی بھی کئی مرتبہ "ام المؤمنین"
لکھ چکا ہے۔ اور قرآن کریم نے الطیبات للطیبین الخ سے ان کو طیب وطاہر
عورت کی سند عطا فرمائی۔ کیونکہ مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت لکھا۔ کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طیب کوئی مرد نہیں۔ اور عورتوں میں سے زیادہ طیبہ
طاہرہ کوئی دوسری نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا بھی اعلان فرما دیا۔ یعنی سیدہ
عائشہ رضؓ جنتی ہیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ اور زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن کی زندگی
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام لے کر جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔
ارشاد نبوی ہے۔ طَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ۔ اس لیے
اگر عبدالرحیم دیوبندی رافضی کی بات تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر اس کے فتوے کی
زد میں وہ صحابہ کرام بھی آجائیں گے۔ جو قطعی جنتی ہیں۔ پھر اس کور باطن اور بصیرت سے
بے بہرے کو آیت مذکورہ کے ابتدائی الفاظ بھی نہ نظر آئے۔ کہ جن میں ان دونوں
گروہوں کو مومن کہا جا رہا ہے۔ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا الخ
اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے تحت
یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔

تفسیر نیشاپوری:

فِيْ تَقْدِيْمِ الْفَاعِلِ عَلَى الْفِعْلِ اِشَارَةٌ اَيْضًا اِلٰى
هٰذَا الْمَعْنٰى لِاَنَّ كَوْنَهُمَا طَائِفَتَيْنِ مُؤْمِنَيْنِ۔

(تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر طبری جز ۲۶
ص ۸۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: مذکورہ آیت کریمہ میں فعل سے پہلے اس کے فاعل کو ذکر کرنا

بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ وہ دونوں گروہ مومن تھے۔
قارئین کرام! آیت مذکورہ کے بارے میں مفسرین کرام کی تفسیر اور خود الفاظ
آیت یہ بتا رہے ہیں۔ کہ اس کے مصداق دونوں گروہ مومن ہیں۔ اور اہل سنت نے
من جملہ ان آیات میں سے جو کبیرہ کے مرتکب کو مومن ثابت کرتی ہیں۔ ایک آیت
یہ بھی کتب عقائد میں ذکر فرمائی۔ اب دیکھئے! کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ
عبدالرحیم دیوبندی، حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو معاذ اللہ مرتد اور کافر
قرار دے کر واجب القتل ہونے کا فتوے صادر کر رہا ہے۔ ؎

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

سوال نمبر ۳۹:

وہ کون ہے جو رسول اللہ علیہ السلام کے فرمان خلیفہ برحق سے باغی ہو کر
"فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ"، میں شمار ہوتا ہے؟ اسے
تلوار سے قتل کر دیا جائے۔

جواب:

خلیفہ برحق کے خلاف بغاوت کرنے والا واجب القتل ہے۔ خارجی لوگ
پچھلے سوال میں مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ خلیفہ برحق
سے مراد یزید اور باغی سے مراد امام حسین اور ان کے ساتھی ہیں۔ جیسا کہ ایک اور
دیوبندی محمد دین بٹ نے "رشید ابن رشید" میں لکھا ہے۔ اور عبدالرحیم دیوبندی
اسی آیت سے امیر معاویہ رضؓ اور ان کے ساتھیوں کو باغی قرار دے رہا ہے۔ خلیفہ
کی مخالفت، بغاوت کب ہوتی ہے؟ اس بارے میں حقیقت یہ ہے۔ کہ
جب کسی خلیفہ کی بیعت پر امت کا اجماع ہو جائے۔ اور اختلاف ختم ہو
جائیں۔ تو پھر اس خلیفہ کے خلاف سر اٹھانے والا باغی کہلاتا ہے لہٰذا اس کے

ساتھ قتال کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ الزام نمبر ۳۴ میں گزرا ہے۔ کہ جب حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت اکابر صحابہ نے کر لی۔ لیکن اختلاف اٹھا۔ کہ
قاتلانِ عثمان کا قصاص فوری یا ٹھہر کر لیا جائے۔ اس اختلاف میں ہر ایک
اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ نوبت لڑائی تک پہنچی۔ لیکن اس کو بغاوت کا نام
نہیں دیا جاتا۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی خطا تھی۔ اس لیے دونوں طرف لڑنے والے
باغی تو کجا گنہگار بھی نہ ہوں گے۔ اور قتل ہونے والے شہید شمار ہوں گے۔ اگر اس
اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر یا مرتد (معاذ اللہ) ہو جاتے۔ تو
امام حسن و حسین ان کی ہرگز ہرگز بیعت نہ کرتے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

سوال نمبر ۳۷:

وہ کون ہے۔ جو خلیفہ راشد علی رضی اللہ عنہ اور اس سے محبت والوں پر
خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کراتا رہا؟

سوال نمبر ۳۸:

وہ کون ہے جو اپنی حکومت کے ستر ہزار دس منبروں پر علی اور اللہ اور
رسول پر لعن طعن کرتا اور کراتا رہا؟

جواب:

ان دونوں الزامات کا ماحصل تقریباً ایک ہی ہے۔ اگرچہ اس کا جواب گزر چکا
ہے۔ لیکن چند وضاحتیں اس الزام کے الفاظ کے ضمن میں تحریر کر دینا بہت ضروری
ہے۔ "لعن طعن" کا مفہوم اور معنی کیا وہی ہے جو اردو زبان میں "گالی گلوچ" کے
معانی میں استعمال ہوتا ہے۔؟ یا عربی میں اس کے مفہوم میں کچھ فرق ہے؟ اس سلسلہ
میں گزارش ہے۔ کہ اس لفظ کو رافضی لوگ اردو کے معانی میں لے کر اعتراض کرتے
ہیں۔ حالانکہ جس واقعہ میں یہ لفظ آئے ہیں۔ وہاں اردو مفہوم کے اعتبار سے نہیں

بلکہ عربی زبان میں کسی کو غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ پلانا بھی لعن طعن سے مراد لی جاتی ہے
کہ جس کی شاہد حدیث ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف:

جنگ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت عطا
فرمائی تھی۔ کہ کل تم جب تبوک کے چشمہ پر پہنچو تو تم میں سے کوئی شخص
میرے پہنچنے سے قبل اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اتفاق سے
دو صحابیوں نے قافلہ سے آگے نکل کر اس چشمہ پر پہنچ کر اس کا
پانی پی لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو بقول
راوی "فسبھما النبی" آپ نے ان دونوں کو سبّ کیا۔
(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۶ باب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مطبوعہ کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "سبّ" کی نسبت کی گئی۔ جس کا عام طور پر
معنی "گالی دینا" آتا ہے۔ تو کیا کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان دونوں صحابیوں کو گالی دیں۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ
مقدسہ سے اس معنی کا اظہار بہت بعید ہے۔ اور اس کو ناجائز قرار دینے والا دائرہ
اسلام سے بوجہ توہین حضور خارج ہو جائے گا۔ تو جس طرح یہاں "سبّ" کا معنی
ڈانٹ ڈپٹ یا سخت سست وغیرہ مراد ہے۔ اسی طرح منقول ہے۔ کہ ایک
شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے "ابو تراب" استعمال کرنے کو
"سبّ" میں شمار کیا۔ جس پر علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ مجھے اس کنیت پر فخر ہے۔
کیونکہ یہ کنیت مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاء فرمائی ہے۔ تو بالکل لفظ سبّ
کی طرح لعن طعن سے مراد گالی دینا نہیں۔ بلکہ غم و غصہ کا اظہار۔ اور وجہ اس کی یہ

تھی۔ کہ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے خلیفہ برحق عثمان کے قاتلوں سے فوری قصاص کیوں نہ لیا؟ اس کی مکمل بحث "تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۰۲ تا ۳۰۷" پر دیکھی جاسکتی ہے۔ بلکہ کتب تاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لعن طعن کرنے کے واقعہ کو علی الاطلاق ذکر بھی کیا گیا۔ یعنی کسی کا نام لیے بغیر یوں کہا کرتے تھے۔ "قاتلانِ عثمان پر لعنت ہو" اب اس سے اگر کوئی جھوٹا وفادارِ علی خواہ مخواہ یہ مراد لے۔ کہ اس سے حضرت علی رضہ پر لعن کیا گیا۔ تو یہ اس نامراد کی مراد تو ہو سکتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہیں۔ یہی مراد عبدالرحیم مردود نے لی۔ اور کمال بے حیائی سے لکھ دیا۔ کہ ستر ہزار سے زائد منبروں پر علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ پر لعنت ہوئی تھی۔ اس ظالم نے بغض و عداوت میں اندھا ہو کر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کو بھی ملا دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان پر بھی لعن طعن کرتے تھے بے حیا اور بے شرم کو ایسے الفاظ لکھتے ہوئے ذرا بھی دل نے ملامت نہ کی؟ ہاں ایمان ہوتا تو اندر سے ملامت ہوتی۔ ایسے غدید الزامات اور وہ بھی بے سروپا بلا سند صحیح ذکر کرنے سے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے اور جراُت نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر ۳۹:

وہ کون ہے جس کے لیے حضور معلم ومقصود کائنات کا فرمان ہے۔ جو میرے صحابی کرام کو گالی دے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا؟

جواب:

خود ایسا کر کے پھر لوگوں سے پوچھتے ہو کہ کس نے کیا؟ کاتبِ وحی، امین خدا اور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا تم نے لعن طعن نہیں کیا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ کو صحابہ ہی نہیں بلکہ فقیہہ اور مجتہد بھی قرار دے رہے ہیں۔

سوال نمبر ۴۰:

وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خصی کرنے کا حکم دیا؟

جواب:

اس قسم کے بے ہودہ الزامات کوئی بے ہودہ آدمی ہی لگاتا ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مذکورہ الزام کسی ایسی روایت سے جو سند صحیح کے ساتھ مروی ہو ثابت کر دکھاؤ تو بیس ہزار نقد انعام پاؤ۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ الخ۔

سوال نمبر ۴۱:

وہ کون ہے جس نے علی کو ٹارگٹ بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سب وشتم لعن طعن کیا اور کرایا۔؟

جواب:

اس الزام کا جواب سوال نمبر ۲۷ کے جواب میں آچکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے

سوال نمبر ۴۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ اور رسول کے کافر اور ماں سے بدکاری کرنے والے بیٹے یزید کو ولیٔ عہد بنایا؟

جواب:

اس سوال میں دراصل دو سوالات ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کو ولی عہد مقرر کیوں کیا؟ دوسرا یہ کہ یزید نے اپنی ماں سے بدکاری کی تھی۔ جہاں تک ولی عہدی کا معاملہ ہے یزید کے بارے میں ہمارا نظریہ یہ نہیں کہ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ بلکہ ہم اسے بہت برا سمجھتے ہیں۔ اس کے ولی عہد بنائے جانے کے بارے میں تفصیلی بحث تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۴۸ تا ۲۵۹ میں کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

رہا دوسرا الزام یعنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا یہ ایسا الزام ہے جس کی گواہی کا ثابت
ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ اور عادۃً محال ہے۔ ایسا الزام لگانے کے بعد ثابت
نہ کر سکنے والے پر حد قذف جاری ہوتی ہے۔ لہٰذا عبدالرحیم دیوبندی رافضی
اس حد کا مستحق ہے۔ بہر حال اس کے ولی عہد بنانے کے وقت حضرت امیر معاویہؓ
نے اس کو خلیفہ بنانے کا پروگرام بنایا لیکن خلافت مل جانے کے بعد اس نے ایسے
کام کیے۔ جن کی وجہ سے کوئی بھی اسے "پلید" سے کم لفظ کے ساتھ یاد کرنے
کو تیار نہیں۔ امیر معاویہ نے ولی عہد بناتے وقت اسے کیا سمجھا اور آپ کی کیا نیت
تھی؟ اس بارے میں ایک دو حوالہ جات نقل کر دیئے جاتے ہیں۔

البدایہ والنہایۃ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن آپ نے دوران خطبہ
دعا مانگی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو (یزید کو) اس کی اہلیت کی
کی بنا پر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ تو میری اس تمنا کو پورا فرما دے۔ اور اگر میں نے
اسے اس لیے ولی عہد بنایا کہ مجھے اس سے پیار و محبت تھی۔ تو اے اللہ! اسے
عہدہ ولدیت پر ناکام بنا دے۔ اور اس کی تکمیل نہ فرما۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸
ص ۸۰ ثم دخل سنۃ ست و خمسین مطبوعہ بیروت)

نبراس:

حضرت امیر معاویہ نے یزید کو اس کی اہلیت و استعداد کے پیش نظر خلیفہ بنایا
جیسا کہ خود ان سے مروی ہے۔ اے اللہ! اگر یزید ایسا ہی ہے۔ جیسا اس کے بارہ
میں میرا گمان ہے تو بہتر ہے اگر ویسا نہیں تو تو اسے بہت جلدی موت دے دے۔
اللہ کے حضور حضرت امیر معاویہ کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اس یزید کو زیادہ دیر خلافت
کرنا نصیب نہ ہوئی۔ اس کی مزید تفصیل تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۴۸ تا ۲۶۲ پر دیکھیں

سوال نمبر ۴۳

وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھلے کفر کے ساتھ اسلام میں مداخلت کو آیا اور جس
کا ایمان بے نفع ہیں؟ قرآن نے ان لوگوں کے لیے کہا۔ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل
ہوئے اور اسی کفر کے ساتھ اسلام سے نکل گئے۔

جواب:

اس الزام کا تفصیلی جواب "دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ" کی جلد دوم زیر الزام
نمبر ۹ دیا گیا ہے۔ جو تقریباً نو صفحات پر مشتمل ہے۔ اختصار کے طور پر یہاں بھی ذکر
کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ الزام سورۃ مائدہ کی آیات ۵۹، ۶۰، ۶۱ سے لیا گیا ہے۔
آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کتابیو! تمہیں ہمارا کیا برا
لگا یہی کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں
سے اکثر فاسق ہیں۔ فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں تمہیں نہ بتاؤں جو اس سے
بھی زیادہ برا ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹھکانے کی رو سے وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت
کی اور غضب فرمایا۔ اور ان میں سے کر دیا گیا بعض کو بندر بعض کو سور اور بعض کو شیطان
کے پجاری۔ یہی لوگ بہت برے شریر ہیں اپنے ٹھکانے کے اعتبار سے اور بہت
بڑے گمراہ اور بہکے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے اور جب تمہارے پاس آتے
ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر اور جاتے وقت بھی کافر
اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں"
تفسیر طبری، قرطبی اور دیگر بکثرت تفاسیر میں ہے۔ کہ آیات مذکورہ اہل کتاب میں
سے منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں "یا اھل الکتاب"، کے الفاظ صاف
صاف الفاظ اس کی تائید کر رہے ہیں۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے بد باطنی اور
بے دینی کے پیش نظر قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو آیات کفار و منافقین

کے بارے میں نازل ہوئیں۔ انہیں کسی نہ کسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور
ان کے ساتھیوں پر چسپاں کی جائیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر خدا کے غضب کا حقدار کون
ہوگا؟ اور پھر وہ چوری پھر سینہ زوری،، کے مصداق بڑے طمطراق سے پوچھتا ہے۔ وہ
کون ہے جس نے.....؟ اگر عدل وانصاف کے شیشہ میں دیکھتا۔ تو ان تمام کون ہے
کا جواب اسے اپنی شکل میں نظر آجاتا

سوال نمبر ۴۴:

وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس
نے شراب پی اور ہمیں بھی دی؟ (مسند احمد طبع مصر جلد ۵ ص ۲۴۷)

سوال نمبر ۴۵

وہ کون ہے۔ جس کے متعلق عبداللہ بن صادق صحابی نے مسجد میں اعلان کیا۔
اس نے سود لیا اور کھایا۔ اور وہ دوزخ میں گلے تک ہے؟

جواب:

ان الزامات کا تفصیلی جواب بھی دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد دوم میں
تقریباً چودہ صفحات پر مشتمل دیا جا چکا ہے۔ جو الزام ۱۳ کے تحت مذکور ہے۔ یہی
الزامات عبدالرحیم دیوبندی کے گرو محدث ہزاروی نے بھی لگائے ہیں۔ مختصر
جواب یہ ہے۔ کہ اس طرح کی روایات سخت مجروح ہیں۔ جن میں یہ الزامات آئے
ہیں۔ اور اسماء الرجال وعلم الحدیث کے ماہر بخوبی جانتے ہیں۔ کہ مجروح روایت سے
کسی پر الزام ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ امام احمد بن حنبل نے کتاب العلل اور ابوبکر
رازی نے الجرح والتعدیل میں لکھا ہے۔ کہ اگر کسی راوی میں جرح اور تعدیل دونوں
ملتی ہوں۔ تو ترجیح جرح کو ہوگی۔ ان دونوں الزامات کی روایات کے راویوں پر
جرح موجود ہے۔ اس لیے ان کا کوئی وزن نہیں۔

سوال نمبر ۴۶:

وہ کون ہے جس بدبخت ازلی ابدی نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام لؤلؤ کو خرید کر اس
سے حضرت عمر کو قتل کرایا۔ (مجمع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند)

جواب:

قرآن کریم کا ارشاد ہے ”وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ،، خبیث کو اپنا
ہم مسلک اور خبث سے بھرا کہیں سے مل ہی جاتا ہے۔ کچھ اسی طرح عبدالرحیم رافضی
کو اپنی قماش کو کذاب اور دشمنانِ امیر معاویہ مجمع البحرین کے مصنف کی شکل میں
مل گیا۔ حضرت امیر معاویہ رض کو آخر کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کو خرید کر
اس سے حضرت عمر کو مرواتے۔ کونسا دکھ دیا تھا۔ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے؟ آیئے
”الاستیعاب،، کے ایک دو حوالے ملاحظہ کریں۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جس پر خود
عبدالرحیم رافضی کو بھی اعتماد ہے۔ تاکہ ان حوالہ جات سے معلوم ہوجائے۔ کہ ان
دونوں (امیر معاویہ، عمر بن خطاب) کا باہم کیا تعلق تھا؟

الاستیعاب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور کسی نے حضرت امیر معاویہ رض کے بارے
میں توہین آمیز کلمات کہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ایسے قریشی نوجوان پر
اعتراض کرنے سے بچو وہ ایسا شخص ہے جو غصہ کے وقت ہنستا رہتا ہے
اور کوئی چیز اس سے اس کی رضا کے بغیر نہیں لی جاسکتی۔ اور جو کچھ
اس سے کوئی لیتا ہے۔ وہ زبردستی سے نہیں بلکہ اس کے قدموں
میں پڑ کر لیتا ہے۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ میں نے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہ رض میں سرداری سے
زیادہ قابل کسی اور کو نہیں پایا۔ ابن عمر سے پوچھا گیا۔ کیا، ابوبکر

عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ میں بھی نہ تھی؟ ابن عمر نے فرمایا۔ خدا کی قسم یہ چاروں حضرات بے شک امیر معاویہ رضہ سے افضل تھے لیکن سرداری میں وہ بڑھ کر تھے۔ ابن عمر کے غلام جناب نافع سے پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ رضہ کی بیعت کر لی۔ اور علی المرتضیٰ رضہ کی؟ جواب دیا۔ کہ میرے آقا و مولیٰ کسی اختلاف کے وقت اپنا ہاتھ کسی کو نہ دیتے (یعنی جب امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رضہ کے درمیان لڑائی ہوئی۔ تو ابن عمر نے دونوں کو چھوڑ کر علیحدگی اختیار کر لی۔ کیونکہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا۔ کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو تم اپنی تلوار احد پہاڑ پر مار کر توڑ دینا۔ اس لیے ابن عمر نے ان میں سے کسی سے بیعت نہ کی) امام حسن رضہ کی دست برداری پر اختلاف ختم ہو جانے کے بعد امیر معاویہ رضہ کی بیعت کر لی۔ اور امیر معاویہ بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ (الاستیعاب جلد سوم برحاشیہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ حرف میم قسم اول ص ۳۹۸)

قارئین کرام! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اگر امیر معاویہ نے شہید کر دیا ہوتا۔ تو ان کی شہادت کے بعد ان کا صاحبزادہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز اپنے باپ کے قاتل کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت عمر اور امیر معاویہ میں کوئی دشمنی نہ تھی۔ بخاری شریف میں بھی مذکور ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ علاوہ ازیں الاستیعاب جلد دوم ص ۴۶۹ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۳۷، اور اسد الغابہ جلد ۴ ص ۴۷، اور طبری وغیرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ ابو لؤلؤ غلام نے اس لیے حضرت عمر بن خطاب کو شہید کیا۔ کہ میرا مالک مغیرہ بن شعبہ جو مجھ سے خراج لیتا ہے۔ وہ کم کرا دیں آپ نے

فرمایا۔ وہ جس قدر لیتا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ تو اچھا کاریگر ہے۔ اور مقررہ خراج دینا تجھے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے۔ کہ عرض کی گئی حضور! ابو لؤلؤ خراج کم دیتا ہے۔ لہٰذا زیادہ کر دیا گیا۔ بہر حال خراج کی کمی بیشی اصل وجہ بنی۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر نے اسی ابو لؤلؤ کو کہا۔ کہ تم ایک چکی مجھے بھی بنا دو۔ کہنے لگا۔ ایسی چکی بنا کر دوں گا۔ کہ لوگ مشرق و مغرب میں اس کی باتیں کیا کریں گے۔ جس سے اس کی مراد آپ کو شہید کرنا تھا۔ باوجود علم ہونے کے حضرت عمر رضہ نے اس کا محاسبہ نہ کیا۔

یہ ہیں وہ تاریخی واقعات جن کی وجہ سے حضرت عمر رضہ کو شہید کیا گیا۔ عبد الرحیم اور محدث ہزاروی ایسے کذاب ان تاریخی حقائق کو مسخ کر کے پھر بڑی ڈھٹائی سے لکھتے ہیں۔ کہ میرے سوالوں کا جو جواب دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ جب سوال کا سر پاؤں ہی کوئی نہیں۔ تو بکواس کا جواب پھر اس پر انعام کی پیش کش عجیب بے ایمانی ہے۔ اور عوام کو بڑے مکارانہ انداز میں دھوکہ دینا ہے۔

سوال نمبر ۴۷:

وہ کون ہے جس کے معتمد پیشوا عقبہ بن مری اور اس کے اپنے فرزند یزید نے کہا۔ سب جھوٹ ہے نہ فرشتہ آیا نہ وحی؟

جواب:

میں اس سے قبل یزید کے بارے میں اپنا نظریہ درج کر چکا ہوں۔ اسے ولی یا قطب نہیں سمجھتا ہوں۔ کہ اس پر لگائے گئے الزامات کا جواب دوں۔ رہا عبد الرحیم رافضی کا یزید کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے وحی کا انکار کیا، تمام احکام کو جھوٹ کہا وغیرہ۔ میرا خیال ہے۔ کہ یزید کا یہ قول کسی صحیح روایت میں

نہیں ہے۔ ورنہ اس کا عام چرچا ہوتا۔ اس لیے اگر رافضی عبدالرحیم خود اپنا یہ الزام روایت صحیحہ سے ثابت کر دے۔ تو تیس ہزار کا انعام پائے۔

سوال نمبر ۴۸:

وہ کون ہے بے نفع ایمان والا جس کے ازلی کافر باپ نے عثمان غنی رضؓ سے کہا یزیدی بادشاہیت ہے میں نہیں مانتا جنت و دوزخ کو؟ الاستیعاب جلد ۱/۶ ص ۸۷)

سوال نمبر ۴۹:

وہ کون ہے کہ جس کے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب سے اسلام میں آیا منافقین کا ماوٰی و ملجا اور جاہلیت میں زندیق تھا؟ (الاستیعاب جلد ۱/۶ ص ۸۹)

جواب:

دونوں الزامات کے لیے حوالہ "الاستیعاب جلد ۱/۶" کا درج ہے۔ حالانکہ الاستیعاب آج تک چھ جلدوں میں نہیں چھپی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجمع البحرین جیسی واہی تباہی کسی کتاب سے عبدالرحیم نے یہ پڑھا ہو گا۔ اور پھر بے سمجھے سوچے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ دونوں اعتراضات صفحہ کے اعتبار سے قریب ہیں۔ حقیقت حال کچھ یوں ہے۔

الاستیعاب:

حضرت ابوسفیان کے اسلام کے بہتر اور اچھا ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے ایک گروہ کا کہنا ہے۔ کہ جب یہ اسلام لائے۔ تو بہت اچھا اسلام لائے۔ جناب سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک کے میدان میں ابوسفیان کو اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے کے نیچے دیکھا وہ لڑ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ اسے اللہ! اپنی مدد قریب کر دے۔ یہ بھی مروی ہے

کہ یرموک کی جنگ میں ابوسفیان ایک اونچی جگہ کھڑے یہ کہہ رہے تھے۔ اللہ، اللہ، بے شک تم عرب کا زادِ راہ ہو اور اسلام کے مددگار ہو۔ اور آپ کے مدمقابل روم کے زادِ راہ اور انصار مددگار مشرکین ہیں گے۔ اے اللہ! یہ دن تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی مدد اتار۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے۔ کہ وہ منافقین کے سرغنہ تھے جب سے اسلام لائے۔ اور جاہلیت میں زندیقیت کی طرف منسوب تھے...... حسن سے روایت ہے۔ حضرت عثمان کے خلیفہ بن جانے کے بعد ابوسفیان ان کے پاس آیا۔ اور کہا۔ اے عثمان! تیم اور عدی کے بعد (ابوبکر قبیلہ تیم اور عمر بن خطاب قبیلہ عدی سے تھے) خلافت کو ادھر ادھر پھیر۔ اور اس میں بنو امیہ کی میخیں لگا۔ کیونکہ یہ بادشاہیت اس میں جنت و دوزخ کو میں نہیں جانتا۔ عثمان غنی سن کر غضب ناک ہو گئے۔ اور بلند آواز سے کہا۔ اُٹھ کر دور ہو جا۔ اللہ تیرے ساتھ جو چاہے کرے۔ (الاستیعاب جلد ۲/۴ برحاشیہ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ص ۸۷ حرف سین قسم اول)

الاستیعاب کے دونوں الزامات کی عبارت آپ نے پڑھی۔ جس کا سہارا لے کر عبدالرحیم رافضی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے دل کا غبار نکالا۔ صاحب الاستیعاب نے مذکورہ عبارت کے اختتام پر اس کا جو رد لکھا۔ وہ اس عقل و خرد کے اندھے کو نظر نہ آیا۔ علامہ نے لکھا۔

الاستیعاب:

وَلَہٗ اَخْبَارٌ مِنْ نَحْوِ ھٰذَا رَدِیَّۃٌ ذَکَرَھَا اَھْلُ الْاَخْبَارِ لَمْ اَذْکُرْھَا وَفِیْ بَعْضِھَا مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ اِسْلَامُہٗ سَالِمًا وَلٰکِنْ حَدِیْثَ سعید بن المسیب یَدُلُّ

عَلٰی صِحَّۃِ اِسْلَامِہٖ۔ (الاستیعاب جلد ۳ ص ۸۷ برحاشیہ اصابہ حرف ص قسم اول)

ترجمہ: ابوسفیان کے بارے میں اس قسم کی کچھ اور بھی خبریں ہیں جنہیں اہل اخبار نے ذکر کیا۔ اور میں نے انہیں ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ابوسفیان کا اسلام سالم نہ تھا لیکن حضرت سعید بن مسیب کی حدیث ان کے اسلام کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

قارئین کرام! صاحب الاستیعاب نے عبدالرحیم رافضی کے پیش کردہ مضمون والی روایات کو صراحۃً ردّی کہا۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو صحیح کہا۔ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو صحیح اور درست کہا گیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔ کہ جنگ یرموک کے موقعہ پر سب کی آوازیں بند ہو گئیں صرف ایک آدمی تھا۔ جو کہہ رہا تھا۔ اللہ کی مدد! قریب ہو جا۔ جب اس آواز والے کو دیکھا تو وہ ابوسفیان تھے جو اپنے بیٹے کی کمان میں لڑ رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان کی دوسری کنیت ابوحنظلہ ہے۔ جو ان کے ایک اور بیٹے کی نسبت سے ہے جو غزوہ بدر میں کفر پر مرا تھا۔ ابوسفیان مسلمان ہو کر غزوہ حنین میں شریک ہوئے ان کی ایک آنکھ طائف میں ختم ہوئی۔ ایک آنکھ سے ہی کام لیتے رہے۔ حتیٰ کہ جنگ یرموک میں ان کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور آنکھ کے ضائع ہونے کی بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو تیری آنکھ اچھی ہو جائے اور اگر اس کی بجائے جنت چاہے تو وہ مل جائے گی۔ ابوسفیان نے عرض کی۔ حضور! مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیے (بحوالہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۱۷۹ مع الاستیعاب۔) جب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پکے شیدائی تھے۔ اور بوعدہ حضور جنتی ہیں۔ لیکن عبدالرحیم رافضی اندھے کو یہ باتیں کب نظر آسکتیں ہیں۔ اس کی آنکھوں پر بغض و عداوت کی دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔

"الاصابہ"، کے مذکورہ صفحہ پر ابوسفیان کے بارے میں مزید لکھا ہے۔ ان کا نام صخر تھا۔ ان کے مناقب میں ابن حجر لکھتے ہیں۔ وَ ذَكَرَ ابْنُ اِسْحَاقَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَجَّهَهٗ اِلٰی مَنَاتَ فَهَدَمَهَا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو منات بت کی طرف روانہ فرمایا۔ تو انہوں نے جا کر اُسے منہدم کر دیا۔ اسی صفحہ پر سند صحیح سے مروی ہے۔ وروی ابن سعد ایضا وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْدٰی اِلٰی اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ الْحَرْبِ تَمْرًا عَجْوَةً فَكَتَبَ اِلَیْهِ یَسْتَهْدِیْهِ اَدَمًا مَعَ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ فَنَزَلَ عَمْرٌو عَلٰی اِحْدٰی اِمْرَاَتَیْ اَبِیْ سُفْیَانَ فَقَامَتْ دُوْنَهٗ وَ قَبِلَ اَبُوْسُفْیَانَ الْهَدِیَّةَ وَاَهْدٰی اِلَیْهِ اَدَمًا۔

ترجمہ: طبقات ابن سعد میں بھی یہ روایت ہے۔ اور اس کی اسناد صحیح ہیں وہ یہ کہ جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی طرف عجوہ کھجوروں کا ہدیہ بھیجا۔ اور لکھ بھیجا کہ تم میری طرف عمرو بن امیہ کے ہاتھ چمڑے کا دسترخوان بطور ہدیہ بھیجو۔ ایلچی عمرو جناب ابوسفیان کی ایک بیوی کے پاس گئے۔ وہ ذرا ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اور اس کی آؤ بھگت کی۔ ابوسفیان نے ہدیہ کو بوسہ دیا۔ (اور رکھ لیا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور چمڑے کے دسترخوان کا ہدیہ روانہ کیا...... اسی صفحہ پر ایک اور روایت یوں بیان

الفاظ سے منقول ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَان فَھُوَ اٰمِنٌ لِاَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا اٰوٰی بِمَکَّۃَ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَان

ترجمہ:

جناب ثابت نبانی سے جعفر بن سلیمان ضعیفی روایت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا۔ وہ امن والا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ شریف میں قیام پذیر ہوتے تو آپ ابوسفیان کے گھر میں تشریف فرما ہوتے

قارئین کرام: علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری شریف نے الاصابہ جلد ۲ ص ۱۷۹ حرف صاد قسم اول میں ابوسفیان کے بارے میں تین روایات نقل کیں ہیں جو آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ ان سے جناب ابوسفیان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کیسے تعلقات نظر آتے ہیں؟ ان میں سے پہلی روایت کو دیکھئے۔ ابوسفیان اسلام لانے سے قبل اسی منات کے پجاری تھے۔ جس کو اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر توڑ رہے ہیں۔ اگر ان کے دل میں سابقہ شرک باقی ہوتا۔ تو اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود کو کبھی نہ توڑتے۔ دوسری روایت یہ بتاتی ہے کہ اسلام لانے سے قبل ان دونوں کے مابین ایسے تعلقات تھے۔ جو کسی دوسرے کافر و مشرک کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نہ تھے۔ اسلام لانے سے قبل ایسا معتمد تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آتے تو قیام کے لیے ابوسفیان کا ہی گھر پسند فرماتے۔ اس سے دونوں کے مابین نسبی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابوسفیان رشتہ میں آپ کے پھوپھی زاد لگتے ہیں۔ اسی خوشگوار رشتہ کے پیش نظر تحفہ جات ایک دوسرے کو بھیجا کرتے۔ جب اسلام لانے سے قبل تعلقات کی خوشگواری

کا یہ عالم تھا۔ تو اسلام لانے کے بعد اس میں کونسی کمی رہ گئی ہو گی۔ اس کی دلیل المستدرک کی مذکورہ روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان جنت کا سردار ہے۔ آنکھ کے بدلے میں حضور سے جنت طلب کی۔ جو انہیں بموجب عہد دے دی گئی۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہر ذی شعور فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ ابوسفیان واقعی صحیح معنوں میں مسلمان ہو گئے۔ یا عبدالرحیم رافضی وغیرہ کے بقول ان کا ایمان منافقانہ تھا (معاذ اللہ) علاوہ ازیں ان حقائق سے عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اگلے سوالات کا جواب بھی آپ کو جائے گا۔ بوقت ضرورت اجمالاً ان کا جواب لکھا جائے گا۔

سوال نمبر ۵۰:

وہ کون ہے جس بانیٔ بغاوت ظلم و بدعت مبتدع کے دورِ حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھَنَاۃٌ ھَنَاۃٌ ھَنَاۃٌ مصائب فتنہ و فساد فرمایا۔

سوال نمبر ۵۱:

وہ کون ہے جس کی باغی باطل ظالم سراپا فتنہ و فساد حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلْکًا عَضُوْضًا درندہ شاہی فرمایا۔

(خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۶ مطبوعہ بیروت)

جواب:

دونوں روایات خصائص کبریٰ سے منقول ہیں۔ جو امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ ان روایات کی کوئی سند مذکور نہیں۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے۔ اگر ان کی اسناد مذکور ہوتیں۔ تو پھر یہ روایات یقیناً ردی شمار ہوتیں۔ بہرحال اگر ان کی صحت مان لی جائے۔ تو اصل مقام ان روایات کا طرانی ہے۔ جہاں یہ روایت کچھ اس طرح مذکور ہے۔ وہ ام المومنین سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا؟ تو تیرا کیا حال ہو گا،، اس پر ام حبیبہ (امیر معاویہ رضؓ کی ہمشیرہ) نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا اللہ تعالےٰ میرے بھائی کو خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن اس میں فساد ہو گا،، اس روایت کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہی نکلتا ہے۔ کہ امیر معاویہ کے خلیفہ بننے کا وقت فساد کا زمانہ ہو گا۔ اور ہوا بھی یہی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملہ میں قصاص کے مسئلہ پر مسلمانوں میں شدید اختلاف ہوا۔ بہت سے شہید ہوئے پھر امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ اور اس کے ابتدائی ایام میں بہت بڑا فساد ہونے لگا بہرحال اس کا ہم کافی وشافی جواب دے چکے ہیں۔ وہ یہ کہ دونوں طرف کے مقتولین و شہداء،، میں شامل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے حضرت امیر معاویہ رضہ کی خلافت کے متعلق فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ امیر معاویہ کا دورِ خلافت جابرانہ اور ظالمانہ ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے صاف صاف معلوم ہوا کہ خلافتِ امیر معاویہ اللہ کی طرف سے ہو گی۔ مگر انہیں بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب خلافت سنبھل جائے گی۔ تو نہایت مضبوط ہو گی۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپ کی بیس سالہ خلافت کے دور میں ایک بار بھی فتنہ و فساد نہ ہوا۔ اور تمام حضرات نے بدل و جان آپ کی بیعت کر لی۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے ،،درندہ شاہی،، جس لفظ کا معنی کیا ہے۔ وہ ،،عضوض،، ہے۔ یہ اس لفظ کا یہاں معنی نہیں ہے۔ حدیث مکمل ملاحظہ ہو۔ وہ حضرت معاذ بن جبل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ حکومت نبوت اور رحمت کے ساتھ شروع ہوئی۔ پھر یہ رحمت و خلافت بن جائے گی۔ اس کے بعد ایک بادشاہ عضوض آئے گا۔ اس کے بعد امت میں فتنہ اور جبریت ہو گی۔ جب شراب، شرمگاہیں اور ریشم کو حلال جانیں گے۔ اور اس پر مدد حاصل کریں گے۔ اور انہیں ایسا ہی

برتنے کو دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات ہو گی،، (بحوالہ خصائص کبرای جلد دوم ص ۱۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت اسلامی کے تین دور ذکر فرمائے۔ پہلا دور نبوت و رحمت کا دور جو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور تھا۔ دوسرا دور خلافت اور رحمت کا دور جو خلفائے راشدین کا دور ہے۔ (اور اس میں امام حسن اور امیر معاویہ کی خلافت کا کچھ حصہ بھی شامل ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم بادلائل بیان کر چکے ہیں) تیسرا دور عضوض بادشاہ کا ہے۔ اس سے مراد اگر حضرت امیر معاویہ رضہ کا دور خلافت لیا جائے تو عضوض کا معنی وہ نہیں جو عبدالرحیم نے خبث باطنی سے کیا۔ بلکہ بحوالہ المنجد ص ۸۱۱ حرف عین کی بحث دیکھیں۔ وہاں اس کا معنی مضبوطی بھی کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ فلاں نے دانتوں سے گرہ لگائی۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضہ کے دور حکومت کو مضبوط دور سے تعبیر فرمایا۔ اور واقعی ان کا دور نہایت مضبوط دور تھا۔ ہزاروں لاکھوں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ اور مملکت اسلامیہ کی حدود میں اضافہ ہوا۔ روایت مذکورہ تو امیر معاویہ رضہ کے دور خلافت کو عمدہ اور اچھا بتا رہی ہے۔ لیکن عبدالرحیم رافضی نے عضوض سے اسے موردِ الزام بنا لیا۔ ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ تم نے جس کتاب سے یہ روایت ذکر کی۔ کیا اس کے مصنف کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ علامہ السیوطی صاحب خصائص کبرای جلد دوم ص ۱۱۷ پر رقمطراز ہیں۔ ابن عساکر سے مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو میرے بعد میری امت کا والی بنے۔ فَاقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ فَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ فَمَا زِلْتُ اَرْجُوْهَا حَتّٰى قُمْتُ مَقَامِىْ هٰذَا تو ان لوگوں میں سے نیکوں کو ساتھ رکھنا اور بُروں سے درگزر کرنا لیس

میں اس (خلافت و ولدیت) کا امیدوار رہا حتیٰ کہ میں اب وقت کا خلیفہ ہوں۔ اس
کے بعد ایک اسی کنسور روایت جس کے راوی امام حسن ہیں۔ اپنے والد علی المرتضیٰ سے روایت
کرتے ہیں سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَذْھَبُ الْاَیَّامُ وَاللَّیَالِیْ حَتّٰی یَمْلِکَ
مُعَاوِیَۃُ۔ میں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سُنا۔ وہ فرماتے تھے
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا۔ یہ زمانہ اس وقت تک ختم نہ
ہوگا۔ جب تک معاویہ بادشاہ نہ بنے گا۔ اسی جگہ طبقات ابن سعد، ابن عساکر
دونوں مسلمہ بن مخلد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا۔ آپ امیر معاویہ رض کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے تھے

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَمَکِّنْہُ فِی الْبِلَادِ وَقِہِ الْعَذَابَ

اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما۔ اور اس کو حکومت میں مضبوطی عطا فرما اور
عذاب سے اسے بچائے رکھ۔

قارئین کرام! رافضی عبدالرحیم کے لگائے گئے الزامات آپ نے دیکھ لیے۔ کہ ان
کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر بالفرض وہ تسلیم بھی کر لیے جائیں۔ تو زیادہ سے زیادہ
یہی کہ حضرت امیر معاویہ کے گناہوں میں یہ باتیں شامل ہوں گی۔ تو کیا گناہ سرزد
ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی؟ چلو اپنی مانگی ہوئی توبہ نہ قبول سہی اللہ تعالیٰ
کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی گئی اس کے لیے توبہ بھی قبول نہ ہوگی؟ خود اللہ تعالیٰ کا
ارشاد کہ میں توبہ کرنے والے کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہوں۔ اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعا اے اللہ! اسے جہنم سے بچا۔ یہ
صرف دعا نہیں وعدہ ہے کیونکہ آپ کی دعا رد نہیں کی جاتی کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں
اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے اگر غلطیاں بھی کیں۔ تو بھی ان کی

معافی ہو چکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی کا معاملہ بہت سی جگہ مذکور ہے۔ آپ نے
بہت سے لوگوں کو معاف کیا اور خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۷ پر ایک واقعہ مذکور
ہے۔ ابن عساکر روایت کرتے ہیں۔ کہ عروہ ابن رویم نے بیان کیا۔ ایک اعرابی
آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی کر کے اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو آپ کو نبی
مان لوں گا۔ امیر معاویہ رض کھڑے ہو گئے۔ اور کہا۔ میں اسے پچھاڑتا ہوں۔ اس پر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔

لَنْ یُغْلَبَ مُعَاوِیَۃُ اَبَدًا فَصَرَعَ الْاَعْرَابِیَّ فَلَمَّا
کَانَ یَوْمَ صِفِّیْنَ قَالَ عَلِیٌّ لَوْ ذَکَرْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ
مَا قَاتَلْتُ مُعَاوِیَۃَ۔

معاویہ کو کوئی بھی ہرگز نہیں پچھاڑ سکے گا۔ وہ اعرابی شکست کھا گیا۔ پھر جب
جنگ صفین ہوئی۔ تو علی المرتضیٰ رض نے فرمایا۔ اگر مجھے یہ حدیث پاک یاد ہوتی۔ تو
میں معاویہ رض سے کبھی قتال نہ کرتا۔

مختصر یہ کہ عبدالرحیم رافضی ایسے ہزاروں اُتو جمع ہو کر سورج کی روشنی کو مٹانا
چاہیں۔ تو انہیں سوائے ناکامی و نامرادی کے کچھ بھی نہ ملے گا۔ امیر معاویہ کے فضائل و
مناقب کا وہ سورج ہیں۔ جنہیں روشنی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا
فرمائی۔ لہٰذا ان پر الزامات لگانے والا اپنا منہ کالا کرنے کے سوا اور کچھ بھی
نہیں کر پاتا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی برباد کر بیٹھتا ہے۔

سوال نمبر ۵۲

وہ کون ہے جس نے مرتے دم پیغمبر اسلام کے سب معرکوں کے بدلہ لینے
کی بسر کر دی مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے ماننے والے صریح
کافر بیٹے یزید کو حرم مدینہ کو غارت و تباہ کرنے کی وصیت کی۔ (جذب القلوب مصنف عبدالحق محدث دہلوی)

سوال نمبر ۵۳

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر بیٹے کافر یزید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ بطور نصیحت دیا پھر اس میں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑھ کر معتمد و مربی کہا؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ جذب القلوب کی مذکورہ روایت چونکہ مجہول ہے۔ لہٰذا ایسی روایات کسی پر تنقید یا جرح کے قابل نہیں ہوتیں۔ اس کی جہالت ملاحظہ ہو جذب القلوب ص ۶۱ ابن ابی خیثمہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں "مدینہ منورہ کے بوڑھے لوگ باتیں کرتے ہیں ،، مدینہ کے بوڑھے جو باتیں کرنے والے ہیں۔ وہ سنی سنائی تھیں۔ یا آنکھوں دیکھی تھی۔ یا یونہی قصہ کہانی کے طور پر بیان کرتے تھے۔ تو جب کہ ان سے بیان کرنا خود ان کا آنکھوں دیکھا حتمی طور پر واقعہ نہیں۔ تو ان کی روایت کی کیا حیثیت ہوگی؟ پھر شیخ عبدالحق مصنف جذب القلوب کا اس بارے میں اسی روایت کے مطابق نظریہ ہوتا۔ تو اس کی توثیق کرتے۔ حالانکہ شیخ موصوف نے اپنی تصنیفات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

اشعۃ اللمعات:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں نہ لڑیں گے۔ حالانکہ ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔ یعنی دونوں ہی دین اسلام کا دعوے کریں گے۔ اور اپنی حقانیت

کا دعوے کریں گے۔ اور ہر ایک اپنے اعتقاد میں حق پر ہوگا۔ ان دو گروہوں سے مراد حضرت علی اور امیر معاویہ رضؓ کے درمیان ان کے متبعین کی جنگ ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ اخواننا بغوا علینا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اور انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے یعنی ہم دین اسلام میں دونوں بھائی ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۱۶ تا ۳۱۷ باب الملاحم)

اشعۃ اللمعات:

ابن عباس سے سوال کیا گیا۔ کیا تجھے امیر معاویہ رضؓ کے ساتھ میلان یا محبت ہے۔ باوجود اس بات کے کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں ابن عباس نے جواب دیا۔ کہ وہ اپنے اعتقاد میں صداقت پر ہیں۔ کیونکہ وہ فقیہہ ہیں۔ دوسرا کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔ دور ہو جا وہ صحابی رسول ہیں اس پر اعتراض جائز نہیں۔ شیخ کے الفاظ یہ ہیں۔ "اعتراض مکن او را زیرا کہ وے صحبت داشتہ است با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم،، ان پر اعتراض نہ کر۔ اس لیے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

افسوس صد افسوس اس اندھے دیوبندی رافضی پر کہ ایسی واضح اور صریح احادیثِ فضائل و مناقب امیر معاویہ رضؓ چھوڑ کر مجہول اور بے سند روایات کی طرف کیوں دوڑتا ہے۔ اس سے بڑھ کر نا انصافی کیا ہوگی۔

سوال نمبر ۵۴

وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب و کفر پائے جانے کے

باوجود اس کے نمک حلال ملانے اور رسول اللہ سے بیگانے اسے صحابی بنانے اس
پر رضی اللہ عنہ پڑھنے پڑھانے پر لبضد ہیں۔

سوال نمبر ۵۵

وہ کون ہے۔ جسے بغاوت پرست ملاؤں نے محض باطل پر مجتہد بنا رکھا
ہے؟ محقق علماء و مشائخ نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔

جواب:

اس کا جواب وہی ہے جو ہم سوال نمبر ۵۴ کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔ بحوالہ بخاری شریف
امیر معاویہ رضؓ کو مجتہد اور فقیہہ اور صحابی کہنے والے کون ہیں؟ وہ عظیم صحابی حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو حبر امت، فقیہ امت اور مجتہد ہیں۔ اس نمک حرام رافضی سے
پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا نظریہ
ہے۔؟ لیکن کوئی بعید نہیں۔ یہ گستاخ ابن عباس رضؓ کو بھی انہی الفاظ کا مستحق قرار دے دے
جو اس کے دیگر علماء امت امیر معاویہؓ کے بارے میں کہتے ہیں۔ اگر اس کے الزام میں کوئی
تھوڑی سی صداقت ہوتی۔ تو چند علماء و مشائخ کے نام لیتا۔ ہم عرض کر چکے ہیں۔
کہ امیر معاویہؓ کو صحابی کہنے والوں میں سرکار غوث پاک، امام غزالی، شعرانی وغیرہ
شامل ہیں۔ نہ جانے یہ کن علماء اور مشائخ کی بات کرتا ہے۔ جن کی نہ خبر اور نہ
اتہ پتہ معلوم۔؟ اللہ اسے شرم و حیاء عطا کرے۔

سوال نمبر ۵۶

وہ کون ہے جس کے اجتہاد کی ٹکر براہِ راست خلیفہ راشد سے ہوئی۔؟
حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا کہ ابلیس
کا جہاد خلیفہ سے ہوا

جواب: دراصل عبدالرحیم رافضی کہنا یہ چاہتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ

نے اجتہاد کیا۔ اور اس کے نتیجہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے لڑائی کی۔ علی المرتضیٰ
خلیفہ راشد تھے۔ اس لیے امیر معاویہ رضؓ کا اجتہاد دراصل کفر اور بغاوت بنتا ہے
لہٰذا اس اجتہاد کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضؓ معاذ اللہ "کافر و باغی"، ہوئے
ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر اس رافضی بدباطن کی یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ تو صرف امیر معاویہؓ
ہی نہیں ان کے سبھی ساتھی اور علی المرتضیٰ رضؓ سے لڑنے والے تمام صحابی
اسی حکم میں شامل ہوں گے۔ جن میں سے حضرت طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ
کے نام سرفہرست ہیں۔ حالانکہ طلحہ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کی وجہ
سے قطعی جنتی ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ کے بارے میں خود قرآن کریم نے فرمایا۔
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَرِيْمٌ۔ ان کے لیے بخشش اور باعزت اجر
ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ جن سے مقابلہ کرنے کی پاداش میں یہ رافضی،
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و باغی کہہ رہا ہے۔ وہ خود (یعنی علی المرتضیٰ)
انہیں اپنا ہم دین، ایک قرآن کے ماننے والا اور ایک خدا اور رسول پر ایمان لانے
والے قرار دے رہے ہیں۔ کیا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس رافضی کو لڑائی
کی تکلیف پہنچی ہے؟

سوال نمبر ۵۷

وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک
بنا لیا اور عبادت و طاعت کے دو حصے برباد کر دیے (بخاری شریف)

سوال نمبر ۵۸

وہ کون ہے جس کے ایک وتر کے مقابلہ میں اجتہاد کو ملاحظہ کر کے ابن عباس
نے اسے گدھا کہا۔

(طحاوی فیض الباری)

جواب:

جہاں تک تین رکعت کی بجائے ایک رکعت وتر پڑھنے کی بات ہے
اس کا ثبوت ہے۔ لیکن عبادات وطاعات کے دو حصے کر دینا، بخاری شریف
یا کسی اور حدیث کی کتاب کے الفاظ نہیں۔ یہ عبدالرحیم رافضی کی پھکڑ ہے۔ وتروں
کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ ایک، تین، پانچ اور نو تک مذکور ہے۔
وتر کی تین رکعت احناف کے نزدیک جیسا کہ نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت
وتر پڑھنے پر ،،گدھا،، کہا۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ آپ ابن عباس سے مروی ہے
کہ جب ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک رکعت وتر کے متعلق پوچھا گیا۔
تو آپ نے فرمایا۔ وہ صحابی رسول ہیں۔ اور دوسرے کو ڈانٹ پلاتے ہوئے
فرمایا۔ وہ فقیہہ ہیں۔ یہ دونوں بخاری کی ہی روایات ہیں۔ ان کو چھوڑ کر تیسری
روایت ہی کو مطمع نظر بنا لینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ مذکورہ روایت عمران بن
حصین کی ہے۔ امام طحاوی نے گدھے والی روایت کے بعد لکھا۔ حدثنا
عمران و ذکر باسنادہ مثلہ الا انہ لم یقل الحمار
عمران نے ہی ہم سے روایت کی۔ اور اسی اسناد کے ساتھ لیکن اس میں
،،گدھے،، کا لفظ نہ کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی کی تحقیق یہ ہے۔ کہ
جس روایت میں ،،گدھا،، کا لفظ آیا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ اس رافضی
کو چونکہ شرم وحیا سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ورنہ گدھے والی روایت
دیکھی تھی۔ تو اس کے آگے پیچھے والی روایات بھی دیکھ کر حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نظریہ قائم کرتا۔ طحاوی شریف میں یہ روایت
جلد اول ص ۲۸۹ باب الوتر آئی ہے۔ جس کا مطبع بیروت ہے۔ قارئین کرام

فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ امام طحاوی کی نسبت گدھے والی روایت کہاں تک درست ہے؟

سوال نمبر ۵۹:

وہ کون ہے جس نے اجتہاد کر کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے نانوے
جنگ باغیانہ کیے اور ایک لاکھ ستر ہزار حافظ قرآن وسنت قتل کیے ابو بکر صدیق رض کی
اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا۔؟

جواب:

اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس گدھے
کی جہالت دیکھئے۔ کہ خود تسلیم کر رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضؓ سے اجتہادی خطا ہوئی
اور مجتہد کی خطا پر کیا حکم لگتا ہے؟ سب امت متفق ہے۔ کہ مجتہد اجتہادی
غلطی پر بھی ایک نیکی کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ کجا نیکی کا ثواب اور کجا عبدالرحیم
رافضی کا اجتہادی خطا تسلیم کر لینے کے بعد اسے بغاوت وکفر قرار دینا۔؟
اسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے علی المرتضیٰ رض نے فرمایا تھا۔ قَتْلَايَ وَقَتْلَى
مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔ میری اور معاویہ رض کی طرف کے مقتول جنتی ہیں۔
(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۳۵۷ جز ۹ باب ماجاء فی معاویۃ وابی سفیان)
حضرت علی المرتضیٰ ان حضرات کو شہید فرمائیں جو امیر معاویہ کی طرفداری میں لڑتے
لڑتے مارے گئے۔ اور عبدالرحیم رافضی امیر معاویہ رض کو باغی اور کافر قرار دے کر
ان کے ساتھیوں کے جہنمی کہنے پر مصر ہے۔ درحقیقت یہ شخص علی المرتضیٰ کی
تردید کر کے انہیں تکلیف دے رہا ہے۔

سوال نمبر ۶۰:

وہ کون ہے جسے حنفی تفسیر احکام القرآن نے ائمۃ الکفر سے لکھا۔
اس کے باپ اور اس کے گروہ کو کہا۔ مِمَّنْ لَمْ يَنْقَ قَلْبُهُ مِنَ الْكُفْرِ

وہ کہ جن کے دلوں کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے اس الزام کو بھی نامکمل اور مہمل طریقہ سے پیش کیا۔ تاکہ اپنا مطلب پورا کر سکے۔ اسے بھی امام طحاوی کی طرف سے نقل کیا۔ اس اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟ آئیے پہلے یہ دیکھ لیں۔ سورہ براۃ کے دوسرے رکوع میں ”فقاتلوا ائمۃ الکفر“ (کفر کے اماموں کو مارو) کے الفاظ مذکور ہیں۔ اس آیت کے تحت ابوبکر رازی فرماتے ہیں۔ کہ اس سے مراد سرداران قریش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ لکھا۔

احکام القرآن:

هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ رِوَايَةَ مَنْ رَوَى ذَٰلِكَ فِي رُؤَسَاءِ قُرَيْشٍ وَهْمٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ قَوْمًا مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ كَانُوا أَظْهَرُوا الْإِسْلَامَ وَهُمُ الطُّلَقَاءُ مِنْ نَحْوِ أَبِي سُفْيَانَ وَأَحْزَابِهِ مِمَّنْ لَمْ يَنْقَ قَلْبُهُ مِنَ الْكُفْرِ.........

وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ مُرَادُهُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرْنَا وَسَائِرَ رُؤُوسِ الْعَرَبِ الَّذِينَ كَانُوا مُعَاوِنِي قُرَيْشٍ...... وَقَدْ قِيلَ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْيَهُودِ الَّذِينَ كَانُوا عَاهَدُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَكَثُوا مَا كَانُوا أَعْطَوْا مِنَ الْعُهُودِ۔ (احکام القران جلد سوم ص ۸۶ زیر آیت فقاتلوا ائمۃ الکفر الخ)

ترجمہ:

یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ جس آدمی نے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد قریشی سردار ہیں۔ وہم ہے۔ ہاں یہ معنی ممکن ہے۔ کہ مراد قریش میں سے کچھ لوگ ہوں۔ جو اسلام کو ظاہر کرنے والے اور فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرنے والے تھے۔ جیسا کہ ابوسفیان وغیرہ۔ اور کچھ اور لوگ کہ جن کے دل کفر سے پاک نہ ہوئے تھے۔ (لیکن اللھم کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ یہ تاویل بہت مشکل سے درست ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ انتہائی ضعیف تاویل ہوگی۔) اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس سے مراد یہودی ہیں۔ وہ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد و پیمان توڑ دیئے۔ اور اپنے ہر عہد پر قائم نہ رہے۔

قارئین کرام! ”احکام القرآن“ نے صاف صاف لکھ دیا۔ کہ ”ائمۃ الکفر“ سے مراد قریش لینا وہم ہے۔ اور اللھم کے لفظ سے اس تاویل کو ذکر کر کے اس کے نہایت ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ اگر مراد قریشی رئیس ہی ہوں۔ تو سبھی نہیں بلکہ ابوسفیان وغیرہ اور رؤسا عرب جو قریش کے معاونین تھے کیونکہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور بقیہ قریشی سردار جنگ بدر میں ختم کر دیئے مگر یہ تاویل بالکل غلط ہے۔ اور باطل ہے۔ کیونکہ اسے ایک تو ”اللھم“ سے ذکر کیا گیا۔ دوسرا ایسے ائمۃ الکفر کو قتل کرنے کا قرآن نے حکم دیا۔ جنہوں نے عہد توڑا۔ اور وہ تو اس آیت کے نزول سے پہلے ہی قتل کر دیئے گئے۔ اور اگر ابوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو ابوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو ابوسفیان کو قتل کر دیا جاتا۔ لیکن ہوا اس کے خلاف

کہ ابوسفیان کو قتل کرنے کی بجائے رسول اللہ سے اس نے عہد لے لیا۔ کہ حضور!
میں جس طرح پہلے کفار کی طرف سے سپہ سالار بن کر مسلمانوں کے خلاف لڑتا تھا۔ اب
مجھے اسی طرح مسلمانوں کا سپہ سالار بنایا جائے۔ اس کی شہادت بخاری شریف
سے بھی ملتی ہے۔ ابوسفیان نے اس کے بعد کئی ایک جنگیں لڑیں۔ تبوک حنین وغیرہ۔
جنگ حنین میں انہوں نے ایسی پامردی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ کہ حضرت عباس تازندگی
ان کی تعریف کرتے رہے۔ جنگ حنین میں تقریباً سارے ہی صحابہ کرام پشت دیکر
بھاگ گئے تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر ناز کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا تھا۔
قرآن کریم میں ہے۔ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا۔
جب تم نے اپنی کثرت تعداد پر فخر کیا۔ پھر وہ تمہارے کسی کام نہ آسکی۔ تو معلوم
ہوا۔ کہ "ائمۃ الکفر" سے مراد ابوسفیان لینا غلط بلکہ باطل ہے۔ خود ابوبکر جصاص
اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے لکھا کر کہا گیا ہے۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے
میں نازل ہوئی۔ کیونکہ ائمۃ الکفر کو قتل کرنے کی وجہ بدعہدی بدشکنی تھی۔ اور یہ یہودیوں
سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ تفسیر جمل اور صاوی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ اختیار
کیا۔ کہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ لہذا اس سے مراد قریش کے علاوہ دوسرے
قبائل عرب ہیں۔ کیونکہ قریش نے جو عہد شکنی کی تھی۔ اس کا معاملہ فتح مکہ پر ختم ہوگیا
تھا۔ اس لیے ختم شدہ معاملہ کے متعلق قرآن کریم یوں کہے "اگر وہ عہد توڑ دیں
دیں تو ان سے قتال کرو"، بے معنی رہ جاتا ہے۔

تفسیر جمل:

وَ اِنَّمَا كَانَ ثَوَابُ هٰذَا الْقَوْلِ لِاَنَّ
هٰذِهِ الْاٰيَاتِ نَزَلَتْ بَعْدَ نَقْضِ قُرَيْشٍ الْعَهْدَ

وَ ذٰلِكَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ لِاَنَّهٗ بَعْدَ الْفَتْحِ
كَيْفَ يُقَالُ لِشَيْءٍ قَدْ قَضٰى۔ (تفسیر جمل
جلد دوم ص ۳۶۷)

ترجمہ: یہ قول درست اس لیے ہے۔ کیونکہ یہ آیات اس وقت
نازل ہوئیں۔ جب قریش عہد توڑ چکے تھے۔ اور یہ فتح مکہ سے
قبل کا واقعہ ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ایک
شئی جو ہو چکی اب جب پھر ہو تو قتال کرو۔
یہی بات امام نے تفسیر صاوی جلد دوم ص ۱۳۰ پر لکھی ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ عبدالرحیم رافضی نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے اور صحابی رسول
کی شان میں گستاخی کرنے کے لیے اس الزام کو ظاہر کر کے دراصل اپنے آپ کو
ظاہر کر دیا۔ اور کمال چالاکی سے اسے صاحب احکام القرآن کی طرف منسوب
کر دیا۔ حالانکہ صاحب احکام القرآن نے اسے ہرگز نہ قبول کیا۔ اور نہ ہی
اس کی تصحیح کی۔ بلکہ اس کے خلاف کی تائید اور وہ بھی دلائل کے ساتھ کی۔

سوال نمبر ۶۱:

وہ کون صاحب ہے۔ جو اللہ رسول کے حکم دین ایمان سے بغاوت کی بنا
پر دین ایمان سے خارج ہوا۔ اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا؟

سوال نمبر ۶۲:

وہ کون صاحب ہیں جو ملت کے پہلے باغی ہیں؟ اگر مسلمان ان کے متعلق
غلط فہمی رفع کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے۔ علماء
مشائخ اور دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے۔ کہ اس تحریک بغاوت و فساد

کو بلاتاخیر ختم کرنے کا بندوبست کریں ورنہ کوئی نہ کہے خبر نہ ہوئی۔

جواب:

ان دونوں سوالوں کا جواب بارہا گزر چکا ہے۔ اس رافضی کا طریقہ واردات یہ ہے۔ کہ ایک ہی سوال کو کئی طریقوں سے پیش کر کے بتانا یہ چاہتا ہے کہ میں نے امیر معاویہ پر جس قدر الزامات تراشے۔ کسی دوسرے کی قسمت نے اتنی مدد اس کی نہ کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی کو "پہلا باغی" کہنا عبدالرحیم رافضی کے پیر و مرشد محدث ہزاروی نے بھی ایسا کہا ہے۔ ہم نے اس کی تفصیلی بحث محدث ہزاروی کے الزام نمبر ۱ کے تحت "دشمنان امیر معاویہ جلد دوم" میں مذکور ہے۔ اس الزام کے بعد جو عبدالرحیم رافضی نے یہ لکھا۔ کہ اگر امیر معاویہ رضی کو تمام امت باغی تسلیم کرلے۔ تو تمام تفرقہ بازی ختم ہوجائے۔ اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے۔ کہ امیر معاویہ کی اجتہادی بغاوت، پر سب متفق ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ ان پر لعن طعن کرو۔ ان کے متعلق علماء و مشائخ اہل سنت کا مسلک ہے کہ آپ صحابی رسول ہیں۔ کاتب وحی خدا ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں۔ لہذا ان کے بارے میں نازیبا لفظ کہنے کی اجازت نہیں۔ لعن طعن تو بہت دور کی بات ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کہا کہ گستاخ امیر معاویہ رضی جہنم کی وادی ہاویہ کا مستحق ہے اور دوزخی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ اور جو کچھ یہ رافضی بکے جا رہا ہے۔ وہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ پوری امت کا اجماع ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی کی خلافت پر اس وقت کے تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی۔ جن میں حسنین کریمین بھی تھے۔ حسنین کریمین نے جس کی بیعت کی اُسے مرتد و کافر کہنے والا خود کافر او مرتد ہے۔ حضرت امیر معاویہ کی صحابیت اور صحت اسلام پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ صرف چند بد دماغ اور بد باطن عبدالرحیم دیوبندی رافضی اور محدث ہزاروی

ایسے لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان کی بجائے حسد و بغض امیر معاویہ رضی رچا ہوا ہے۔ اس لیے ان چند نام نہاد مصنفوں کو علما اور مشائخ کی صف میں کھڑا کرنا علماء اور مشائخ کی توہین کے مترادف ہے۔ یہ چند کھوٹے سکے اور پھلجڑیاں چھوڑنے والے پٹاخے اگر اپنی کھوٹ پہچان جائیں۔ اور پھلجڑیاں گرانے سے باز آجائیں۔ تو تفرقے ختم ہوسکتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ تھے وہ الزامات کہ جو عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے بڑے طمطراق سے پیش کیے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ان پر ندامت کے آنسو بہاتا۔ اور شرم کے مارے ڈوب مرتا۔ لیکن کمال بے حیائی اور بد باطنی اور بے شرمی سے آخر میں ان الفاظ سے چیلنج لکھا۔

اعلان عام:

ان علماء و مفتیان کی طرف سے دس سال تک جو عالم عرب و عجم سے ان دلائل کا حوالہ بحوالہ رد و جواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستانی انعام کا مستحق ہے جو رد نہ کر سکے نہ جواب دے سکے پھر بھی بغاۃ ظالموں بدکاروں غداروں کو صحابہ کرام میں رکھ کر ان پر رضی اللہ عنہ پڑھنے سے نہ شرمائے نہ باز آئے تو اسے ہر ضدی جاہل گمراہ اور اس کے ارباب من دون اللہ ہر دس ہزار برس تک روزانہ صبح و شام وہ جزا اللہ نے اس سے پہلے باغی پر تو مقررہ کر رکھی ہے۔ الی یوم الدین۔

جواب اعلان عام:

"اعلان عام" میں حوالہ بحوالہ رد و جواب کا مطالبہ کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان کرنے والے نے ہر سوال کا حوالہ بمعہ قید صفحہ وجزء دیا ہوگا۔ لیکن ہم نے اس کے تمام سوالات آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں۔ جو من گھڑت ہیں۔ کسی کتاب سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور وجود نہیں،

اور جو حوالہ جات نقل بھی کیے۔ وہ بھی ادھورے اور نامکمل ہیں۔ بہر حال ہم نے کوشش کی کہ اسے راہِ فرار نہ ملے۔ خواہ کسی سوال کا حوالہ دیا یا اُسے ذہنی بغض و عداوت کا شاہکار بنایا۔ آپ نے اس کے باسٹھ ۶۲ سوالات بھی پڑھے اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ کیے۔ اور قسیم اسے اپنی خیانت کا علم ہے۔ اگر یہ خود یا اس کتاب کے ناظرین اللہ تعالیٰ کو علیم و بصیر جانتے ہوئے ہمارے جوابات کو دیکھیں گے۔ تو پکار اٹھیں گے۔ کہ سوالات کا جواب آگیا۔ تو بموجب اعلان عبدالرحیم دیوبندی کو دس ہزار روپے پاکستانی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سابقہ نظریات اور مؤقف سے توبہ کرنی چاہیئے۔ دس ہزار کا مطالبہ صرف اس کے اعلان پر کر رہا ہوں۔ ورنہ مجھے یہی انعام کافی ہے۔ کہ میں نے ایک ازلی بدبخت، دشمن صحابی اور کاتب وحی سے بغض و عداوت رکھنے والا کا منہ توڑ جواب دے کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اس کے مکر و فریب سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں۔ کہ جس خلوص نیت سے میں نے یہ جوابات لکھے۔ اللہ تعالیٰ ضرور مجھے اس کا صلہ عطا فرمائے گا۔ اور میرے جوابات سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روح خوش ہو گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، جناب غوث پاک، امام شعرانی، امام غزالی امام نووی اور اعلیٰ حضرت خصوصاً میرے سلسلہ عالیہ روحانیہ کے آباؤ اجداد پیر کیلانی اور شیر ربانی اور مجدد الف ثانی ایسی پاکیزہ شخصیات کی ارواح بھی خوش ہوں گی۔ اور میرے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائے خیر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ میری اس پر خلوص کاوش کو مقبول فرمائے۔ اور عوام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

الدعاء شہنشاہ ولایت قبلہ سید باقر علی شاہ صاحب حضرت کیلیانوالی سرکار کا سایۂ تادم آخر فقیر کے سر پر قائم دائم رہے کہ جن کی خصوصی شب و روز دعاؤں کے صدقے فقیر اس راستے پر چل رہا ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار

گستاخِ دوم

مودودی کے امیر معاویہ پرست عدد اعتراضات

اعتراض اوّل

امیر معاویہ رضؓ نے ولد الزنا زیاد بن سمیہ کو اپنا حقیقی بھائی قرار دیا۔ مودودی

حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر دیوبندیت کا عمامہ سجا کر اور صحابہ کرام کا مداح ہونے کا دعویٰ کرنے والا ایک مغبچہ عبدالرحیم کا عقیدہ آپ نے پڑھا۔ اس کے ایک اور ساتھی جناب مودودی علیہ ما علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مورد طعن بنایا گیا۔ اگرچہ بہت سی باتیں کہی گئی۔ لیکن ہم نے ان کو آٹھ کی تعداد میں بیان کیا ہے ان میں سے بعض کا جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم اور جلد پنجم میں دیا جا چکا ہے۔ اس لیے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ اور بقیہ باتوں کا اب جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی ایک ایک دلآزار عبارت ملاحظہ ہو۔

خلافت و ملوکیت:

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان تھا۔ کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ کے والد جناب

ابوسفیان نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسی سے وہ حاملہ تھی۔ حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے۔ جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجہ کا مدبر، منتظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا۔ اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہ نے اس کو حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لیں۔ اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا۔ کہ زیاد انہیں کا ولدالحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اُسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف حکم موجود ہے۔ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ اور زانی کے لیے کنکر پتھر ہیں۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ نے اسی وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اس سے پردہ فرمایا۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۵)

جواب اوّل:

استلحاق زیاد کی روایت کسی سند صحیح کے ساتھ مذکور نہیں

"استلحاق زیاد" یعنی زیاد کو امیر معاویہ نے اپنا بھائی بنا کر اپنی وراثت میں شامل کیا۔ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہر مخالف نے ذکر کیا

لیکن اس واقعہ کے جہاں تک قابل اعتبار ہونے کا معاملہ ہے۔ تو کسی شخص نے اس کی سند ذکر نہیں کی۔ پھر ایسی بے سند اور غیر معیاری باتوں سے حضرات صحابہ کرام کی شخصیات کو داغدار کرنا نہایت بے عقلی ہے۔ واقعہ آپ نے مودودی کے قلم سے پڑھا۔ ذرا عقل کو دستک دو۔ اور اس سے پوچھو۔ کہ کیا وہ وجوہات جو زیاد کو اپنے ساتھ ملانے اور خلافت کے امور میں شرکت کرنے پر بیان کی گئی ہیں۔ وہ تسلیم ہیں؟ کہا گیا ہے۔ کہ چونکہ زیاد بڑا قابل اور مدبر تھا۔ اور امیر معاویہ اس کو امارت میں شریک کرنا چاہتے تھے اس پر آپ نے یہ طریقہ نکالا۔ کہ اس کو پہلے اپنا بھائی ثابت کیا جائے۔ اور پھر شریکِ امارت کر دیا جائے۔ کیا کسی کو شریکِ امارت کرنے کے لیے اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا امیر معاویہ جو نائب رسول تھے۔ انہیں ایسا کرتے خود سمجھ نہ آئی۔؟ اگر کسی کو حامی اور مددگار بنانے کے لیے فرضی رشتہ کی ضرورت ہوتی۔ تو حقیقی رشتہ دار بالکل معاون اور مددگار ہونے چاہئیں۔؟ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی جناب عقیل نے اپنے بھائی کی بجائے امیر معاویہ کی طرف داری کی تھی؟ اور محمد بن حنفیہ نے باوجود اس کے کہ امام حسین کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا ساتھ نہ دیا۔ لہٰذا عقل یہی کہتی ہے۔ کہ جو شخص کسی کا مخالف ہو۔ اُسے اپنا بھائی یا اپنے نسب میں شامل کر لینا یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اس کی مخالفت ترک کر کے اس کا حامی ناصر ہو گیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے۔ تو صرف یہی نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ خود کاتب وحی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پھر اس منصب پر متمکن کہ جہاں قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔ ایسے میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے یہ کام کیا۔ اور پھر اس پر موجود تمام صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور مودودی والی حدیث ان میں سے کسی کو یاد نہ تھی۔ ایسا الحاق عام مسلمان کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ قرآن کریم کی تکمیل اور شریعت مطہرہ

کی تشہیر کے بعد کا ہے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسا بزرگ صحابی یہ کب برداشت کر سکتا ہے۔ کہ وہ محض اپنے فائدے کی خاطر ایک شرعی حکم کو پس پشت ڈال دیں گے۔ مختصر یہ کہ اگر زیاد واقعی ولد الزنا ہوتا تو پھر اس کو اپنے خاندان میں شامل کرنے پر اس وقت کے تمام مسلمان امیر معاویہ کے مخالف ہو جاتے۔ اور یہ ایک بہت بڑی غلطی ہوتی۔ اور باعث نقصان ہوتی۔

جوابِ دوم:

امیر معاویہ کا اپنے بازو مضبوط کرنے کے لیے زیاد کو بھائی بنانے کا الزام بے بنیاد ہے۔

زیاد کو بھائی بنانے کا واقعہ ۴۴ھ میں تبلایا گیا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنے چار سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ مان لیتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے وقت کچھ اذہان متردد تھے۔ اور ان میں تلخیاں تھیں لیکن اس ابتدائی دور میں جب تلخیاں اور مخالفتیں موجود تھیں۔ آپ نے زیاد کو اپنا شریک نسب نہیں بنایا۔ اور اس کی مدد و نصرت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اور جب حالات سازگار ہو گئے۔ اور تلخیاں ختم ہو گئیں۔ تو آپ نے اس کی معاونت کا حصول چاہا۔ جبکہ بالکل ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں جب ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنا ہم نوا بنانے کی بجائے اس پر سختی کی۔ اور اس کی شہادت کامل ابن اثیر ص ۴۱۴ جلد دوم اور طبری جلد پنجم ص ۹۵/۹۶ پر مختصر یوں ہے۔

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے زیادہ علاقہ فارس کا گورنر چلا آرہا تھا۔ امیر معاویہ نے آغاز خلافت میں ۴۱ھ کو بیت المال میں خرد برد کرنے کے الزام میں زیاد کی جواب طلبی کی۔ لکھا گیا تو صفائی پیش کرو۔ یا مال واپس کرو۔ زیاد نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس تھوڑی سی رقم بچی ہے۔ جو میں نے اس لیے رکھی ہوئی ہے۔ کہ لوگوں کے بوقت ضرورت کام آئے۔ اس کے علاوہ بقیہ مال میں نے سابق امیر المؤمنین کو دے دیا تھا۔ اس پر جناب معاویہ نے لکھا۔ کہ اگر حقیقت یہی ہے۔ تو پھر تم ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہارے بارے میں غور کر کے بہتر فیصلہ کریں گے۔ لیکن زیاد نہ آیا۔ امیر معاویہ نے بصرہ کے عامل بسر بن ارطاۃ کو صورت حال لکھی۔ اس نے زیاد سے کہا۔ کہ یا تو تم امیر المؤمنین کے ہاں حاضر ہو جاؤ۔ یا پھر تمہارے اہل وعیال کی خیر نہیں۔ جب اس پر بھی زیاد نہ آیا۔ تو اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بھائی ابوبکرہ نے حضرت معاویہ کے پاس آ کر اس کی صفائی پیش کی۔ اور اس کے بچوں کو آزاد کرنے کی درخواست کی۔ اس پر آپ نے بسر بن ارطاۃ کو حکم دیا کہ زیاد کے بچوں کو رہا کر دیا جائے۔ اور زیاد کی بھی خلاصی کر دی جائے۔"

اب ایسے شخص کو کہ جس کی معاونت کی اشد ضرورت تھی۔ اور امیر معاویہ کی خلافت کے ابتدائی ایام اس بات کے متقاضی تھے۔ تو پھر آپ نے اسے ساتھ ملانے کی بجائے اس پر سختی کرنے کا کیوں حکم دیا۔ اور اس سے باز پرس کیوں کی؟ اس وقت زیاد کو اپنا ہم نوا بنانا بہت آسان تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ زیاد کا چار سال بعد استلحاق سیاسی بنا پر نہ تھا۔ اس لیے مودودی کا اسے سیاسی غلطی کہنا خود غلط ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ استلحاق قرائن و شواہد کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ کی نظر میں درست

ہو گا، تب آپ نے موجود صحابہ کرام کی موجودگی میں ایسا کیا۔ اور "الولد للفراش" حدیث کوئی چھپی ہوئی نہ تھی۔ اسے تمام صحابہ کرام جانتے تھے۔ اس کی مخالفت کرتے ہوئے۔ اگر امیر معاویہ زیاد کو اپنے نسب میں شامل کرتے۔ تو اس میں کئی قباحتیں نکلیں گی۔ خود زیاد کوئی جاہل نہ تھا۔ اُسے بھی یہ حدیث یاد تھی۔ پھر اس نے چپ کر کے اپنا نسب تبدیل کر لیا امیر معاویہ نے خلیفہ وقت ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بالکل خلاف کیا۔ اور تمام موجود صحابہ کرام نے اس پر کوئی احتجاج نہ کیا۔ صرف امیر معاویہ پر ہی اعتراض نہیں۔ بلکہ اس کی حدود دائیں بائیں دُور دُور تک پھیلتی ہیں۔ اور پوری امت مسلمہ کو اپنے دامن میں لپیٹتی ہیں۔ اس لیے ان مفاسد کے اثبات کی بجائے یہی محفوظ و مامون راستہ ہے۔ کہ ایسی روایات محض امیر معاویہ کو بدنام کرنے کے لیے تراشی گئی ہیں۔

ایک طرف عقلاً اس واقعہ کے ناممکن الوقوع ہونے کی صورت ہم نے بیان کی۔ اور دوسری طرف یہ بھی دیکھا جائے۔ کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت کیسا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں ایک صحابی ماعز رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے چار مرتبہ اقرار زنا کیا۔ ہر مرتبہ آپ اس سے منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ چار دفعہ اقرار کے بعد آپ نے پوچھا۔ تو دیوانہ تو نہیں۔ عرض کی نہیں۔ پوچھا شادی شدہ ہو کہا ہاں۔ فرمایا۔ اسے رجم کر دو۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے زنا کرنے کی نفی یا اس میں شبہ کے وقوع کو تلاش کر کے حد جاری کرنے سے پہلو تہی کرنی چاہیے۔ اسی لیے آپ نے ہر دفعہ منہ پھیرا۔ اور دیوانہ کہا اور شادی شدہ ہونے کا دریافت کیا۔ گویا آپ چاہتے تھے۔ کہ کسی طرح گنجائش نکل آئے۔ اور اللہ کی حد سے بچ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو یہ ہیں۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک پرانے قصہ کو تازہ کرنے کے لیے (اور وہ بھی زنا کا قصہ) گواہیاں لے رہے ہیں۔ یعنی ڈھونڈ ڈھونڈ کر زنا ثابت کرنے

کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس دور کی گواہیاں جب اسلام کی روشنی میں بھی پہلی تحقیق بلد امیر معاویہؓ کو اس کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ جبکہ بحوالہ الاستیعاب جناب مغیرہ ابن شعبہ پر دورِ فاروقی میں تین آدمیوں نے بدکاری کی گواہی دی۔ زنا کی گواہی نامکمل ہونے کی بنا پر ان تینوں پر حدِ قذف جاری کی گئی۔ تو امیر معاویہ کے سامنے ابوسفیان کے زنا کرنے پر کیا ایسی ہی چار گواہیاں موجود تھیں۔ جو سمیہ اور ابوسفیان کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے۔ جیسا سرمہ دانی میں سلائی ڈالی جاتی دیکھ رہے ہوں محض اِدھر اُدھر کی باتوں سے زنا تو ثابت نہیں ہوتا۔ اور واقعہ بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے ان گواہیوں کی بنا پر زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زنا کی گواہیوں کی کیفیت سے بھی بے خبر تھے؟

جوابِ سوم:

ولد الزنا کو اپنا بھائی بنانے کا الزام اہلِ تشیع کی ایجاد ہے

تاریخ ابن خلدون۔

وَكَانَ اَكْثَرُ شِيْعَةِ عَلِيٍّ يُنْكِرُوْنَ ذَالِكَ وَيَنْقِمُوْنَهُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ حَتّٰى اَخُوْهُ اَبُوْ بَكْرَةَ وَكَتَبَ زِيَادٌ اِلٰى عَائِشَةَ فِيْ بَعْضِ الْاَحْيَانِ مِنْ زِيَادِ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ يَسْتَدْعِيْ جَوَابَهَا بِهٰذَا النَّسَبِ لِيَكُوْنَ لَهٗ حُجَّةً فَكَتَبَتْ اِلَيْهِ مِنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى اِبْنِهَا زِيَادٍ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ يُبْغِضُ زِيَادًا وَقَالَ

يَوْمًا لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ مَن عبد القيس ابن سمية يَقْبَحُ اٰثَارِيْ وَيَعْتَذِرُ عُمَّالِيْ لَقَدْ هَمَمْتُ لِقَسَامَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ لَمْ يَرَ سُمَيَّةَ فَاُخْبِرَ زِيَادٌ بِذَالِكَ فَاَخْبَرَ بِهٖ مُعَاوِيَةَ فَاَمَرَ حَاجِبَهٗ اَنْ يَرُدَّهٗ مِنْ اَقْصَى الْاَبْوَابِ وَشَكَى ذَالِكَ اِلٰى يَزِيْدَ فَرَكِبَ مَعَهٗ فَاَدْخَلَهٗ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهٖ وَدَخَلَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَقَالَ يَزِيْدُ نَعْقُدُ فِيْ اِنْتِظَارِهٖ فَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى عَدَ ابْنُ عَامِرٍ فِيْ مَا كَانَ مِنْهُ مِنَ الْقَوْلِ وَقَالَ اِنِّيْ لَا تَكْثُرُ بِزِيَادٍ مِنْ قِلَّةٍ وَلَا تُعَزِّزُ بِهٖ مِنْ ذِلَّةٍ وَلٰكِنْ عَرَفْتُ حَقَّ اللّٰهِ فَوَضَعْتُهٗ مَوْضِعَهٗ۔

(ابن خلدون جلد سوم صفحہ نمبر ۱۰۱ استلحاق زیاد)

ترجمہ:۔ اہل تشیع کی اکثریت اس بات کا رد کرتی ہے۔ اور امیر معاویہ پر اس سے اعتراض پیدا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ امیر کا بھائی ابو بکرہ بھی۔ ایک مرتبہ اسی زیاد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس عنوان سے رقعہ لکھا۔ "ز زیاد بن ابی سفیان" گویا۔ وہ ان الفاظ کو لکھ کر مائی صاحبہ سے اپنے اس نسب کی صداقت چاہتا تھا۔ تاکہ بوقت ضرورت یہ حجت ہو سکے۔ اس کے جواب میں مائی صاحبہ نے اُسے یُوں لکھا۔ "عائشہ ام المومنین اپنے بیٹے زیاد کو خط لکھ رہی ہے" (یعنی اس کے مطلوبہ نسب کی تصدیق نہ کی۔)

عبداللہ بن عامر کو زیاد سے بغض تھا۔ ایک دن اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو کہا۔ کون ہے عبد القیس ابن سمیہ جو میرے کاموں کے کیڑے

نکالتا ہے۔ اور میرے کارندوں کے آڑے آتا ہے۔ میں نے قریش سے اس بات پر قسمیں لینے کی ٹھانی ہے۔ کہ ابو سفیان نے سمیہ نامی لونڈی کو دیکھا تک نہیں۔ جب زیاد کو اس کی خبر ملی۔ تو اس نے معاویہ کو یہ بتایا۔ اس پر معاویہ نے حکم دیا۔ کہ آخری دُور کے دروازے سے اسے واپس کر دو۔ اس نے یزید کے ہاں اس کی شکایت کی۔ یزید اس کو لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت معاویہ کے پاس آیا۔ جب امیر معاویہ نے اسے دیکھا۔ تو اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ یزید کہنے لگا۔ ہم آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار کرتے ہیں۔ (پھر کچھ دیر بعد امیر باہر تشریف لائے۔) اور ابن عامر نے وہی باتیں کہنا شروع کر دیں۔ جو پہلے کہیں تھیں امیر نے اس پر فرمایا۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت کو کثرت نہیں بخشی۔ اور نہ ہی ذلت کو عزت دی۔ لیکن جب میں نے اللہ کا حق جان لیا تو اُسے اپنے مقام پر رکھنے کا حکم دیا۔

توضیح:

ابن خلدون نے استلحاق زید کے واقعہ کو درست سمجھا۔ لیکن اہل تشیع کا اس واقعہ کو غلط رنگ دینا واضح کیا۔ عبداللہ بن عامر نے جب اس استلحاق کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور یہاں تک کہا کہ میں ایسی بیسیوں گواہیاں پیش کر سکتا ہوں۔ کہ ابوسفیان نے سمیہ نامی لونڈی کو نہیں دیکھا۔ تو اس پر جناب معاویہ نے کہا۔ بھائی دیکھو میں نے کسی طمع اور لالچ کے طور پر استلحاق نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کا حق سمجھ کر اسے اپنا مقام دیا ہے۔ یعنی ابوسفیان نے سمیہ سے زنا نہیں بلکہ نکاح کیا اور اس سے زیاد پیدا ہوا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کہ قریش میں سے کسی معزز کا ایک لونڈی سے نکاح کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن، حق، حق ہی ہے۔

کامل ابن اثیر:

فَقَالَ یَا ابْنَ عَامِرٍ اَنْتَ الْقَائِلُ فِی زِیَادٍ مَا قُلْتَ اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلِمَتِ الْعَرَبُ اَنِّی کُنْتُ اَعَزَّھَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَاَنَّ الْاِسْلَامَ لَمْ یَزِدْنِی اِلَّا عِزًّا وَاِنِّی لَمْ اَتَکَثَّرْ بِزِیَادٍ مِنْ قِلَّۃٍ وَلَمْ اَتَعَزَّزْ بِہٖ مِنْ ذِلَّۃٍ وَلٰکِنْ عَرَفْتُ حَقًّا لَہٗ فَوَضَعْتُہٗ مَوْضِعَہٗ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ نَرْجِعُ اِلٰی مَا یُحِبُّ زِیَادٌ قَالَ اِذًا نَرْجِعُ اِلٰی مَا تُحِبُّ فَخَرَجَ ابْنُ عَامِرٍ اِلٰی زِیَادٍ فَتَرَضَّاہُ۔ (کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۴۴۲ ذکر استلحاق معاویۃ زیاد ۴۴ھ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ اے ابن عامر! تو نے زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا۔ وہ ہم نے سن لیا ہے۔ خدا کی قسم! تمام عرب اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جاہلیت میں بھی عزت عطا فرمائی تھی۔ اور اسلام کے بعد میری عزت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت کو کثرت نہیں بخشی اور نہ ہی ذلت کو عزت بنایا۔ لیکن میں نے اس کا حق جانتے ہوئے اُسے اُس کی جگہ پر مقرر کیا۔ یہ سن کر ابن عامر نے کہا اے امیر المؤمنین ہم اس بات کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور قبول کرتے ہیں۔ جو زیاد کو پسند ہے امیر معاویہ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہم بھی تمہاری پسند کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر عبداللہ بن عامر وہاں سے نکلا۔ اور زیاد کے پاس آکر اُسے راضی کر لیا۔

تبصرہ:

ابن خلدون اور کامل ابن اثیر کی مذکورہ تحریر اس واقعہ کو بالکل صاف صاف بیان

کر دیتی ہے۔ کہ زیاد کے بارے میں لوگوں کے اندر اگرچہ مختلف باتیں تھیں۔ کوئی اسے ابن عبیدہ کہتا۔ کوئی ابن ابی اور کوئی کسی اور طرح انہیں بلاتا ہے۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف یہ حضرت معاویہ اپنی سابقہ عزت کا حوالہ دے کر اسلام کی وجہ سے اس میں اضافہ کی بات کرتے ہیں۔ اب ان دونوں باتوں کو ذرا باہم ملا کر دیکھیں۔ اگر زیاد واقعی ولد الزنا تھا۔ تو ایسے شخص کو اپنا بھائی بنانے میں عزت کا جنازہ نکلا کرتا ہے۔ یا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ گویا امیر معاویہ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اگرچہ لوگوں میں زیاد کے بارے میں کئی قسم کی باتیں مشہور ہیں۔ اور ایسے میں اسے اپنا بھائی بنانا نہایت ذلت کا باعث ہوگا۔ لیکن اس عارضی مخالفت کی بنا پر میں حقیقت سے منہ کیسے موڑ سکتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ زیاد میرے والد کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ نطفہ حلال تھا۔ اس لیے حق جب یہ ہے۔ تو اسے اس کا مقام ملنا چاہئیے۔ میرے سامنے احقاق حق ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے اس کو ساتھ ملا کر کوئی مفاد حاصل کرنا ہے۔

اس مقام تحقیق پر ذہن دو باتوں کی طرف پلٹتا ہے۔ اول یہ کہ اگر زیاد حقیقت میں ابن سفیان کا بیٹا تھا۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی توثیق کی بجائے اسے اپنا بیٹا کہہ کر جواب کیوں دیا؟ دوسری یہ کہ سیدہ ام حبیبہ نے اس زیاد سے پردہ کیوں کیا؟

ان دونوں باتوں کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ سیدہ عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما دونوں کے پاس اس بات کا ثبوت یقینی نہ تھا۔ کہ زیاد واقعی ابو سفیان کے نطفہ حلال کی پیداوار ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے مبلغ علم کی بنا پر عمل کرتے ہوئے ایسے کیا۔ سیدہ عائشہ نے اسے اپنا بیٹا کہہ کر اس کی دلجوئی کی۔ اور ام حبیبہ نے یقینی محرم نہ ہونے کے علم کی بنا پر پردہ ایسے فریضۂ اسلام پر عمل کیا۔ ان دونوں کے برعکس چونکہ امیر معاویہ کو حقیقت حال کا علم تھا۔ اس لیے انہوں نے زیاد کے نسب کا اقرار کیا۔ اگرچہ لوگوں میں اس کے

خلاف پر پیشگوئیاں موجود تھیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

جوابِ چہارم:

زیاد کے ابوسفیان کی جائز اولاد ہونے پر شہادتیں

الاصابہ فی تمیز الصحابہ:

وَكَانَ اسْتِلْحَاقُ مُعَاوِيَةَ لَهٗ فِيْ سَنَةِ اَرْبَعٍ وَاَرْبَعِيْنَ وَشَهِدَ بِذَالِكَ زِيَادُ بْنُ اسماء الحرمازى ومالك ابن ربيعه السلولى والمنذر ابن الزبير فِيْ مَاذكر المدائنى باسانيده وزاد فى الشُّهُوْدِ جويريه بنت ابى سفيان والمسور بن ابى قدامه الباهلى وابن ابى النصر الثقفى وزيد ابن نفيل الاذدى وشعبه بن العلقم المازنى ورجل من بنى عمرو بن شيبان ورجل من بنى المصطلق شَهِدُوْا كُلُّهُمْ عَلٰى اَبِىْ سُفْيَانَ اَنَّ زِيَادَ ابْنُهٗ اِلَّا الْمُنْذِرُ فَشَهِدَ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ قَالَ ذَالِكَ فَخَطَبَ مُعَاوِيَةُ فَاسْتَلْحَقَهٗ فَتَكَلَّمَ زِيَادٌ فَقَالَ فَاِنْ كَانَ مَا شَهِدَ الشُّهُوْدُ حَقًّا

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاِنْ يَكُنْ بَاطِلًا فَقَدْ جَعَلْتُهُمْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللّٰهِ۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد اول ص ۵۸۰ حرف الزاء القسم الثالث)

ترجمہ: استلحاق کا واقعہ ۴۴ھ میں ہوا۔ اس کی گواہی دینے والے یہ لوگ ہیں۔ زیاد ابن اسماء الحرمازی، مالک بن ربیعہ السلولی، المنذر ابن الزبیر۔ ان کا نام مدائنی نے اپنی سندوں کے ساتھ ذکر کیا۔ گواہوں میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا۔ جویریہ بنت ابی سفیان، مسور بن ابی قدامہ الباہلی، ابن ابی النصر الثقفی زید بن نفیل اذدی، شعبہ بن علقمہ مازنی بن شیبان اور بنی عمرو بنی مصطلق کا ایک ایک آدمی۔ ان تمام نے ابوسفیان کے متعلق گواہی دی کہ زیاد اس کا بیٹا ہے۔ صرف منذر نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ سے سنا ہے۔ وہ کہتے کہ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ زیاد کو ابوسفیان نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ ان گواہیوں کے بعد حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔ اور زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا۔ زیاد نے کچھ گفتگو کی۔ اور کہا کہ اگر ان گواہوں کی گواہی حق ہے۔ تو اللہ کا شکر اور اگر باطل ہے۔ تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کو رکھا۔

تبصرہ:

بکثرت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ اس حوالہ سے "ولد الحرام" کی کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ان گواہیوں میں

مالک بن ربیعہ صحابی بھی ہیں جو عادل ہونے کی بنا پر غلط بیانی نہیں کر سکتے۔ اور جناب منذر نے تو حضرت علی المرتضٰے کی گواہی پیش کی۔ کہ انہوں نے ابوسفیان کی خود زبان سے زیاد کو بیٹا کہتے سنا ہے۔ حضرت علی المرتضٰے سرچشمۂ ولایت، خدا کی خدائی کے غیب دان ہیں۔ جب شیعہ انہیں ہر خفی و جلی کا عالم کہتے اور مانتے ہیں۔ تو پھر ان کے اس ارشاد کو تسلیم کیوں نہیں کیا جاتا؟ لہٰذا یہ کہنے والے کہ زیاد ولد الحرام ہے۔ (جبکہ حضرت علی اسے حلال کہیں) خود اپنی خیر منائیں۔ ان حالات میں امیر معاویہ کا ان کو بھائی بنانا کوئی عیب کی بات نہیں۔ اسی لیے زیاد نے بھی ان شرعی شہادتوں پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے ان کے متعلق مختلف لوگوں کی طرف نسبت کا معاملہ ختم ہو ہو جاتا ہے (فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب پنجم۔ حضرت علی زیاد کو والد الزنا نہیں سمجھتے تھے

گذشتہ حوالہ میں زیاد کے فرزند ابوسفیان ہونے کی گواہی دینے والوں میں جناب منذر بھی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضٰے کی گواہی نقل کی۔ حضرت علی رضؓ کی شہادت کا واقعہ اس دور کا ہے۔ جب فاروق اعظم زندہ تھے۔ اور انہوں نے زیاد کو یمن کے فتنہ کے خاتمہ کے لیے بھیجا تھا۔ جب زیاد کامیاب لوٹا۔ اور واپس آکر خطبہ دیا۔ تو عمرو ابن العاص نے اس کے خطبہ کو سن کر کہا۔ کہ اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا۔ تو عرب کو اپنی لاٹھی سے ہانکتا۔ اس وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ میں اس لڑکے کے باپ کو جانتا ہوں۔ حضرت علی نے ابوسفیان سے پوچھا وہ کون ہے کہنے لگا۔ وہ میں ہوں۔ (الاستیعاب جلد اول ص ۵۶۹) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ زیاد کو ولد الحرام نہیں سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر خلافت فاروقی کے اندر دور عثمانی آیا اور گزر گیا۔ پھر جب حضرت علی المرتضٰے کا اپنا دور آیا۔ تو آپ نے اسے

فارس کا گورنر مقرر کیا۔ اور شہادت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ تک زیاد ان کے ساتھ رہا۔

الاستیعاب:

ثُمَّ صَارَ زِيَادٌ مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاسْتَعْمَلَهُ عَلَى بَعْضِ أَعْمَالِهِ فَلَمْ يَزَلْ مَعَهُ إِلَى أَنْ قُتِلَ عَلِيٌّ رَحْمَةُ اللّٰهِ

(الاستیعاب بہر الاصابہ فی تمیز الصحابہ حرف الزیاد جلد اول ص ۵۶۸)

ترجمہ: پھر دور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ میں زیاد حضرت علی کا ہمنوا ہو گیا۔ آپ نے اسے بعض اعمال پر عامل مقرر کر دیا۔ ان دونوں کی رفاقت، شہادتِ علی تک رہی

خلاصہ کلام:

حضرت علی المرتضٰے کہ جنہیں "ما فی الارحام" کا علم اہل تشیع ثابت کرتے ہیں۔ وہ زیاد کو ولد الحرام نہیں کہتے۔ بلکہ اسے اپنے دور خلافت میں اہم ذمہ داریاں سونپتے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے گورنری تفویض کرتے ہیں۔ یمن کے فساد پر قابو پانے کے لیے اسے بھیجتے ہیں۔ دور امیر معاویہ میں بہت سی شہادتیں ایسی موجود تھیں۔ جنہوں نے زیاد کے ابوسفیان کا بیٹا ہونا ثابت کر دیا تھا۔ ان حالات میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ زیاد ان کا بھائی ہے ورنہ کسی کو اپنے نسب میں شامل کرنے کے لیے سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ امیر معاویہ نے ان کے استحقاق کو ایک "حق" کے طور پر تسلیم کیا۔ نہ کوئی دوسری غرض یا مقصد تھا۔ آگے چل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی زیاد کے بیٹے سے اپنی بیٹی کی شادی کرتے ہیں۔ زَوَّجَ مُعَاوِيَةُ ابْنَتَهُ مِنِ ابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي زیاد (استیعاب جلد اول ص ۵۷۰)

ان تصریحات کے بعد مودودی وغیرہ کا کیچڑ اچھالنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ بڑی بے باکی سے لکھا۔ کہ امیر معاویہ کا ایسا کرنا اخلاقی طور پر مکروہ تھا۔ اور شرعی قانونی حیثیت سے یہ ایک صریح ناجائز فعل ہے۔ لیکن صحابی رسول پر یہ الزام دھرتے وقت خود کس اخلاقی قدر کا اہتمام کیا۔ اور کون سے قانونی و شرعی نقطہ کو سامنے رکھ کر یہ لکھا۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ جو اخلاقی ضابطے اور قانون اصول مودودیت کے ہیں۔ وہ امیر معاویہ نے پورے نہیں کیے۔ اور یہی مودودیت ہے۔ کہ اکابر سلف کو اپنے ضابطوں کا مخالف بنا کر پیش کیا جائے۔ آگے سنیئے۔ کیا کہہ گئے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر۲

امیر معاویہ رضؓ نے قانون کی بالادستی کا خاتمہ کر دیا

—— مودودی ——

خلافت وملوکیت:

سب سے بڑی مصیبت جو ملوکیت کے دور میں مسلمانوں پر آئی وہ یہ تھی کہ اس دور میں قانون کی بالاتری کا اصول توڑ دیا گیا۔ حالانکہ وہ اسلامی ریاست کے اہم ترین بنیادی اصولوں میں سے تھا۔۔۔ یہ پالیسی حضرت امیر معاویہؓ کے عہد ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ امام زہری کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چار خلفائے راشدین کے عہد میں سنت یہ تھی۔ کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا تھا۔ نہ مسلمان کافر کا۔ حضرت معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمانوں کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حضرت عمر و بن عبدالعزیز نے آکر اس بدعت کو موقوف کیا مگر ہشام بن عبدالملک نے اپنے خاندان کی روایت کو پھر بحال کر دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۹) حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ نے بدل دیا سنت کو۔ سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی۔ مگر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹) (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۳)

جواب:

صاحب تصنیف خلافت و ملوکیت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر دو الزام لگا کر ثابت کرنا چاہا۔ کہ انہوں نے اسلامی قانون کی برتری ختم کر دی تھی۔ الزام اول یہ کہ اسلامی قانون میں کافر و مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ لیکن امیر معاویہ نے مسلمان کو کافر کا وارث بنانے کا قانون نافذ کیا۔ دوسرا الزام یہ کہ ذمی کے قتل پر دیت مسلمان کے قتل کے برابر تھی۔ لیکن امیر معاویہ نے ذمی کی دیت نصف کر دی۔

الزام اول کے لیے ثبوت مودودی نے امام زہری کی روایت بحوالہ البدایہ والنہایہ ذکر کر کے قارئین کو یہ تاثر دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ رویہ کو ابن کثیر اور امام زہری نے خلاف سنت کہا ہے۔ لیکن اس میں کمال چالاکی سے کام لیتے ہوئے حقیقت حال کو چھپانے اور اپنے بغض کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تسلیم کہ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت البدایہ والنہایہ میں ذکر کی۔ لیکن یہ واقعہ نقل کرتے وقت ابن کثیر نے امیر معاویہ پر اسے طعن کے طور پر پیش نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی ان کی بدعات میں شمار کیا ہے۔ بلکہ بات یہ ذکر کر رہے تھے۔ کہ حضرت امیر معاویہ بھی اجتہادی صلاحیت کے مالک تھے۔ اور یہ واقعہ انہوں نے ان کی اجتہادی بصیرت کے ثبوت کے طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ ایک مجتہد کو جب وہ کسی نو پید مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے۔ تو اگر وہ صواب ہو۔ تو مجتہد مستحق اجران ہوتا ہے۔ اور اگر صواب نہ بھی ہو تو اس کی محنت رائیگاں نہیں جاتی۔ بلکہ ایک اجر کا حقدار ضرور ہوتا ہے۔ لیکن کیا کہیں کہ مودودی کو اپنی "دوشینی" نے بجائے اس کے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اُسے بصیرت اجتہادی نظر آتی۔ اُسے یہ بات ان کی قانون شکنی کی صورت میں نظر آئی۔ اور اسے بدعات میں سے شمار کر دیا۔ اگر یہ واقعی قانون شکنی اور بدعت کے زمرے میں شامل ہے۔ تو پھر اس کے مؤیدین حضرات کو بھی

انہی دو لفظوں سے یاد کرنا پڑے گا۔ جو "منکر اسلام" کی تکفیر و تدبیر کا شاہکار ہوگی۔ آیئے مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کی بات اور اختلاف کرنے والوں کی نشاندہی بحوالہ دیکھیں۔

احکام القرآن:

بَعْضُ ذَالِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ بَعْضُهُ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ فَمَا اِتَّفَقَ عَلَيْهِ اَنَّ الْكَافِرَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمَ وَاَنَّ الْعَبْدَ لَا يَرِثُ وَاَنَّ الْقَاتِلَ الْعَمَدَ لَا يَرِثُ وَقَدْ بَيَّنَّا مِيْرَاثَ هٰؤُلَاءِ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَا اَجْمَعُوْا عَلَيْهِ مِنْهُ وَمَا اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَاخْتُلِفَ فِيْ مِيْرَاثِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ وَمِيْرَاثِ مِنَ الْكَافِرِ وَ مِيْرَاثِ الْمُرْتَدِّ فَاَمَّا مِيْرَاثُ الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ فَاِنَّ الْاَئِمَّةَ مِنَ الصَّحَابَةِ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى نَفْيِ التَّوَارُثِ بَيْنَهُمَا وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ التَّابِعِيْنَ وَفُقَهَاءِ الْاَمْصَارِ روی شعبہ عن عمرو بن ابی الحکیم عن ابی باباہ عن یحیٰی ابن یعمر عن ابی الاسود الدولی قال معاذ بن جبل قال) کان معاذ ابن جبل بِالْيَمَنِ فَارْتَفَعُوْا اِلَيْهِ فِيْ يَهُوْدِيٍّ مَاتَ وَتَرَكَ اَخَاهُ مُسْلِمًا فَقَالَ سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ اَلْاِسْلَامُ يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ۔

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۰۱ باب من یحرم المیراث مع وجود النسب)

ترجمہ: میراث کی بعض صورتیں ایسی ہیں۔ جن پر تمام کا اتفاق۔ اور کچھ دوسری مختلف فیہ ہیں۔ متفقہ صورتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے۔ تو کافر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ کہ

غلام وارث نہیں ہوتا۔ اور تیسری یہ کہ غلام کا قاتل وارث نہیں ہوتا۔ ہم نے ان لوگوں کی میراث کا ذکر سورۂ بقرہ میں کر دیا ہے۔ اور وہاں اجماعی اور اختلافی باتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ ان صورتوں میں سے کہ جن میں اختلاف ہے ایک یہ ہے کہ کافر مر گیا۔ تو اس کی وراثت مسلمان کو ملے گی؟ اور مرتد کی میراث ہو گی؟ بہر حال کافر کی میراث مسلمان کے لیے تو اس صورت پر ائمہ صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں طرف سے وراثت نہیں ہوگی۔ اور یہی عام تابعین اور ہر دور کے فقہاء کا قول ہے۔ شعبہ نے عمرو بن ابی الحکیم انھوں نے ابی باباہ انہوں نے یحییٰ ابن یعمر انہوں نے اسود دولی سے روایت کی ہے کہ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن کے قاضی (گورنر) تھے تو ان کے پاس ایک فیصلہ طلب مسئلہ لایا گیا۔ وہ یہ کہ ایک یہودی مر گیا ہے اور اس کا صرف ایک بھائی باقی ہے۔ اور وہ بھی مسلمان ہے۔ کیا اس یہودی کی میراث اس بھائی مسلمان کو ملے گی؟ حضرت معاذ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اسلام زیادہ دیتا ہے اور کمی نہیں کرتا۔

(یعنی اسلام کی وجہ سے اس کے بھائی کو وراثت ملے گی۔

تفسیر مظہری:۔

حُكِيَ عَنْ معاذ و ابن المسيب والنخعي أَنَّهُ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا عَكْسَ كَمَا يَتَزَوَّجُ الْمُسْلِمُ الْكِتَابِيَّةَ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ۔

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۲۰۴ زیر آیت وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ سورہ نساء آیت نمبر ۱۴)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل، سعید بن المسیب اور امام نخعی سے منقول ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو گا۔ لیکن کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو گا۔ جیسا کہ ایک مسلمان کتابی عورت سے تو شادی کر سکتا ہے لیکن کتابی مرد مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

توضیح:

دونوں حوالہ جات میں میراث کی ایک صورت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی یہ کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو اس کے حمایت کرنے والوں میں حضرت معاذ بن جبل، سعید بن المسیب امام نخعی، امام زین العابدین، مسروق، عبداللہ بن مغفل، امام شعبی، یحییٰ ابن معمر اور امام اسحاق کے نام کتب متداولہ میں موجود ہیں۔ حوالہ کے لیے مغنی جلد ۷ ص ۱۶۰ تا ۱۶۶ اور الام جلد ۴ ص ۷۲ ملاحظہ فرمائیں۔

اس حقیقت حال کے سامنے آنے کے بعد مودودی کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ "اس دور میں قانون کی بالاتری کا اصول توڑ دیا گیا تھا"، ذرا ان سے یا ان کے قائم مقام ابوالہوسوں سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ وراثت کا مختلف فیہ مسئلہ "قانون" کی تعریف میں آتا ہے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی لگایا گیا۔ کہ انہوں نے ایسا اس لیے کیا تاکہ اپنی سیاسی اغراض پوری کر سکیں۔ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ اس اجتہادی مسئلہ میں کون سی سیاسی اغراض تھیں۔ جو اس کے خلاف میں فوت ہونے کا خطرہ تھا۔ امیر معاویہ کے دورِ امارت میں اس قسم کی باتیں بنانے والے خود "اصول اسلامی" کو پامال کر رہے ہیں۔ کیا مسئلہ مختلف فیہ کو مختلف فیہ کی "قانون" بنا کر قارئین کرام کے سامنے پیش کرنا پرلے درجے کی "بے ایمانی" نہیں۔ اپنی اغراض کی خاطر جلیل القدر صحابی کاتب وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و مقبول، کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتے شرم نہیں آتی۔

اس مسئلہ (یعنی کافر کا وارث مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں) کی تحقیق میں دونوں طرف کے دلائل موجود ہیں۔ اور دونوں طرف اکابر حضرات ہیں۔ اس معاملہ میں صرف تفسیر کبیر کا ایک حوالہ پیش کر دینا کافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر:

حُجَّةُ الْاَوَّلِيْنَ عُمُوْمُ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ وَحُجَّةُ الْقَوْلِ الثَّانِيْ مَا رُوِيَ اَنَّ مُعَاذًا كَانَ بِالْيَمَنِ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ يَهُوْدِيًّا مَاتَ وَ تَرَكَ اَخًا مُسْلِمًا فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاِسْلَامُ يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ ثُمَّ اَكَّدُوْا ذٰلِكَ بِاَنْ قَالُوْا اِنَّ ظَاهِرَ قَوْلِهٖ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يَقْتَضِيْ تَوْرِيْثَ الْكَافِرِ مِنَ الْمُسْلِمِ وَالْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ اِلَّا اَنَّا خَصَّصْنَاهُ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ لِاَنَّ هٰذَا الْخَبَرَ اَخَصُّ مِنْ تِلْكَ الْاٰيَةِ وَالْخَاصُّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِّ فَكَذَا هٰهُنَا قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ اَخَصُّ مِنْ قَوْلِهٖ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ فَوَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ عَلَيْهِ بَلْ هٰذَا التَّخْصِيْصُ اَوْلٰى لِاَنَّ ظَاهِرَ هٰذَا الْخَبَرِ مُتَاَكِّدٌ بِعُمُوْمِ الْاٰيَةِ وَالْخَبَرُ الْاَوَّلُ لَيْسَ كَذٰلِكَ وَاَقْصٰى مَا قِيْلَ فِيْ جَوَابِهٖ اِنَّ قَوْلَهٗ (عليه السلام الاسلام يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ) لَيْسَ نَصًّا فِيْ وَاقِعَةِ الْمِيْرَاثِ فَوَجَبَ حَمْلُهٗ عَلٰى

سَائِرِ الْاَحْوَالِ۔

(تفسیر کبیر جلد نہم ص ۲۰۹ زیر آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ ۔۔۔۔ الخ)

ترجمہ:

وہ حضرات جو مسئلہ میراث میں یہ کہتے ہیں کہ مسلمان، کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ کے خلاف کہنے والوں (یعنی مسلمان، کافر کا وارث ہو سکتا ہے۔) کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب یمن میں گورنر تھے۔ تو ان کے سامنے ایک یہودی کے مرنے اور اپنے پیچھے ایک مسلمان بھائی چھوڑنے کا ذکر ہوا۔ (اور پوچھا گیا کہ کیا مسلمان بھائی اس کا وارث ہو گا؟) آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا۔ پھر اس کی ان حضرات نے تاکید کرتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ الخ۔ بظاہر یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ مسلمان اور کافر باہم وارث ہوں۔ مگر ہم نے اس عموم کی تخصیص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کی ہے۔ "دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے"، کیونکہ آپ کی یہ حدیث اس آیت سے خاص ہے۔ لہٰذا اس کی تقدیم بھی ضروری ہے۔ اسی طرح یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ "اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا" آپ کے سابقہ قول "دو ملتوں والے باہم وارث نہیں ہوتے" سے خاص ہے۔ لہٰذا اس کی تقدیم ضروری ہے۔ بلکہ یہ دوسری تخصیص پہلی کی نسبت اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا ظاہر، مذکورہ آیت

کے عموم سے تاکید پاتا ہے۔ اور پہلی حدیث ایسی نہیں ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "اسلام بڑھتا ہے کم نہیں کرتا" کے متعلق جو جواب میں کہا گیا ہے۔ وہ بالآخر یہ ہے کہ آپ کا ارشاد گرامی "اسلام بڑھتا ہے کم نہیں کرتا" کوئی میراث کے معاملہ میں بطور نص وارد نہیں ہوا۔ لہٰذا اس کا تمام احوال پر محمول کرنا ضروری ہو گا۔

ان دلائل وحقائق کو پیش نظر رکھیں۔ اور پھر اس کے متعلق مودودی کا طرزِ تحریر سامنے لائیں معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ شخص خواہ مخواہ حضرات صحابہ کرام کے درمیان غلط اور صحیح کا فیصلہ کرنے آن دھمکا ہے۔ اور یوں لگتا ہے کہ قارئین کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے۔ کہ صحابہ کرام سے میں (مودودی) زیادہ عقل مند اور قوت فیصلہ کا مالک ہوں۔ اسی لیے اس کا گستاخانہ انداز اس عبارت کو لکھنے پر مجبور ہوا "یہ میں نہیں کر سکتا کہ غلطی والے کی غلطی نہ کہوں" گویا جسے فکر مودودی کا طرز تحریر غلط سمجھا وہ غلط اور جسے صحیح گردانا وہ صحیح کم بختی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی یاد نہ رہی۔

مَنْ اٰذاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ لَعَنَ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

جس نے صحابہ کرام کو دکھ دیا۔ اس نے مجھ محمد رسول اللہ کو دکھ دیا۔ اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو رنج دیا۔ دنیا اور آخرت میں اس پر خدا کی پھٹکار۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ میراث جو مختلف فیہ تھا۔ اس کی حقیقت ہم نے واضح کر دی۔ اب الزام کے دوسرے حصہ کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دیت کو بدل دیا۔ جو سنت پیغمبر تھی۔ یعنی معاہد کی دیت مسلمان کے برابر تھی لیکن

انہوں نے اُسے نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود اپنے لیے رکھ لی۔ مودودی نے اس الزام کو بھی ایسے انداز سے ذکر کیا۔ کہ قاری یہ سمجھے کہ یہ الزام اس کا نہیں بلکہ ابن کثیر کا ہے اور مودودی اسے صرف نقل کر رہا ہے۔ اس الزام کی حقیقت یوں ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت نقل کی ہے۔ اور اس روایت کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جرح یا اعتراض کی نیت سے انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اسے ذکر کرنے کے بعد ابن کثیر نے امیر معاویہ کو بدعتی وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ اس لیے اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام بنا کر پیش کرنے کی جسارت مودودی نے ہی کی ہے رہا اس الزام کا آخری حصہ کہ امیر معاویہ نے باقی نصف دیت اپنے لیے رکھ لی تھی۔ تو اس مفہوم ومراد کے لیے عربی لفظ "بِنَفْسِهٖ" مذکور ہے۔ یہ لفظ اپنے مفہوم کے لحاظ سے یہ احتمال بھی رکھتا ہے۔ کہ اس سے مراد "اپنی ذات کے لیے) ہو۔ یعنی اپنے مصرف میں لایا جائے۔ کسی دوسرے کا اس میں تصرف وحق نہ رہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے اُسے اپنے پاس رکھا ہو۔ لیکن اس کو خرچ دوسروں پر کیا جائے۔ اور آپ اس کی نگرانی کی جائے۔ جس طرح بیت المال کی نگرانی اور حفاظت خلیفہ وقت کی ہوتی ہے تو اس طرح معنی یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ نصف دیت بیت المال میں اپنی نگرانی میں جمع کرا دیا کرتے تھے۔ اور پھر اسے اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں معانی میں سے دوسرا معنی یہاں مراد ہے جس کی تصدیق البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۱۴۲ طبع ثالث مصر اور بیہقی شریف وغیرہ کتب کرتی ہیں۔ مؤخر الذکر کے الفاظ پیش خدمت ہیں۔

بیہقی شریف:

عَنِ الزُّهْرِیْ قَالَ كَانَتْ دِيَةُ الْيَهُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ دِیَةِ الْمُسْلِمِ

وَاَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رضی اللہ عنہم فَلَمَّا کَانَ مُعَاوِیَۃ اَعْطٰی اَھْلَ الْمَقْتُوْلِ النِّصْفَ وَاَلْقٰی النِّصْفَ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ۔ (بیہقی شریف جلد ۸ باب دیۃ اھل الذمہ ص ۱۰۲ مطبوعہ دکن)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے۔ کہ یہودی اور نصرانی کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہی طریقہ ابوبکر، عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے دور میں رائج رہا۔ پھر جب امیر معاویہ خلیفہ بنے۔ تو آپ نے اس پوری دیت کا نصف مقتول کے وارثوں کو دیا۔ اور بقیہ نصف بیت المال میں رکھا۔

توضیح:

مودودی کی عبارت کے آخری حصہ کا رد امام بیہقی کے حوالہ سے آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ کس قدر بد دیانتی ہے۔ کہ جس لفظ کا مفہوم و مراد شارحین کرام ثقہ لوگوں سے متعین کریں۔ مودودی اُسے تسلیم کرنے سے بھاگتا ہے۔ اور وہ مفہوم بیان کرتا ہے۔ جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھالنے کا بہانہ ملتا ہے۔ یہ بغض صحابہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ آپ نے نصف نہیں بلکہ دیت مکمل ہی رکھی تھی۔ صرف مقتول کے ورثاء کو نصف دیتے تھے۔ بقیہ نصف بیت المال میں جمع کرتے تھے۔ اِسے اگر یوں بیان کیا جاتا۔ کہ امیر معاویہ نے معاہد کی دیت تو پوری وصول کرتے تھے۔ لیکن مقتول کے ورثاء کو نصف دیتے تھے۔ تو کسی حد تک بات درست ہوتی۔ لیکن بغض صحابہ کی وجہ سے بصیرت اندھی ہو گئی تھی۔ اُسے یہ کس طرح نظر آ سکتا تھا۔

علاوہ ازیں امام زہری نے جو یہ کہا ہے۔ کہ معاہد کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اور ابوبکر و عمر و عثمان کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہ کوئی نص صریح نہیں پیش کر رہے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات موجود ہیں بعض روایات سے مساوی دیت اور بعض سے کم کا پتہ چلتا ہے۔ اسی اختلاف روایات کی وجہ سے عہد صحابہ سے فقہاء کرام اور محدثین کے دور میں اس بارے میں اختلاف منقول ہے۔ حضرت فاروق اعظم اور عثمان غنی سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے نصف سے بھی کم دیت وصول کی۔ ایک مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم مقرر فرمائی۔ امام مالک نصف دیت کے قائل ابو حنیفہ مکمل کے قائل ہیں یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن:

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَاَبُوْ یُوْسف و محمد و زفر و عثمان و سفیان ثوری و حسن بن صالح دِیَۃُ الْکَافِرِ مِثْلُ دِیَۃِ الْمُسْلِمِ وَقَالَ مالک ابن انس دِیَۃُ اَھْلِ الْکِتٰبِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ دِیَۃِ الْمُسْلِمِ وَدِیَۃُ الْمَجُوْسِیْ ثَمَانُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ وَدِیَاتُ نِسَائِھِمْ عَلَی النِّصْفِ مِنْ ذَالِکَ وَقَالَ الشَّافِعِیْ دِیَۃُ الْیَھُوْدِیْ والنصرانی ثُلُثُ الدِّیَۃِ...... وَقَدْ رُوِیَ عَنْ سعید بن المسیب اَنَّ عُمَرَ بن الخطاب قال دِیَۃُ الیَھُوْدِی والنصرانِی اَرْبَعَۃُ الَافِ دِرْھَمٍ وَدِیَۃُ الْمَجُوْسِیْ ثَمَانُ مِائَۃٍ قال السَّعِیْدُ وَکذا عثمان فِیْ دِیَۃِ الْمُعَاھِدِ بِاَرْبَعَۃِ الَافٍ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَقَدْ رُوِیَ عَنْھُمَا خِلَافُ ذَالِکَ وَقَدْ ذَکَرْنَا مَا احْتَجَّ الْمُخَالِفُ بِمَا رَوَاہُ عَمْرُو بن شعیب عن ابیہ

عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَکَّۃَ عَامَ الْفَتْحِ قَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ وَدِیَۃُ الْکَافِرِ نِصْفُ دِیَۃِ الْمُسْلِمِ وَمَا رَوٰی عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابن لھیعۃ عن یزید بن حبیب عن ابی الخیر عن عقبۃ بن عامر قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم دِیَۃُ الْمَجُوْسِ ثَمَانُ مِائَۃٍ۔ (احکام القرآن باب دیاۃ اھل الکفر جلد دوم ص ۲۳۶ و ۲۴۰)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، عثمان، سفیان ثوری، حسن بن صالح نے کافر کی دیت کو مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیا۔ اور امام مالک بن انس نے اہل کتاب کی دیت، مسلمان کی دیت کا نصف قرار دیا۔ اور

اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم کہی۔ اور ان کی عورتوں کی دیت اس کے نصف کے برابر قرار دی۔ امام شافعی نے کہا۔ کہ یہودی اور نصرانی کی دیت ایک تہائی ہے .... سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے۔ اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ سعید بن مسیب نے کہا۔ کہ حضرت عثمان نے ذمّی کی دیت چار ہزار درہم مقرر کی۔ ابو بکر کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ ہم اسے ذکر کر چکے۔ اور مخالف نے اپنی دلیل میں وہ روایت پیش کی جو عمرو بن شعیب نے اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے۔ کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا "کافر کی دیت" مسلمان کی دیت کے نصف کے برابر ہے" اس کے علاوہ ان کی دلیل عبداللہ بن صالح کی روایت بھی ہے

وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں یزید بن حبیب نے ابو الخیر اور انہوں نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے"

توضیح:

احکام القرآن کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ۔

۱۔ معاہد اور کافر کی دیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف روایات ملتی ہیں۔

۲۔ اس مسئلہ میں صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کا بھی اختلاف ہے۔

۳۔ یہودی، نصرانی کی دیت کی طرح مجوسی کی دیت میں بھی اختلاف ہے۔

۴۔ اختلاف کرنے والے دونوں دھڑوں کے پاس واضح دلائل ہیں۔

ان امور کے پیش نظر اس مسئلہ کو متفق علیہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی ایک مغالطہ تھا جو قارئین کو مودودی نے دے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھالا۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدل ڈالا۔ صرف طریقہ یہ اختیار کیا گیا۔ کہ کمال چالاکی سے یہ الزام حافظ ابن کثیر کے نام سے لکھ کر اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی "اعلیٰ" کوشش کی گئی۔ حافظ ابن کثیر کا یہ قطعاً ارادہ نہیں۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "گستاخِ سنتِ رسول" کے طور پر پیش کریں۔ بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیت کا مذکورہ مسئلہ لکھنے کے بعد انہوں نے جو لکھا۔ وہ ان کی حیثیت اور مقصد کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ جسے مودودی نے دیدہ دانستہ ہڑپ کر لیا۔ اور اپنے بغض کو ظاہر کر کے دلی کدورت کی پیاس بجھائی۔

آیئے ابن کثیر کی عبارت دیکھیں:

البداية والنهاية :

قال ابو اليمان عن شعيب عن الزهرى مَضَتِ السُّنَّةُ
اَنْ لَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ
وَ اَوَّلُ مَنْ وَرَّثَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ مُعَاوِيَة
وَقَضٰى بِذَالِكَ بَنُوْ اُمَيَّه بَعْدَهٗ حَتّٰى كَانَ
عمرو بن عبد العزيز فَرَاجَعَ السُّنَّةَ وَ اَعَادَ
هِشَامٌ مَا قَضٰى بِهٖ مُعَاوِيَة و بنو اميه مِنْ
بَعْدِهٖ وَبِهٖ قَالَ زهرى مَضَتِ السُّنَّةُ اَنَّ
دِيَةَ مُعَاهِدٍ كَدِيَةِ الْمُسْلِمِ وَ كَانَ مُعَاوِيَةُ
اَوَّلَ مَنْ قَصَرَهَا اِلَى النِّصْفِ وَ اَخَذَ النِّصْفَ لِنَفْسِهٖ
وَ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ عن مالك عن الزهرى قَالَ سَاَلْتُ
سَعِيْد بن المسيب عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ
لِىْ اِسْمَعْ يَا زُهْرِى مَنْ مَاتَ مُحِبًّا لِاَبِىْ بَكْرٍ وعمر و
عثمان وَ عَلِىٍ وَ شَهِدَ لِلْعَشْرَةِ بِالْجَنَّةِ وَ تَرَحَّمَ
عَلٰى مُعَاوِيَة كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يُنَاقِشَهُ
الْحِسَابَ وَ قَالَ سعيد بن يعقوب الطالقانى سَمِعْتُ
عَبْدَ اللّٰهِ بن المبارك يَقُوْلُ تُرَابٌ فِىْ اَنْفِ مُعَاوِيَة
اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ وبن عبد العزيز و قال محمد
بن يحيى بن سعيد سُئِلَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُعَاوِيَة
فَقَالَ مَا اَقُوْلُ فِىْ رَجُلٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم
سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حمده فَقَالَ خَلْفَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

فَقِيْلَ لَهٗ اَيُّهُمَا اَفْضَلُ هُوَ اَوْ عمر و بن عبد العزيز
فَقَالَ لَتُرَابٌ فِىْ مِنْخَرَىْ معاوية مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم خَيْرٌ وَ اَفْضَلُ من عمر و بن عبد العزيز وَقَالَ
غَيْرُهٗ عَنْ ابن المبارك قال معاوية عِنْدَنَا مِحْنَةٌ
فَمَنْ رَاَيْنَاهُ يَنْظُرُ اِلَيْهِ شَزْرًا اِتَّهَمْنَاهُ عَلَى
الْقَوْلِ يَعْنِىْ صَحَابَةً وَ قَالَ محمد بن عبد الله
بن عمار الموصلى و غيره سُئِلَ المعافى بن عمران
اَيُّهُمَا اَفْضَلُ مُعَاوِيَة او عمر و بن عبد العزيز
فَغَضِبَ فَقَالَ لِسَائِلٍ اَتَجْعَلُ رَجُلًا مِنَ الصَّحَابَةِ
مِثْلَ رَجُلٍ مِنَ التَّابِعِيْنَ مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهٗ
وَ صِهْرُهٗ وَ كَاتِبُهٗ وَ اَمِيْنُهٗ على وَحْىِ اللّٰهِ
وَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم دَعُوْالِىْ
اَصْحَابِىْ وَ اَصْهَارِىْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ
وَ الْمَلٰئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَ كَذَا قَالَ
الْفَضْلُ بن عتيبه وَ قَالَ اَبُوْ توبة الربيع بن
نافع الحلبى معاوية سِتْرٌ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَاِذَا
كَشَفَ الرَّجُلُ السِّتْرَ اِجْتَرَءَ عَلٰى مَا وَرَاهُ
وَ قَالَ الميمونى قَالَ لِىْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَل يَا اَبَا الحسن
اِذَا رَاَيْتَ رَجُلًا يَذْكُرُ اَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ
بِسُوْءٍ فَاتَّهِمْهُ عَلَى الْاِسْلَامِ و قال الفضل بن زياد
سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يُسْئَلُ عَنْ رَجُلٍ يَنْتَقِصُ مُعَاوِيَة

وعمرو بن العاص أيقال له رافضي فقال إنه لم يجترئ عليهما إلا وله خبيئة السوء ما انتقص أحد أحدا من الصحابة إلا وله داخلة سوء وقال ابن المبارك عن محمد ابن المسلم عن ابراهيم بن الميسرة قال ما رأيت عمرو بن عبد العزيز ضرب إنسانا قط إلا إنسانا شتم معاوية فإنه ضربه أسواطا وقال بعض السلف بينما أنا على جبل بالشام إذ سمعت هاتفا يقول من أبغض الصديق فذالك زنديق ومن أبغض عمر فإلى جهنم زمرا ومن أبغض عثمان فذالك خصمه الرحمن ومن أبغض عليا فذالك خصمه النبي ومن أبغض معاوية سحبته الزبانية إلى جهنم الحامية يرمي به في الحامية الهاوية۔

(البداية والنهاية جلد ۸ ص ۱۳۹-۱۴۰)

ترجمہ:

زہری سے بواسطہ شعیب، ابوالیمان نے کہا یہ طریقہ اسلام میں چلا آتا رہا۔ کہ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہ ہوتا تھا۔ اور سب سے پہلا شخص کہ جس نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ وہ امیر معاویہ تھے۔ بنوامیہ نے پھر یہی طریقہ اپنائے رکھا۔ یہاں تک کہ عمرو بن عبدالعزیز نے اپنے دور میں پھر وہی پہلی سنت کی طرف رجوع کر لیا۔ ان کے بعد ہشام نے پھر سے حضرت معاویہ کے عمل کو اپنا لیا۔ پھر

بعد کے خلفاء میں یہی طریقہ معمول رہا۔ امام زہری نے یہ بھی کہا کہ معاہد کی دیت، مسلمان کی دیت کے برابر تھی یہی طریقہ پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ اس کو سب سے پہلے نصف کرنے والے بھی امیر معاویہ تھے انہوں نے نصف مقتول کے ورثاء کو دیا۔ اور نصف اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ زہری سے بواسطہ مالک ابن وہب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے سعید بن مسیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگے اے زہری! غور سے سنو۔ جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان و علی کا محب ہوتے ہوئے فوت ہو گیا۔ اور دسوں جنتی صحابہ کے جنتی ہونے کی گواہی پر فوت ہو گیا۔ امیر معاویہ پر رحمت کی دعائیں مانگتا فوت ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو حساب و کتاب میں نہ ڈالے۔ سعید بن یعقوب طالقانی کہتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سُنا۔ جو شخص عمرو بن عبدالعزیز کو امیر معاویہ سے افضل کہتا ہے۔ وہ سُن لے۔ کہ امیر معاویہ کی ناک کی گرد عمرو بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں۔ کہ ابن مبارک سے پوچھا گیا۔ کہ معاویہ کیسے تھے؟ کہنے لگے۔ میں اس شخص کے بارے کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع الله لمن حمده کے جواب میں ربنا لك الحمد کہا پھر ان (عبداللہ بن مبارک) پوچھا گیا۔ کہ امیر معاویہ افضل ہیں یا عمرو بن عبدالعزیز؟ کہنے لگے کہ امیر معاویہ کی ناک کی مٹی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پڑی ہو وہ عمرو بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ اسی طرح معافی بن عمران نے اسی سوال کے جواب میں سائل پر غصے

ہو کر فرمایا۔ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو غیر صحابی (تابعی) کی طرح برابر کرتا ہے۔؟ حضرت معاویہ آپ کے صحابی، سالا، کاتب اور وحی کے امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما رکھا ہے کہ میرے صحابہ اور رشتہ دینے والوں کو برا بھلا مت کہو۔ جو انہیں برا کہے گا۔ اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اسی طرح فضل بن عتیبہ نے ربیع بن نافع سے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی پردہ پوشی کی لہذا جو شخص ان کی پردہ دری کرے گا۔ وہ دراصل ان روایات پر اعتراض کرتا ہے۔ جو ان کی پردہ پوشی کے متعلق آئی ہیں میمونی نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا کہ جب تجھے کوئی ایسا شخص نظر آئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو برائی سے ذکر کرتا ہو تو اس کے اسلام پر تہمت لگا دے فضل بن زیاد کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ ایک شخص معاویہ اور عمرو بن العاص کی تنقیص کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔؟ کیا اسے رافضی کہا جا سکتا ہے؟ فرمانے لگے۔ ایسی جرات وہی کرے گا۔ جو بد باطن ہوگا۔ کوئی شخص کسی صحابی کی برائی بیان کرتا ہے تو وہ بد باطن ہے۔ ابن مبارک نے ابراہیم سے بیان کیا۔ کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کے ہاتھوں کسی کو مار کھاتے نہ دیکھا۔ مگر وہ شخص جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہا تھا۔ آپ نے اُسے ڈنڈے سے مارا۔ بعض سلف کا کہنا ہے۔ کہ ملک شام کے ایک پہاڑ پر تھا۔ کہ ہاتف کی آواز سُنائی دی۔ یہ کہا گیا۔ کہ جو شخص ابو بکر صدیق سے بغض رکھتا ہے۔ وہ زندیق ہے۔ جو عمر بن الخطاب سے بغض رکھتا ہے۔ تو جہنم اُس کا مرجع ہے۔ اور جو عثمان سے بغض رکھتا ہے۔ اس پر خدائے برتر غصے ہے۔ جو علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہو۔ وہ رسول اللہ کا دشمن ہے۔ اور جو امیر معاویہ سے بغض رکھتا ہو۔ دوزخ کے

دربان اسے ہاویہ میں ڈالیں گے۔ جو دوزخ میں سب سے نچلہ طبقہ ہے۔

ملحہ فکریہ:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی بصیرت کے ضمن میں چند اجتہادی مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان مسائل کے ذکر کرنے سے ابن کثیر کی ہرگز وہ نیت نہ تھی۔ جو مودودی کی ہے۔ اگر دونوں (ابن کثیر اور مودودی) کے مقاصد کا موازنہ کیا جائے تو مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ مودودی کے نزدیک سب سے پہلا شخص جس نے شریعت توڑی وُہ امیر معاویہ ہیں۔

۲۔ اس ابتداء کے بعد پھر سے شریعت کو نافذ کرنے والے عمرو بن عبد العزیز ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ عمرو بن عبد العزیز کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے۔

۳۔ ابن کثیر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی بصیرت ذکر کرتے ہوئے دو مختلف فیہ مسائل میں ان کی رائے و اجتہاد کا ذکر کیا۔ لیکن مودودی اسے شریعت توڑنا کہتا ہے۔

۴۔ ان دونوں مسئلوں میں حضرات صحابہ کرام اور تابعین و ائمہ کا اختلاف منقول و مروی ہے۔ لیکن مودودی اسے "اصول اسلام" قرار دیتا ہے۔

۵۔ ابن کثیر نے ان مسائل کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان پر بہت سے اکابر کے اقوال نقل کیے۔ تاکہ ان کی شخصیت کے بارے میں زبان کھولنے سے پہلے ان کے تمام مقام و مرتبہ کا خیال کر لیا جائے

ایسا اس لیے کہا۔ کہ اس دور میں بھی کچھ ذہن گندگی سے بھرے ہوئے یہ سوچتے ہوں گے۔ کہ ایسا کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بیخ کنی کی ہے۔ لیکن مودودی کو اگلی عبارت ہضم کرنا ہی مناسب نظر آئی۔ تبھی گستاخانہ لہجہ اختیار ہو سکتا تھا۔ اگر وہ حوالہ جات اور اکابر کے ارشادات قارئین کی نظر کر دیتا۔ تو مقصد پورا نہ ہوتا تھا۔ عمر و بن عبد العزیز کی شخصیت قابل احترام و عقیدت ضرور ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب تک ان کی رسائی نہیں۔ یہی عمر و بن عبد العزیز ہیں۔ جن کو دُرّے مارتے ہوئے صرف اس حالت میں دیکھا گیا۔ کہ دُرّے کھانے والے نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام تراشی کی ہوئی تھی۔ یہی "ابو الاعلیٰ" اگر حضرت عمر و بن عبد العزیز کے دور میں ہوتا۔ اور پھر ایسی باتیں کہتا۔ جو خلافت و ملوکیت میں اس نے امیر معاویہ کے متعلق کہی ہیں۔ اور ان سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ عمر و بن عبد العزیز افضل ہیں۔ تو یہی عمر و بن عبد العزیز اس کی لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے ایسی پٹائی کرتے۔ کہ "تجدید و احیائے دین" کی عمارت دھڑام سے نیچے آگرتی۔ ہم انشاء اللہ آگے ایک پوری فصل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کریں گے۔ جہاں ابن کثیر کی بقیہ عبارت انشاء اللہ درج ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض سوم

حضرت امیر معاویہ رضؓ زبردستی خلیفہ بنے (مودودی)

خلافت و ملوکیت:

ملوکیت کا آغاز اسی قاعدہ کی تبدیلی سے ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی۔ کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں۔ اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے۔ بہر حال وہ خلیفہ بننا چاہتے تھے۔ انہوں نے لڑ کر خلافت حاصل کی۔ مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا۔ لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے۔ اور جب وہ خلیفہ بن گئے۔ تو لوگوں کے لیے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اُس وقت اگر اُن سے بیعت نہ کی جاتی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اپنے حاصل کردہ منصب سے ہٹ جاتے۔ بلکہ اس کے معنی خونریزی اور بدنظمی کے تھے۔ جسے امن و نظم پر ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری ربیع الاول ۴۱ھ کے بعد تمام صحابہ و تابعین اور صلحاء امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ اور اس کو عام الجماعت اس بنا پر قرار دیا۔ کہ کم از کم باہمی خانہ جنگی تو ختم ہوئی۔ حضرت معاویہ خود بھی اس پوزیشن کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اپنے زمانۂ خلافت کے آغاز میں انہوں نے مدینہ طیبہ

میں تقریر کرتے ہوئے خود فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا وَلِيتُ أَمْرَكُمْ حِينَ وَلِيتُهُ
وَأَنَا أَعْلَمُ أَنَّكُمْ لَا تُسَرُّونَ بِوِلَايَتِهِ وَلَا تُحِبُّونَهَا
وَإِنِّي لَعَالِمٌ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ مِنْ ذَالِكَ وَلٰكِنِّي خَا
لَسْتُكُمْ بِسَيْفِي هٰذَا مُخَالَسَةً ۔ وَإِنْ لَمْ تَجِدُونِي
أَقُومُ بِحَقِّكُمْ كُلِّهِ فَارْضَوْا مِنِّي بِبَعْضِهِ ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۲ و تہذیب ترجمہ معاویۃ)

ترجمہ: یعنی بخدا میں تمہاری زمام کار اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بات سے ناواقف نہ تھا۔ کہ تم میرے برسر اقتدار آنے سے خوش نہیں ہو۔ اور اسے پسند نہیں کرتے۔ اس معاملہ میں جو تمہارے دلوں میں تھا اُسے میں خوب جانتا ہوں۔ مگر میں نے اپنی اس تلوار کے زور سے تم کو مغلوب کرکے اُسے لیا ہے .... اب اگر تم یہ دیکھو کہ میں تمہارا حق پورا پورا ادا نہیں کر رہا ہوں تو تھوڑے پر مجھ سے راضی رہو۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸ تا ۱۵۹)

تردیدِ اوّل

اس اعتراض میں چار امور اور ان کے ترتیب وار

جوابات

مذکورہ حوالہ سے دراصل چار باتیں ایسی ذکر کی گئیں۔ جن کے ذریعہ مودودی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو موردِ طعن ٹھہرایا ہے۔

امر اوّل: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت لڑ کر حاصل کی تھی۔

امر دوم: ان کی بیعت عوام نے اس لیے کی تاکہ خون ریزی سے بچا جا سکے۔

امر سوم: آپ کے دور خلافت کو عام الجماعت اس لیے کہا گیا۔ کہ اس میں خانہ جنگی ختم ہوئی تھی۔

امر چہارم: لوگوں کی ناراضگی کا امیر معاویہ کو بھی علم تھا۔

جواب امر اوّل:

"خلافت لڑ کر حاصل کرنا" دراصل اس جملہ سے مودودی یہ کہنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیت لاٹھی کے زور سے منوائی۔ اہلیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ امیر معاویہ خلافت کے ہر دور میں اس کا لوہا منوا چکے تھے۔ فاروق اعظم نے انہیں شام کا گورنر مقرر کیا۔ دور عثمانی میں بدستور آپ شام کے گورنر رہے۔ گویا بیس سال تک یہ گورنری

کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور ان کی برطرفی یا معزولی نہ ہوئی۔ نہ ہی ان کے خلاف عوام کی
طرف سے کوئی ایسی شکایت سننے میں آئی۔ جب امام حسن رضہ
نے خلافت سے دست برداری فرمائی۔ اس کے بعد سے بیس سال تک پوری
مملکت اسلامیہ کے امیر و خلیفہ رہے۔ اگر لڑکر اپنی اہلیت ثابت کرتے تو
اتنا طویل عرصہ امن و امان سے نہ گزرتا۔ آپ کے دورِ خلافت میں امن و انصاف
کی حضرات صحابہ کرام نے بھی گواہی دی۔ ابن کثیر کے الفاظ سے سنیئے۔

البدایة والنہایة:

قَالَ اللَّيْثُ ... سعد حدثنا بكير عن بشر بن سعيد
اَنَّ سعد ابن ابی وقاص قال مَا رَاَیْتُ اَحَدًا بعد
عُثْمَانَ اَقْضٰی بِحَقٍّ مِنْ صَاحِبِ هٰذَا الْبَابِ یَعْنِیْ
مُعَاوِیَةَ

(البدایة والنهایة جلد ۸ ص ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عثمان غنی
کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صحیح فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔
خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرنے کی کیفیت ابن کثیر نے ص ۱۳۳ پر یوں
بیان کی۔

وَاللهِ عَلٰی ذَالِكَ مَا كُنْتُ لَاُخَيَّرَ بَيْنَ اللهِ وَغَيْرِهٖ
اِلَّا اخْتَرْتُ اللهَ عَلٰی غَيْرِهٖ مِمَّا سِوَاهُ۔

خدا کی قسم! جب بھی مجھے اللہ اور اس کے غیر کے درمیان فیصلہ کرنے کے
بارے میں اختیار دیا گیا۔ تو میں نے غیر کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حق میں
فیصلہ کرنا پسند کیا۔ یعنی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

کے مطابق فیصلہ کرتا رہا۔

مودودی نے خود دھوکہ کھایا۔ اور عوام قارئین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی ضرور ہوئی تھی۔ لیکن خلافت کے حصول پر نہیں بلکہ حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ میں تھی۔ رافضی جو مودودی سے کہیں بڑھ کر امیر معاویہ
کے دشمن ہیں۔ یہ اعتراض انہیں بھی نہ سوجھا۔ انہوں نے بھی لڑائی کی یہی وجہ بیان کی۔
نہج البلاغہ وغیرہ کتب میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

نیرنگ فصاحت:۔

اکثر شہروں کے معززین کو حضرت علی نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں اجرائے
جنگ صفین کا بیان ہے۔ ہماری اس ملاقات یعنی لڑائی کی ابتداء اہل شام کے
ساتھ واقع ہوئی کیا تھی۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔
رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے۔ جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں
کو بلاتے ہیں۔ ویسا ہی ہم بھی خدا پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے
میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل زیادتی کے طلب گار ہیں ہماری
حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہوگیا۔
حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔ (نیرنگ فصاحت ص ۲۶۷ مطبوعہ یوسفی دہلی)

معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان
جو لڑائی ہوئی۔ وہ حصول خلافت کے لیے نہ تھی۔ بلکہ حضرت عثمان کے خون کے
مطالبہ پر ہوئی تھی۔ اس میں حضرت امیر معاویہ کا مطالبہ تھا۔ کہ قاتلانِ عثمان کو
اس ناحق قتل کی سزا فوراً ملنی چاہیئے۔ لیکن حضرت علی کچھ مہلت دینے کو بہتر سمجھتے تھے
امیر معاویہ کی یہ اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بعض روایات
کے مطابق وہ لوگ جو قاتلانِ عثمان میں سے تھے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی فوج

ہیں تھے۔ بلکہ بعض کو بعد میں گورنری بھی دی گئی ہے۔ جیسا کہ مالک بن اشتر اور محمد بن ابی بکر ہیں۔ مودودی بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے پر دوسرے اعتراضات کے جوابات بن سکتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کو گورنری سپرد کرنے کا اعتراض اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ گویا خود تسلیم ہے۔ کہ کچھ امور علی المرتضٰے کے ایسے تھے جو مجھے سمجھ نہیں آئے۔ بہر صورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص اور طلحہ و زبیر ایسے حضرات کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے فوراً قصاص لیا جائے اس بات پر لڑائی ہوئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی لڑائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن کے وقت یا ان کے بعد یا ان سے پہلے لڑی ہو۔ تو اس کی نشاندہی مودودی کے ذمہ ہے۔ ایک لڑائی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ شیعہ سنی دونوں کتب میں یہی ہے۔ کہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ محض فرضی باتوں سے ایک جلیل القدر صحابی پر اتہام ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

جواب امر دوم:

"لوگوں نے امیر معاویہ کی بیعت خونریزی سے بچنے کے لیے کی" نہایت قبیح اور گندی ذہنیت کی عبارت ہے۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے جب تک امیر معاویہ کی بیعت نہ کی تھی۔ اس وقت تک کسی نے ان کی بیعت نہ کی۔ جب امام حسن کو واضح ہوا۔ کہ میرے شیعہ غدار ہیں۔ اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر بھی نظر تھی۔ کہ میرا یہ بیٹا دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ تو انہوں نے صلح و صفائی سے امیر معاویہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اگر امیر معاویہ کی سیرت اور کردار یزید کی طرح ہوتا۔ تو یہ دونوں بھائی اپنے ساتھیوں سمیت کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو کر ان کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ لوگوں کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے

بیعت کرنا کسی خونریزی سے بچنے کی خاطر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ حسنین کریمین نے ان کی بیعت کر لی تھی۔

بغض و حسد کی وجہ سے مودودی کا اپنا ذہنی توازن بھی درست نہ رہا۔ اور ایک ہی حملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، حضرات صحابہ کرام کی شخصیات اور امیر معاویہ ایسے جلیل القدر خلیفہ سے اپنا مخفی بیر نکالا۔ ابتداء میں یہ کہا۔ کہ لوگوں نے خونریزی سے بچنے کی خاطر بیعت کی۔ یعنی وہ راضی نہ تھے۔ پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ..... تمام صحابہ و تابعین اور صلحاء امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ گویا یہ بیعت اجماع امت کے طور پر تھی۔ اگر پہلی بات درست مان لی جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ اس وقت کے موجود تمام صحابہ، تابعین اور صلحائے امت نے غلط بات پر اتفاق کیا۔ اور ان کا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے خلاف ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں "میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی" اگر گمراہی پر اتفاق کہا جائے۔ تو صرف امیر معاویہ نہیں بلکہ اس وقت کے تمام اکابر مسلمانوں کو گمراہ کہنے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ اور اگر ان کا اتفاق و اجماع صحیح تھا۔ تو پھر حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو "اجماعی طور پر مسلم خلافت" تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو مودودی کے لیے زہر قاتل ہے۔ صحابہ کرام کی گستاخی، تابعین سے بے باکی اور احادیث رسول کی بے ادبی سب منظور، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے سے باز نہیں آئیں گے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب امر سوم:

"عام الجماعت" نام اس لیے رکھا گیا۔ کہ خانہ جنگی نہ ہوئی" یہ بھی سراسر دھوکہ اور کذب بیانی ہے۔ لوگوں کا ڈر کر امیر معاویہ کی بیعت کرنا اس کا

جواب گزر چکا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ کہ جب ڈر کے مارے بیعت ہوگئی۔ تو
خانہ جنگی نہ ہوئی۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ جب دلیل ہی بے معنی اور غلط ہے تو پھر اس
کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہوگا۔ ”عام الجماعت“ کی وجہ تسمیہ یہ تھی۔ کہ جس طرح پہلے خلفاء کے
دور میں مسلمان متفق اور متحد ہو کر فتوحات کے دروازے کھول چکے تھے۔ درمیان
میں کچھ روکاوٹیں آنے کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا۔ اب جبکہ تمام مسلمانوں نے
بالاتفاق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کرکے ان کی بیعت کرلی تھی۔ تو اس
اتفاق کی وجہ سے نظریہ آ رہا تھا۔ کہ فتوحات کا دور پھر شروع ہوگا۔ تو عام الجماعت
اس لیے ہوا۔ کہ اب تمام مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد ہوگیا تھا۔ یہی بات ابن کثیر نے
لکھی ہے۔

البدایۃ والنہایۃ:

قَالَ اَبُوْ زُرْعَۃَ عن دحیم عن الولید عن سعید
بن عبد العزیز قَالَ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ لَمْ
یَکُنْ لِلنَّاسِ غَازِیَۃٌ تَغْزُوْا۔ حَتّٰی کَانَ
عَامُ الْجَمَاعَۃِ فَاَغْزَا مُعَاوِیَۃُ اَرْضَ الرُّوْمِ
سِتَّۃَ عَشَرَ غَزْوَۃً۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۳)

ترجمہ: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ تو لوگوں میں
جہاد کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اور کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ جب
عام الجماعۃ آیا۔ تو حضرت امیر معاویہ نے ارض روم پر سولہ مرتبہ
جہاد کیا۔

اسی بات کو بطریقہ احسن واکمل علامہ نبہانی نے بیان کیا ہے۔

شواهد الحق:

وَمُعَاوِیَۃُ مَعَ فَضْلِ الصُّحْبَۃِ لَہٗ حَسَنَاتٌ
کَثِیْرَۃٌ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحَدُّ مِنْ اَنْجِیْہَا جِہَادُہٗ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِمَّا بِنَفْسِہٖ وَاِمَّا بِجُیُوْشِہٖ حَتّٰی
فُتِحَتْ بِلَادٌ کَثِیْرَۃٌ وَصَارَتْ الدَّارَ اِسْلَامٍ بَعْدَ
اَنْ کَانَتْ دَارَ کُفْرٍ وَبِسَبَبِہٖ دَخَلَ اِلَی الْاِسْلَامِ
اُلُوْفٌ اُلُوْفٌ کَثِیْرَۃٌ مِمَّنْ اَسْلَمُوْا عَلٰی یَدِہٖ وَیَدِ
جُیُوْشِہٖ وَمِنْ ذُرِّیَّاتِہِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلَہٗ
مِثْلُ حَسَنَاتِہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

(شواهد الحق صفحہ نمبر ۱۳۵ فصل علم ان معاویۃ فی مذہبنا مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کے علاوہ اور بہت سے
فضائل حاصل تھے۔ ان تمام میں سے عظیم نیکی جہاد تھا۔ آپ نے
بنفسہ بھی اور اپنے لشکر کے ساتھ دونوں طرح جہاد کیا۔ جس کی وجہ سے
بہت سے علاقہ جات فتح ہوئے۔ اور اب وہ دار الکفر کی بجائے
دار الاسلام کہلانے لگے۔ اور ان کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں افراد
حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کچھ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور کچھ
ان کے لشکریوں کے ہاتھوں پر۔ پھر ان کی اولاد در اولاد قیامت
تک مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ ان تمام کی مجموعی نیکیاں حضرت امیر معاویہ
کے نامہ اعمال میں ہوں گی۔

جوابِ امرِ چہارم:

"لوگ امیر معاویہ کی بیعت پر خوش نہیں تھے" مودودی نے البدایہ والنہایہ کی عبارت درج کرتے وقت چالاکی یہ کی۔ کہ درمیان سے کچھ عبارت جان بوجھ کر چھوڑ دی۔ تاکہ جو مقصد اُس کے سامنے تھا۔ اُسے ثابت کرنے میں آسانی ہے اگر یہ بد دیانتی اور چالاکی نہ کی جاتی۔ تو وہ مفکرِ اسلام کو ان کے لیے امیر معاویہ کی ذات پر الزام تراشی کرنے میں دقت محسوس ہوتی۔ آیئے اس ڈھول کا پول کھولیں۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایة والنہایة:

قال محمد بن سعد حدثنا خالد ابن مخلد البجلی حدثنا سلیمان بن بلال حدثنی علقمة ابن ابی علقمة عن امه قالت قدم معاویة ابن ابی سفیان المدینة فارسل الی عائشة عن ارسلی بانبجانیة رسول الله صلی الله علیه وسلم وشعره فارسلت به معی احمله حتی دخلت به علیه حتی فاخذ الانبجانیة فلبسها واخذ شعره فدعا بماء فغسله وشربه وافاض علی جلده وقال الاصمعی عن الهزلی عن الشعبی قال لما قدم معاویة المدینة عام الجماعة تلقته رجال من وجوه قریش فقالوا الحمد لله الذی

اعز نصرک واعلی امرک فما رد علیهم جوابا حتی دخل المدینة فقصد المسجد وعلا المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال اما بعد ...... الی الآخر....

(البدایة والنہایة جلد ۸ ص ۱۳۲)

ترجمہ: علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ میری والدہ نے بیان کیا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر شریف اور آپ کے بال مبارک دیئے جائیں۔ تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے میرے ہاتھ یہ دونوں امیر معاویہ کے پاس بھیجیں۔ جب میں ان کے پاس پہنچی۔ تو انہوں نے چادر شریف لے کر تبرکاً اوڑھ لی۔ اور بال شریف ہاتھ میں لیا۔ اور پانی منگوا کر اُسے بال شریف سے متبرک کر کے غسل کیا اور کچھ پی لیا۔ اور بقیہ جسم پر مل لیا۔ اصمعی نے ہزلی سے اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ وہ سال عام الجماعۃ کا تھا۔ تو انہیں قریش کے جانے پہچانے افراد ملے۔

انہوں نے انہیں کہا۔ اس اللہ پاک کے لیے تمام تعریفیں جس نے تمہاری مدد کی اور تمہارا معاملہ بلند کر دیا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے ان کا کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ یہاں منبر پر چڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا...... قارئین کرام یہ ہے پوری عبارت لہٰذا یہ

البدایہ والنہایہ کی پوری عبارت اُس عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ جو مودودی نے ذکر کی ہے۔ تو ایک عام آدمی بھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ اس عبارت سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عوام کے نہ چاہتے ہوئے زبردستی ان کے خلیفہ بن گئے۔ بلکہ اس کے خلاف یہ بات سامنے آتی ہے۔ کہ آپ کا منصب خلافت سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لانا، اس پر اہل مدینہ کے مشاہیر نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اور آپ کی تعریف کی۔ اور آپ کی کامیابی یا خلافت ملنے پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ بھلا زبردستی خلیفہ بننے والا ان تعریفی کلمات کا مستحق ہوتا ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ تعریفی کلمات کہنے والے امیر معاویہ کے زرخرید تھے۔ منافق تھے۔ اور موقع پرست تھے۔ تو مودودی کی بات ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن ان قریشی مشاہیر کو پھر اسلام سے خارج کرنا پڑے گا۔ اور ان پر منافقت کا لیبل چسپاں کرنا پڑے گا۔ اور صحابیت و تابعیت کے اوصاف سے یکسر محروم کرنا پڑے گا۔ کیا بعید کہ مودودی اپنے مذموم مقاصد کی خاطر یہ سب کچھ مانتا ہو لیکن کہنے سے ڈرتا ہو۔ جب امیر معاویہ ایسے بزرگ صحابی کو وہ اپنی علمی طاقت،، سے لتاڑ دیا۔ تو پھر اس سے کیا بعید کہ اُن سردارانِ قریش کے بارے میں وہ سب کچھ مان لے جو ہم نے الزاماً ابھی بیان کیا۔ و سیعلم الذین ظلمو اای منقلب ینقلبون۔

رہی یہ بات کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ نہ بنے تھے۔ تو آپ نے دورانِ خطبہ یہ الفاظ کیوں کہے ،، میں جانتا ہوں۔ کہ تم میرے خلیفہ بننے پر خوش نہیں ہو الخ،، تو اس کا جواب تو خود اسی عبارت کے اندر موجود ہے۔ وہ یہ کہ اگر ناخوش تھے۔ تو انہوں نے امیر معاویہ کے خلیفہ بننے پر اللہ کی حمد و ثنا کی صورت میں خوشی کا اظہار کیوں کیا۔؟ کیونکہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ

دونوں کا مطلب جو ملتا جلتا نکل سکتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے اُن کی تعریفی باتیں سُن کر فوراً اس کے بدلے میں کوئی کلمہ نہ کہا۔ بلکہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لا کر پھر اُن کے تعریفی کلمات کا جواب دیا۔ اس انداز کی تعبیر یہ ہے۔ کہ آپ نے ان کے ادا شدہ کلمات پر اعتماد اور اعتقاد کا موقعہ بہم کیا۔ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا واقعی تم اس پر قائم ہو۔ اور میں واقعی ویسا ہوں۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ جب اس کی تسلی ہو چکی۔ تو آپ نے مذکورہ کلمات کہے۔ ایسے حالات میں ایسے کلمات کہنا دراصل انکساری اور تواضع کا مظہر ہوتے ہیں۔ نہ کہ حقیقت مراد ہوتی ہے۔ اس کے کئی ایک شواہد قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ مودودی وغیرہ کو اس بارے میں وہ حدیث یاد کرنی چاہیئے تھی جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی وجہ سے فرمایا۔ جاؤ ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا۔ حضور جب وہ مصلی کو آپ سے خالی پائیں گے۔ تو برداشت نہ کر سکیں گے۔ اس لیے آپ امامت کا حکم فاروق اعظم رضؓ کو دیں۔ تو اس سے اگر کوئی یہ معنی نکالے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود ان کی صاحبزادی اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں۔ کہ وہ امامت نہیں کرا سکتے۔ یعنی وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔ تو اس سے بڑا بے وقوف اور نابلد کون ہو گا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا ایک مقصد یہ بھی تھا۔ کہ شائد کسی کے دل و دماغ میں یہ بات آئے۔ کہ ابوبکر کو امامت کا حکم خواہ مخواہ دیا گیا۔ کوئی التزام اور تکرار نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے دوبارہ عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ امیر احکم یہی ہے کہ ابوبکر نماز پڑھائے۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکساری اور تواضع بجا لاتے ہوئے مذکورہ الفاظ کہے تھے۔ لیکن مودودی ان الفاظ کو ان پر الزام کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس خطبہ کے مخاطب جب ان الفاظ سے امیر معاویہ کی کسر نفسی سمجھ رہے ہیں۔ اور ان کی بعد میں بھی تعریفیں کر رہے ہیں۔ تو پھر کسی ایرے غیرے

اپنی طرف سے مطلب نکالنے کی کیا تکلیف تھی۔ حضرت سعد بن وقاص نے جو
جیتے جی جنتی تھے۔ ان کے متعلق فرمایا۔ کہ حضرت عثمان کے بعد صحیح حق دار فیصلہ کرنے
والا امیر معاویہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھا۔ قارئین کرام یہ تھی حقیقت اس
خطبے کی جسے مودودی نے باعث الزام بنایا۔ اور ادھر ادھر کی لایعنی باتیں بنائیں۔

تردیدِ دوم

ابن حجر مکی کے قلم سے

صواعق محرقہ:

وَ تَأَمَّلْ اَنَّہٗ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَ سَلَّمَ اَخْبَرَ مُعَاوِيَةَ
بِاَنَّہٗ يَمْلِكُ وَ اَمَرَہٗ بِالْاِحْسَانِ تَجِدُ فِي الْحَدِيْثِ
اِشَارَةً اِلٰى صِحَّةِ خِلَافَتِہٖ وَ اَنَّہَا حَقٌّ بَعْدَ اَتِمَامِهَا
لَہٗ بِنُزُوْلِ الْحَسَنِ لَہٗ عَنْهَا فَاِنَّ اَمْرَہٗ
بِالْاِحْسَانِ الْمُرَتَّبِ عَلَى الْمُلْكِ يَدُلُّ عَلٰى حَقِيْقَةِ
مُلْكِہٖ وَ خِلَافَتِہٖ وَ صِحَّةِ تَصَرُّفِہٖ وَ نُفُوْذِ
اَفْعَالِہٖ مِنْ حَيْثُ صِحَّةِ الْخِلَافَةِ لَا مِنْ حَيْثُ
الْتَغَلُّبِ لِاَنَّ الْمُتَغَلِّبَ فَاسِقٌ مُعَاقَبٌ لَا يَسْتَحِقُّ
اَنْ يُبَشَّرَ وَ لَا اَنْ يُؤْمَرَ بِالْاِحْسَانِ فِيْمَا تَغَلَّبَ
عَلَيْہِ بَلْ اِنَّمَا يَسْتَحِقُّ الزَّجْرَ وَ الْمَقْتَ
وَ الْاِعْلَامَ بِقَبِيْحِ اَفْعَالِہٖ وَ فَسَادِ اَحْوَالِہٖ فَلَوْ كَانَ

مُعَاوِيَةُ مُتَغَلِّبًا لَاَشَارَ لَہٗ صلی اللہ علیہ وسلم
اِلٰى ذَالِكَ اَوْ صَرَّحَ لَہٗ بِہٖ فَلَمَّا لَمْ يُشِرْ لَہٗ فَضْلًا
عَنْ اَنْ يُصَرِّحَ اِلَّا بِمَا يَدُلُّ عَلٰى حَقِيْقَةِ مَا هُوَ
عَلَيْہِ عَلِمْنَا اَنَّہٗ بَعْدَ نُزُوْلِ الْحَسَنِ لَہٗ خَلِيْفَةٌ
حَقٌّ وَ اِمَامُ صِدْقٍ وَ يُشِيْرُ اِلٰى ذَالِكَ كَلَامُ اَحْمَدَ
فَقَدْ اَخْرَجَ البیہقی وابن عساکر عن ابراھیم بن
سوید الارمنی قَالَ قُلْتُ لِاَحمد ابن حنبل
مِنَ الْخُلَفَاءِ قَالَ ابو بکر وعمر وعثمان وَعَلِيٌّ
قُلْتُ فَمُعَاوِيَةُ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ
فِيْ زَمَانِ عَلِيٍّ مِنْ عَلِيٍّ فَافْهَمْ كَلَامَہٗ اِنَّ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ
زَمَانِ عَلِيٍّ اَيْ وَ بَعْدَ نُزُوْلِ الْحَسَنِ لَہٗ اَحَقُّ النَّاسِ
بِالْخِلَافَةِ۔ (صواعق محرقہ ص ۲۱۹ مطبوعہ
مصر ۱۳۸۵ھ ومن اعتقاد اھل السنة والجماعة)

ترجمہ: ذرا غور تو کرکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ خبر دی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
حاکم بنیں گے۔ اور آپ نے انہیں احسان کا بھی حکم دیا۔ یہ حدیث
پاک تجھے یہ بتلاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت
"خلافت حقہ" تھی۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہو
جانے کے بعد ان سے بڑھ کر امارت و خلافت کا اور کوئی حق دار
نہ تھا۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں احسان کا حکم دینا
اور وہ بھی جو حکومت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس امر پر دلالت
کرتا ہے۔ کہ ان کی حکومت و خلافت حق تھی۔ اور ان کے تصرفات

بھی حق تھے۔ اور اُن کے احکامات بھی خلافت کے صحیح ہونے کی وجہ سے صحیح تھے۔ یہ نہیں کہ آپ نے اُن کی تعریف اس لیے فرمائی۔ کہ وہ بزور خلیفہ بن گئے۔ کیونکہ زبردستی خلیفہ و امیر بننے والا فاسق اور قابل سزا ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اُسے خوش خبری کا حق دار سمجھنا چاہیئے۔ اور نہ ہی ایسے کو احسان کا حکم دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ تو زجر اور سزا کا حق دار ہوتا ہے۔ اور بُرے کاموں اور کرتوتوں کی بنا پر اس کی تشہیر ضروری ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ بنے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف ضرور اشارہ فرماتے یا اس کی تصریح فرما دیتے۔ اور جبکہ آپ نے اس طرف اشارہ نہ فرمایا۔ چہ جائیکہ تصریح ملے بلکہ آپ نے ان کی خلافت کے حق ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔

تو اس سے ہمیں معلوم ہوا۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہونے کے بعد وہی خلیفہ برحق اور امام صدق تھے۔ امام احمد کا کلام بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے نیز بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید ارمنی سے بیان کیا۔ کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا۔ خلیفہ کون کون تھے؟ کہنے لگے۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی المرتضٰے رضی اللہ عنہم۔ میں نے پوچھا معاویہ؟ کہنے لگے۔ حضرت علی المرتضٰے کے زمانہ میں علی المرتضیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا خلیفہ بننے کا حق دار نہ تھا۔ تم احمد بن حنبل کی یہ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان کے کلام کا مفہوم یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے کے زمانہ یعنی امام حسن کی دست برداری کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی امامت و خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔

لمحہ فکریہ: ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ کے حوالہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو "حق و صدق" ثابت کیا۔

حضور نے ان کے بارے میں ہادی اور مہدی بنائے جانے کی اللہ سے دعا کی تھی۔ اور آپ نے انہیں حاکم ہونے کی بشارت دی اور تاکید کی، کہ احسان کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منظور و قبول فرما کر امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنایا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر بھی فرمائی۔ ان اور ان جیسی دیگر احادیث سے امیر معاویہ کی خلافت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور دعاؤں کا نتیجہ تھی۔ اب مودودی وغیرہ سے کوئی پوچھے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاسق اور ظالم کے لیے بشارت دی۔ اور اس کے لیے ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں فرمائیں؟ ابن حجر مکی نے ان تمام باتوں کی تردید فرماتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احادیث مصطفوی کا عملی نمونہ ثابت کیا۔ اور مودودی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ زبردستی خلیفہ بن گئے تھے۔ لوگ ان کی خلافت پر ہرگز راضی نہ تھے وغیرہ وغیرہ۔ گویا مودودی نے سلف صالحین کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ اور محض اپنے مذموم مقصد کے اثبات کے لیے ان تمام منکرات کا ارتکاب کیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراضِ چہارم

امیر معاویہ نے آزادیٔ رائے کا خاتمہ کر دیا (مودودی)

خلافت و ملوکیت:

اس دور کے تغیرات میں سے ایک اور اہم تغیر یہ تھا۔ کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی۔ حالانکہ اسلام نے اسے مسلمانوں کا صرف حق نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا۔ اور اسلامی معاشرہ و ریاست کا صحیح راستہ پر چلنا اس پر منحصر تھا۔ کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں۔ ہر غلط کام پر بڑے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں۔ اور حق بات برملا کہہ سکیں۔ خلافتِ راشدہ میں لوگوں کی یہ آزادی پوری طرح محفوظ تھی۔ خلفائے راشدین اس کی نہ صرف اجازت دیتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کی ہمت افزائی کرتے تھے ان کے زمانے میں حق بات کہنے والے ڈانٹ اور دھمکی سے نہیں تعریف و تحسین سے نوازے جاتے تھے۔ اور تنقید کرنے والوں کو دبایا نہیں جاتا تھا۔ بلکہ ان کو معقول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ لیکن دورِ ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔ اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ مونہہ کھولو تو تعریف

کے لیے ورنہ چُپ رہو۔ اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں۔ تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔ اس نئی پالیسی کی ابتدا حضرت معاویہ کے زمانہ میں حضرت حجر بن عدی کے قتل سن ہجری ۵۱ھ سے ہوئی۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۶۳)

جواب:-

گزشتہ الزام کے تحت ہم اُن احادیث کا اجمالاً ذکر کر چکے ہیں۔ جن سے حضرات ائمہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو "حق صدق" ثابت کیا ہے۔ اُن میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ کے بارے میں ایک دُعا بھی تھی۔ اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا۔ جب یہ بات مودودی وغیرہ کو بھی تسلیم ہے۔ کہ آپ کی ذات مستجاب الدعوات تھی۔ اور یہ کہ مذکورہ دعا آپ کی اللہ نے قبول فرمائی۔ تو پھر خدا جانے انہیں کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم "ہادی و مہدی" فرمائیں۔ یہ انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مخالف ثابت کریں۔ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روکنے والا ہادی و مہدی ہوتا ہے۔؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مودودی کا یہ الزام احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے۔ اس لیے مردود و نامقبول ہے۔ اب دوسری طرف آیئے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے امیر معاویہ صحیح خلیفہ ہو گئے۔ تو کیا ان کی زندگی "ہادی اور مہدی" کی نمونہ تھی؟ یعنی کیا انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنایا۔ یا بقول مودودی اسکے بر

بندش لگا دی؟ اور یہ کہ کیا آپ نے حق سننا موقوف کر دیا۔ اور کسی کو حق بات کہنے کی اجازت نہ دی؟ دو تین حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تطہیر الجنان:

ومنها ما جاء بسند رجاله ثقات انه خطب يوم الجمعة فقال انما المال مالنا والفيء فيئنا فمن شئنا منعناه فلم يجبه احد ثم خطب يوم جمعة الثانية فقال ذالك فلم يجبه احد ايضا ففعل في الثالثة كذالك فقام اليه رجل فقال كلا انما المال مالنا والفيء فيئنا فمن حال بيننا وبينه حاكمناه الى الله تعالى باسيافنا فمضى في خطبته ثم لما وصل منزله ارسل للرجل فقالوا هلك ثم دخلوا فوجدوه جالسا معه على سريره فقال لهم ان هذا احياني احياه الله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سيكون من بعدي امراء يقولون فلا يرد عليهم يتقاحمون في النار كما تتقاحم القردة واني تكلمت اول جمعة فلم يرد علي احد فخشيت ان اكون منهم ثم في الجمعة الثانية فلم يرد علي احد فقلت اني منهم ثم تكلمت في الجمعة الثالثة فقام هذا الرجل فرد علي فاحياني احياه الله تعالى فتامل

هذه المنقبة الجليلة التي انفرد بها معاوية اذ لم يرد عن احد مثلها فانك ان اخلصت قصدك وتحققت توفيقك حملك على انك تعتقد كماله وترضى عنه وتعلم انه كان حريصا على العمل لما سمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما امكنه وانه كان من الخائفين على نفسه ان توجد منه ادنى فرطة فحماه الله وآمنه رضى الله عنه۔

(تطہیر الجنان ص ۲۷ مطبوعہ مصر ۱۲۸۵ھ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل میں سے ایک یہ روایت جو ایسے راویوں کی سند کے ساتھ مروی ہے جو تمام ثقہ ہیں واقعہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے ایک جمعہ کو خطبہ دیتے ہوئے یہ کہا۔ کہ یہ مال ہمارا مال اور یہ مال غنیمت ہمارا مال غنیمت ہے۔ لہٰذا جسے ہم چاہیں اس سے منع کر دیں (ہمیں حق پہنچتا ہے) یہ سن کر کوئی اس کے خلاف نہ بولا۔ پھر دوسرے جمعہ کو بھی آپ نے یہی کہا۔ اس دفعہ بھی حاضرین میں سے کوئی نہ بولا۔ تیسرے جمعہ کو جب یہی آپ نے کہا تو ایک آدمی کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کہا۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ مال ہمارا سب کا مال ہے۔ اور یہ مال غنیمت ہم تمام کا مشترکہ ہے۔ لہٰذا جو شخص ہمارے ان حقوق کے درمیان خلل اندازی کرے گا۔ ہم اس کے خلاف اللہ کے لیے تلواریں لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ آپ نے خطبہ مکمل کیا۔ پھر جب گھر تشریف لے گئے۔ تو اس آدمی کو بلوا بھیجا۔ لوگوں

نے کہا۔ اب اس کی خیر نہیں۔ پھر جب لوگ امیر معاویہ کے پاس گئے تو دیکھا۔ کہ آپ نے اُسے اپنے ساتھ تختِ خلافت پر بٹھایا ہوا ہے آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس شخص نے مجھے زندگی عطا کی۔ اللہ اسے زندگی دے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے۔ جن کی باتوں کو ٹوکنے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ جیسے چھپکلی آگ میں ڈالی جاتی ہے۔ میں نے پہلے جمعہ کو گفتگو کی۔ اس کا کسی نے جواب نہ دیا۔ تو مجھے خوف ہوا۔ کہ کہیں میں بھی ان حکمرانوں میں سے تو نہیں ہوں؟ جب دوسرے جمعہ پھر وہی کچھ کہا۔ اور کوئی بھی نہ بولا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر تیسرے جمعہ جب میں نے وہی کچھ کیا۔ تو یہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور میری بات کی تردید کر دی۔ سو اس نے مجھے زندگی دی۔ اللہ اسے بھی زندگی عطا کرے۔ اے پڑھنے والے! تو امیر معاویہ کی اس یکتا منقبت جلیلہ کو دیکھ کر۔ اور اس میں غور کر تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے میں کس قدر حریص تھے۔ اور وہ اپنی ذات کے بارے میں کس قدر خوف زدہ تھے۔ کہ کہیں اس سے کوئی معمولی سی زیادتی بھی سرزد نہ ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ اور انہیں امن میں رکھا۔

توضیح:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آزادیٔ رائے اور اظہارِ حق کی یہ مثال کس قدر عظیم ہے۔ آپ ایسے دور میں اس بات کے لیے کوشاں تھے۔

کہ کہیں آزادیٔ رائے کا سلب میرے دور میں نہ ہونے پائے۔ اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مصداق نہ بن جاؤں۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آزادیٔ رائے کا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔ اور لوگوں کو آزماتے ہیں۔ کہ کیا وہ اپنی رائے دینے میں ہچکچاہٹ تو محسوس نہیں کرتے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا۔ کہ کچھ مردانِ خدا اب اعلانِ حق سے باز نہیں آتے۔ کہ وہ اپنی رائے دینے میں آزاد ہیں۔ تو اسے اپنی زندگی قرار دیا۔ یہ واقعہ مودودی کی کج فہمی اور گستاخی کا منہ چڑا رہا ہے۔ امیر معاویہ ڈریں۔ اور مودودی ان پر وہی الزام دھرے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے مطابق کہ آزادیٔ رائے سلب کرنے والے حکمران دوزخی ہیں کے بموجب (معاذ اللہ) مودودی کا عقیدہ یہ ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے اس کی ابتداء کر کے خود دوزخ کی راہ ہموار کی۔ اور بعد میں آنے والے تمام حکمرانوں (جنہوں نے اس آزادی کو سلب کیے رکھا) کے لیے ایک بُری مثال چھوڑنے کی وجہ سے ان تمام کا مجموعی گناہ بھی ان کے ذمہ ہے۔ آزادیٔ رائے اور اظہار حق کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

حلیۃ الاولیاء:

حدثنا احمد بن محمد ابن الفضل قال حدثنا ابو العباس السراج قال حدثنا الزبير بن بكار قال حدثنا عبد العزيز عن يسين بن عبد الله بن عروه عن ابى مسلم الخولانى عن معاوية بن ابى سفيان اَنَّهٗ خَطَبَ النَّاسَ وَقَدْ حَبَسَ الْاَعْطَاءَ شَهْرَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُسْلِمٍ يَا مُعَاوِيَةُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ لَيْسَ بِمَالِكَ وَلَا مَالَ

أَبِيكَ وَلَا مَالُ أُمِّكَ فَأَشَارَ مُعَاوِيَةُ إِلَى النَّاسِ أَنْ امْكُثُوا وَنَزَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَبَا مُسْلِمٍ ذَكَرَ أَنَّ هٰذَا الْمَالَ لَيْسَ بِمَالِي وَلَا بِمَالِ أَبِي وَلَا أُمِّي وَصَدَقَ أَبُو مُسْلِمٍ إِنِّي سَمِعْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَقُولُ الْغَضَبُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالشَّيْطَانُ مِنَ النَّارِ وَالْمَاءُ يُطْفِئُ النَّارَ فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَغْتَسِلْ أُغْدُوا عَلَى عَطَايَاكُمْ عَلَى بَرَكَةِ اللهِ عز وجل۔

(حلیۃ الاولیا جلد دوم ص ۱۳۰ ـ ۱۲۸ ابو مسلم الخولانی)

ابو مسلم خولانی بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے دو تین ماہ تک لوگوں کے وظیفہ جات بند رکھے۔ ایک مرتبہ دوران خطبہ میں (ابو مسلم خولانی) کھڑا ہو گیا۔ اور کہا۔ اے معاویہ! یہ مال نہ تیرا نہ تیرے باپ اور ماں کا ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے لوگوں سے کہا۔ اسے ذرا روک رکھو۔ اور تم خود خاموش ہو جاؤ، غصہ نہ کرو۔ پھر خود منبر سے اتر کر غسل کیا اور واپس آکر کہنے لگے۔ ابو مسلم خولانی نے کہا ہے۔ کہ یہ مال نہ میرا نہ میرے باپ کا اور نہ میری ماں کا ہے۔ سنو! اس نے سچ کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے ہوتا ہے۔ اور پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے غسل کرنا چاہیئے۔ جاؤ اپنے اپنے وظیفے لے لو۔ اللہ کی برکت تمہارے شاملِ حال ہو۔

توضیح: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امیر و خلیفہ تھے۔ اُن کی موجودگی میں

بھرے مجمع میں ابو مسلم خولانی نے جو کچھ کہا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسے الفاظ اگر مودودی کو کوئی کہتا۔ کہ امیر صاحب! لوگوں کی قربانیوں کی کھالوں کا پیسہ، چندہ، سعودی حکومت کی مالی امداد اور دوسری مدات سے حاصل ہونے والا پیسہ تمہارے باپ تمہاری ماں اور خود تمہارا نہیں بلکہ یہ "ہمارا" ہے۔ کہ اتنی جرأت کرنے پر کسی کو معافی نہ ملتی اگر نہیں یقین آتا۔ تو ڈاکٹر اسرار، امین احسن اصلاحی اور کوثر نیازی وغیرہ مخرجین کے اخراج کی وجوہات پوچھیے۔

البداية والنهاية:

قال عبد الملك بن مروان يَوْمًا ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ فِي حِلْمِهِ وَكَرَمِهِ وقال قبيصة بن جابر مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْظَمَ حِلْمًا وَلَا أَكْثَرَ سُؤْدَدًا وَلَا أَبْعَدَ أَنَاةً وَلَا أَلْيَنَ مَخْرَجًا وَلَا أَرْحَبَ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَسْمَعَ رَجُلٌ مُعَاوِيَةَ كَلَامًا سَيِّئًا شَدِيدًا فَقِيلَ لَهُ لَوْ سَطَوْتَ عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي لَأَسْتَحِي مِنَ اللهِ أَنْ يَضِيقَ حِلْمِي عَنْ ذَنْبِ أَحَدٍ مِنْ رَعِيَّتِي وَفِي رواية قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا أَحْلَمَكَ فَقَالَ إِنِّي لَأَسْتَحِي مِنَ اللهِ أَنْ يَكُونَ جُرْمُ أَحَدٍ أَعْظَمَ مِنْ حِلْمِي وقال الاصمعي عَنِ الثوري قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ إِنِّي لَأَسْتَحِي أَنْ يَكُونَ ذَنْبٌ أَعْظَمَ مِنْ عَفْوِي أَوْ جَهْلٌ أَكْبَرَ مِنْ حِلْمِي۔

(البداية والنهاية جلد ۸ ص ۱۳۵)

ترجمہ: ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے وقت عبدالملک بن مروان نے کہا۔ میں نے اُن جیسا بُرد بار اور کریم شخص نہیں دیکھا قبیصہ بن جابر نے کہا کہ میں نے امیر معاویہ ایسا آدمی حلیم اور تکبّر سے دور نہیں دیکھا۔ وہ بہت بارعب اور خدا ترس آدمی تھے۔ بعض بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک شخص کے بارے میں سخت قسم کی باتیں سُنیں۔ پھر کہا گیا۔ کہ اگر وہ آدمی تمہارے قبضہ میں آجائے؟ فرمایا مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ کہیں میری بردباری اور علم پر کسی کا گناہ غالب نہ آجائے ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ کتنے حلیم ہیں۔ یہ سُن کر آپ نے کہا۔ میں اللہ سے شرماتا ہوں کہ کسی کا جُرم میرے حلم پر غالب نہ آجائے۔ سفیان ثوری بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ کہا کرتے تھے۔ میں شرم کرتا ہوں کہ کہیں کسی کی غلطی میری معافی سے اور کسی کی نادانی میرے حلم سے بڑھ نہ جائے۔

لمحہ فکریہ:

بار بار خوفِ خدا کا اظہار اور اپنی رعایا کی غلطیوں کی وجہ سے غصّہ کو پی جانا۔ اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرنا ان باتوں کے ہوتے ہوئے آپ پر یہ الزام کہ آزادیٔ رائے سلب کر لی تھی کس قدر بھیانک الزام ہے۔ جس کا دل خوفِ خدا سے لبریز ہو۔ اور جو غلطیوں کو بھی معاف کر دینے والا ہو بھلا وہ شخص اظہارِ حق پر ناراض ہو گا۔ اور خدا کے خوف کو رُخصت کر دے گا۔ عقل کو ہاتھ مارو۔ بغض کی بھی حد ہوتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض پنجم

امیر معاویہ نے خلفائے راشدین کی طرزِ زندگی
کو تبدیل کر دیا تھا ـــــ مودودی

خلافت و ملوکیت:

دوسری نمایاں تبدیلی یہ تھی۔ کہ دورِ ملوکیت کے آغاز ہی سے بادشاہ قسم کے خلفاء نے قیصر و کسرٰی کا طرزِ زندگی اختیار کر لیا۔ اور اس طریقہ کو چھوڑ دیا۔ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفائے راشدین زندگی بسر کرتے رہے۔ انہوں نے شاہی محلات میں رہنا شروع کر دیا۔ بادشاہی حرس (دربان) ان کے محلوں کی حفاظت کرنے اور ان کے جلو میں چلنے لگے۔ حاجب اور دربان ان کے اور عوام کے درمیان حائل ہو گئے۔ رعیت کا براہ راست ان تک پہنچنا اور ان کا خود رعیت کے درمیان رہنا سہنا اور چلنا پھرنا بند ہو گیا۔ اپنے رعیّت کے حالات معلوم کرنے کے لیے وہ اپنے ماتحت کار پردازوں کے محتاج ہو گئے۔ جن کے ذریعہ کبھی کسی حکومت کو بھی صحیح صورتِ حال کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ اور رعیت کے لیے بھی یہ ممکن نہ رہا۔ کہ بلا توسط ان تک اپنی حاجات اور شکایات لے کر جا سکیں۔ یہ طرزِ حکومت اس طرز

کے بالکل برعکس تھا۔ جس پر خلفائے راشدین حکومت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ
عوام کے درمیان رہے۔ جہاں ہر شخص اُن سے آزادی کے ساتھ مل
سکتا تھا۔ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر شخص ان کا دامن پکڑ سکتا تھا۔
وہ پانچوں وقت عوام کے سامنے انہی کی صفوں میں نمازیں پڑھتے
تھے اور جمعہ کے خطبوں میں ذکر اللہ اور تعلیم دین کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت
کی پالیسی سے بھی عوام کو آگاہ کرتے تھے۔ اور اپنی ذات اور اپنی حکومت
کے خلاف عوام کے ہر طرح کے اعتراضات کی جواب دہی بھی کرتے
تھے۔ اس طرح کہ حضرت علی نے کوفہ میں اپنی جان کا خطرہ مول لے کر
بھی آخر وقت تک نبھایا۔ لیکن ملوکیت کا دور شروع ہوتے ہی اس نمونہ
کو چھوڑ کر ایران و روم کے بادشاہوں کا نمونہ اختیار کر لیا گیا۔ اس
تبدیلی کی ابتداء حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ بعد میں
برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۶۰)

مفصل جواب:

مودودی نے ان سطور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو بیک
وقت کئی امور کا ملزم بنا دیا۔ یعنی یہ کہ وہ خلفائے اربعہ کی بجائے قیصر و کسریٰ کی
زندگی اپنائے ہوئے تھے۔ وہ شاہی محلات میں رہتے تھے۔ ان کے محل کے
باہر پہرہ دار کھڑے ہوتے تھے۔ اور عوام سے ان سے رابطہ منقطع ہو چکا
تھا۔ لیکن ان امور میں سے کوئی ایک بھی امیر معاویہ کی سیرت میں نظر نہیں آتا۔
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رموزِ حکمرانی اور طریقہ ہائے خلافت میں اپنی مثال آپ تھے
اور فوجی مظاہرہ میں قیصر و کسریٰ اور مسجد و محراب میں عابدوں زاہدوں کو پیچھے
چھوڑنے والے تھے۔

قیصر و کسریٰ کا طرزِ زندگی کیا لباس میں پیوند لگانا ہے۔؟

کیا لاکھوں درہم کی بجائے چند درہم سے خریدے گئے کپڑے قیصر و کسریٰ کی مشابہت
تھے؟ خدا گواہ ہے۔ تاریخ ہمیں ان کی سیرت اور زندگی کچھ اس طرح دکھاتی ہے
کہ ان کے زیب تن کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ اس پیوند لگے لباس کو ان
کے گورنر اور وزراء بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہی کتب کے
حوالہ جات سے حضرت امیر معاویہ کی زندگی، سادہ اور بے تکلف نظر آتی ہے
جن کا نام لے کر مودودی نے ان پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک دو حوالہ جات
پیش خدمت ہیں۔

البداية و النهاية:

حدثنا عمرو بن واقد حدثنا يونس بن
حلبس قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ عَلَى مِنْبَرِ دِمشق
يَوْمَ جُمْعَةٍ يَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ اِعْقِلُوْا قَوْلِيْ
فَلَنْ تَجِدُوْا اَعْلَمَ بِاُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
مِنِّيْ اَقِيْمُوْا —— وُجُوْهَكُمْ وَصُفُوْفَكُمْ فِي الصَّلٰوةِ
اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ خُذُوْا عَلٰى
اَيْدِيْ سُفَهَاءِكُمْ اَوْ لَيُسَلِّطَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ عَدُوَّكُمْ
فَلَيَسُوْمَنَّكُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ تَصَدَّقُوْا وَلَا
يَقُوْلَنَّ الرَّجُلُ اِنِّيْ مُقِلٌّ فَاِنَّ صَدَقَةَ
الْمُقِلِّ اَفْضَلُ مِنْ صَدَقَةِ الْغَنِيِّ اِيَّاكُمْ
وَقَذْفَ الْمُحْصَنَاتِ وَاَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ سَمِعْتُ
وَبَلَغَنِيْ فَلَوْ قَذَفَ اَحَدُكُمْ اِمْرَاَةً
عَلٰى عَهْدِ نُوْحٍ لَسُئِلَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَال

ابو داؤد الطیالسی حدثنا یزید ابن طہمان الرقاشی حدثنا محمد ابن سیرین قال کَانَ مُعَاوِیَةُ اِذَا حَدَّثَ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَتَّهِمْ ورواہ ابو القاسم البغوی عن سوید بن سعید ... عن حمام بن اسماعیل عن ابی قبیل قَالَ کَانَ مُعَاوِیَةُ یَبْعَثُ رَجُلًا یُقَالُ لَهٗ اَبُو الْجَیْشِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ فَیَدُوْرُ عَلَی الْمَجَالِسِ یَسْئَلُ هَلْ وُلِدَ لِاَحَدٍ مَوْلُوْدٌ اَوْ قَدِمَ اَحَدٌ مِنَ الْوُفُوْدِ فَاِذَا اُخْبِرَ بِذَالِکَ اَثْبَتَ فِی الدِّیْوَانِ یَعْنِیْ لِیَجْرِیَ عَلَیْهِ الرِّزْقَ وَقَالَ غَیْرُهٗ کَانَ مُعَاوِیَةُ مُتَوَاضِعًا لَیْسَ لَهٗ مَجَالِدُ اِلَّا کَمَجَالِدِ الصِّبْیَانِ الَّتِیْ یُسَمُّوْنَهَا الْمَخَارِیْقَ فَیَضْرِبُ بِهَا النَّاسَ وَقَالَ ہشام بن عمار عن عمرو بن واقد عن یونس بن میسرہ بن حلبس قَالَ رَاَیْتُ مُعَاوِیَةَ فِیْ سُوْقِ دِمَشْقَ وَهُوَ مُرْدِفٌ وَرَاءَهٗ وَصِیْفًا عَلَیْهِ قَمِیْصٌ مَرْقُوْعُ الْجَیْبِ وَهُوَ یَسِیْرُ فِیْ اَسْوَاقِ دمشق و قال الاعمش عَنْ مجاہد اللہ قال لَوْ رَاَیْتُمْ مُعَاوِیَةَ لَقُلْتُمْ هٰذَا الْمَهْدِیُّ و قال ہشیم عن العوام عن جبلہ ابن شحیم عن ابن عمر و قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ قُلْتُ وَلَا عُمَرَ قَالَ

کَانَ عُمَرُ خَیْرًا مِنْهُ وَکَانَ مُعَاوِیَةُ اَسْوَدَ مِنْهُ رواہ ابو سفیان البحیری عن العوام بن حوشب بہ وَقَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِیَةَ قِیْلَ وَلَا اَبُوْ بَکْرٍ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ وعثمان خَیْرًا مِنْهُ وَهُوَ اَسْوَدُ وَرُوِیَ مِنْ طَرِیْقِ عن ابن عمر مثلہ وقال عبد الرزاق عن معمر عن حمام ــــ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ مَا رَاَیْتُ رَجُلًا کَانَ اَخْلَقَ بِالْمُلْکِ مِنْ مُعَاوِیَةَ

(البدایة والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۴ تا ۱۳۵)

ترجمہ: یونس بن حلبس کہتے ہیں۔ کہ میں نے جمعہ کے دن دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے امیر معاویہ سے یہ سُنا۔ لوگو! میری بات سمجھو۔ تمہیں دنیا و آخرت کے امور کا مجھ سے زیادہ ماہر کوئی نہ ملے گا۔ اپنے آپ کو درست کرو۔ اور نماز میں صفیں سیدھی رکھو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کا مخالف کر دے گا۔ اپنے میں سے بے وقوفوں کے ہاتھ پکڑو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو تم پر مسلط کر دے گا۔ پھر وہ تمہیں سخت سزا دے گا۔ میری باتوں کی تصدیق کرو۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو قلیل مال والا ہرگز نہ کہے۔ یقین رکھو کہ غریب اور نادار کا صدقہ غنی کے صدقہ سے بہتر ہے۔ خبردار۔ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے سے بچو۔ یہ نہ کہو۔ کہ مجھے یہ بات پہنچی۔ یا میں نے ایسے ایسے سُنا۔ اگر تم میں سے کسی نے حضرت نوح کے زمانہ کی کسی عورت پر تہمت لگائی۔ تو کل قیامت کو اس سے اس بارے میں باز پرس ہو گی۔

ابو داؤد طیالسی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات بیان کرتے تو ان پر اس بارے میں کوئی تہمت نہ لگتی۔ اسی طرح ابو القاسم بغوی نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوالجیس نامی شخص کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ کہ مختلف محافل و مجالس میں جا کر یہ معلوم کرے۔ کہ کسی گھر کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی نیا وفد آیا ہے۔ جب اس قسم کی کوئی خبر ملتی۔ تو اس کا ایک جسٹر میں اندراج کر لیتے۔ تاکہ ان کی خوراک کا بندوبست کیا جائے۔ ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت متواضع تھے۔ ان کے پاس معمولی سا کوڑا ہوتا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔ آپ اس سے کسی کو سزا دینا چاہتے تو دیتے تھے۔ ہشام بن عمار نے بیان کیا ہے۔ کہ یونس بن میسرہ کہتے تھے۔ کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں دیکھا۔ ان کے پیچھے ایک غلام ہوتا تھا۔ ان کی قمیص پیوند لگی ہوتی تھی۔ اور وہ وہی قمیص پہنے دمشق کے بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے۔ امام اعمش، مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہ کو دیکھ پاتے تو کہتے کہ یہ تو امام مہدی ہے۔ ہشیم بن عوام نے ابن عمرو سے بیان کیا۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ سے بڑھ کر حکمرانی کے معاملات میں ماہر میں نے کوئی دوسرا نہ دیکھا۔ راوی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا عمر بن خطاب سے بھی بڑھ کر ماہر تھے؟ کہنے لگے کہ عمر بن خطاب اُن سے بہتر تھے۔ اور معاویہؓ ان سے سرداری کے رموز زیادہ جانتے تھے۔ عوام بن حوشب کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہؓ سے بڑھ کر رموز شاہی کو جاننے والا اور کوئی نہ دیکھا۔ کہا گیا۔ کیا ابوبکرؓ سے بھی بڑھ کر؟ کہنے لگے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ اُن سے بہتر تھے۔ اور وہ بہرحال اعلیٰ حکمران تھے۔ ابن عمر سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔

عبدالرزاق نے معمر عن حمام کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے کوئی مرد امیر معاویہ سے بڑھ کر حکومت کے معاملات کا ماہر نہ دیکھا۔ میں نے ان سے بہتر کوئی شخص لائق حکمرانی نہیں دیکھا۔

العواصم من القواصم:

اَنَا اَوَّلُ الْمُلُوْكِ وَاٰخِرُ خَلِيْفَةٍ عن الزهری اَنَّ مُعَاوِيَةَ عَمِلَ سَنَتَيْنِ عَمَلَ عُمَرَ مَا يَخْرُمُ فِيْهِ وَقَدْ اَشَرْنَا هُنَاكَ اِلٰى اِخْتِلَافِ الْبِيْئَةِ فِي اَنْظِمَةِ الْحُكْمِ بَلْ اَنَّ مُعَاوِيَةَ نَفْسَهٗ ذَكَرَ ذَالِكَ لِعُمَرَ لَمَّا قَدِمَ عُمَرُ الشَّامَ وَتَلَقَّاهُ مُعَاوِيَةُ فِيْ مَوْكِبٍ عَظِيْمٍ فَاسْتَنْكَرَهٗ عُمَرُ ذَالِكَ وَاعْتَذَرَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ بِقَوْلِهٖ اِنَّا بِاَرْضٍ جَوَاسِيْسُ الْعَدُوِّ فِيْهَا كَثِيْرَةٌ فَيَجِبُ اَنْ نُظْهِرَ مِنْ عِزِّ السُّلْطَانِ مَا يَكُوْنُ فِيْهِ عِزُّ الْاِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ وَتُرْهِبُهُمْ بِهٖ فَقَالَ عبد الرحمٰن بن عوف لعمر مَا اَحْسَنَ مَاصَدَرَ عَمَّا اَوْرَدْتَهٗ فِيْهِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ جَشَّمْنَاهُ مَا جَشَّمْنَاهُ وَسِيْرَةُ عُمَرَ الَّتِيْ حَاوَلَ مُعَاوِيَةُ اَنْ يَّسِيْرَ عَلَيْهَا سَنَتَيْنِ كَانَتِ الْمَثَلَ الْاَعْلٰى فِيْ بَيْتِهٖ وَكَانَ يَزِيْدُ يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ بِالْتِزَامِهَا رَوَى ابْنُ اَبِى الدنيا عن ابى كريب محمد بن العلى الهمدانى الحافظ عن رشد بن المصرى عن عمرو بن الحارث

الانصاری المصری عن بکیر بن الاشجع المخزومی المدنی ثم المصری اَنَّ مُعَاوِیَةَ قَالَ لِیَزِیْدِ کَیْفَ تَرَاکَ فَاعِلاً اِنْ وُلِّیْتَ قَالَ کُنْتُ وَاللّٰهِ یَا اَبَةِ عَامِلاً فِیْهِمْ عَمَلَ عُمَرَ بْنَ الخطاب فَقَالَ مُعَاوِیَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ یَا بُنَیَّ وَاللّٰهِ لَقَدْ جَهَدْتُ عَلٰی سِیْرَةِ عُثْمَانَ فَمَا اَطَقْتُهَا فَکَیْفَ بِکَ وَسِیْرَةِ عُمَرَ۔

ابن کثیر جلد ۸ ص ۲۲۹ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْرِفُوْنَ سِیْرَةَ مُعَاوِیَةَ یَسْتَغْرِبُوْنَ اِذَا قُلْتَ لَهُمْ اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الزَّاهِدِیْنَ وَالصَّفْوَةِ الصَّالِحِیْنَ رَوَی الامَامُ اَحْمَدُ فِی کِتَابِ الزُّهْدِ ص ۱۸۲ طبع مکہ عن ابی شبل محمد ابن ھارون عن حسن بن واقع عن ضُمُرَةِ بن ربیع الترشی عن علی ابن ابی حملہ عن ابی قَالَ رَأَیْتُ معاویة عَلَی الْمِنْبَرِ بِدمشق یَخْطُبُ النَّاسَ وَعَلَیْهِ ثَوْبٌ مَرْقُوْعٌ وَاخرج ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۳۴ عن یونس بن میسرہ الحمیری الزاھد وھو من شیوخ الامام الاوزاعی قَالَ رَأَیْتُ مُعَاوِیَةَ فِی سوقِ الدمشق وَهُوَ مُرْدِفٌ وَرَاءَهٗ وَصِیْفًا وَعَلَیْهِ قَمِیْصٌ مَرْقُوْعُ الْجَیْبِ یَسِیْرُ فِی اَسْوَاقِ دمشق وَکَانَ قَرَادُ مُعَاوِیَةَ وَکِبَارُ اَصْحَابِهٖ یَسْتَشْهِدُوْنَ مَلَابِسَهٗ لِلتَّبَرُّکِ بِهَا وَکَانَ اِذَا حضر احدُهُمْ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَعَلَیْهِ هٰذِهِ الْمَلَابِسُ

یَعْرِفُوْنَهَا وَیَتَغَالُوْنَ فِی اِقْتِنَائِهَا رَوَی الدارقطنی عَنْ محمد بن یحیی بن غسان اَنَّ القائد الشھیر الھمامؒ بن قابیس الفہری قدم المَدِیْنَةَ وَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بَیْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَعَلَیْهِ بُرْدٌ مُرَقَّعٌ قَدْ اِنْتَدٰی بِهٖ مِنْ کِسْوَةِ مُعَاوِیَةَ فَرَاٰهُ اَبُوالحسن البَرَّادُ فَعَرَفَ اَنَّهٗ بُرْدُ مُعَاوِیَةَ۔

(العواصم من القواصم ص ۲۰۸-۲۰۹)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں پہلا بادشاہ اور آخری خلیفہ ہوں۔ زہری کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے دو سال تک بعینہٖ حضرت عمر کی طرز پر حکومت کی۔ اس میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہم نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔ جو امیر معاویہ رضہ کے انتظام حکومت کی تاثیر میں ہے بلکہ خود امیر معاویہ نے اسے ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شام آئے۔ تو امیر معاویہ رضہ نے ایک بہت بڑی جماعت لے کر ان سے ملاقات کی۔ حضرت عمر رضہ نے اسے اچھا نہ جانا۔ لیکن امیر معاویہ رضہ نے اس کا یہ عذر پیش کیا۔ کہ ہم ان لوگوں کی سرزمین میں رہتے ہیں۔ جہاں دشمن کے جاسوس بکثرت ہیں۔ اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے۔ کہ ہم شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ظاہر کریں۔ تاکہ اسلام اور اہل اسلام کی عزت میں اضافہ ہو۔ اور دشمنوں کو ڈرائیں۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عمر رضہ سے کہا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت اور نظام کتنا درست ہے۔ پس حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ ہم نے اسی لیے دبدبہ بنایا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۴ تا ۱۲۵

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت جو دو سال تک امیر معاویہ رضؓ نے اپنائے رکھی۔ و دان کے دور کی اعلیٰ مثال ہے۔ یزید بھی اس کے التزام کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابن دنیا سے مروی ہے۔ کہ امیر معاویہ نے ایک مرتبہ یزید۔ سے پوچھا۔ کہ اگر تجھے امیر بنایا جائے۔ تو کس طرح نظام حکومت چلائے گا۔ کہنے لگا اس طرح جس طرح کہ فاروق اعظم نے کیا تھا۔ یہ سُن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بولے۔ سبحان اللہ! میں نے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت اپنانے کی انتہائی کوشش کی لیکن اس پر بھی پورا نہ اتر سکا۔ اور تو اور سیرت عمر بن الخطاب ۹ ابن کثیر نے اٹھویں جلد میں ص ۲۲۹ پر تحریر کیا ہے۔ کہ جو لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کو نہیں سمجھتے۔ جب تو ان کے سامنے یہ کہیے۔ کہ امیر معاویہ رضؓ بڑے زاہد اور صالح تھے۔ تو انہیں یہ سُن کر عجیب سا لگتا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد ص ۱۷۲ پر تحریر کیا کہ علی بن ابی حملہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے دُ کی جامع مسجد میں امیر معاویہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس وقت انھوں نے پیوند لگے کپڑے پہن رکھے تھے۔ ابن کثیر نے بھی جلد نمبر ۸ ص ۱۳۴ میں امام اوزاعی کے شیخ یونس بن میسرہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ میں نے امیر معاویہ کو دمشق کے بازاروں میں دیکھا۔ کہ ان کے پیچھے ایک غلام ہے۔ اور آپ نے پیوند والی قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ کے وزراء اور دیگر معززین حکومت آپ سے پیوند لگے کپڑے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب کبھی آپ کا وزیر مدینہ منورہ آتا۔ اور اس نے پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ تو لوگ فوراً انہیں پہچان لیتے۔ اور منہ مانگے پیسے دے کر انہیں خریدنے پر تیار ہو جاتے۔ دار قطنی

نے محمد بن یحییٰ سے بیان کیا کہ ضحاک بن قیس ایک مرتبہ مدینہ منورہ آیا۔ اور مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور قبر شریف کے درمیان نماز پڑھی۔ اس پر ایک چادر تھی۔ جو پیوند لگی تھی۔ اور وہ حضرت امیر معاویہؓ سے لی ہوئی تھی۔ جب ابوالحسن برادنے دیکھا۔ تو فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ چادر امیر معاویہ کی ہے۔

البدایۃ والنہایۃ اور العواصم من القواصم کے دونوں

حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علوم دنیا و آخرت کا سب سے بڑا عالم مانتے تھے۔ اسی لیے کسی نے آپ کے اعلان پر اعتراض نہ کیا۔

۲۔ لوگوں تک احکام الٰہیہ پہنچانے میں آپ ہر ممکن کوشش کرتے۔ اور ان کی مخالفت سے ڈراتے تھے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی بات کے ذکر کرنے پر کبھی اِن پر تہمت نہ لگی۔

۴۔ مہمانوں کی آمد اور نومولود کی خبر معلوم کرنے کے لیے آپ نے مستقل آدمی مقرر کر رکھے تھے۔

۵۔ آپ کے پاس سزا کے لیے کوڑا نہایت ہلکا پھلکا تھا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔

۶۔ دمشق کے بازاروں میں ایک غلام کے ساتھ کھلم کھلا پھرا کرتے تھے۔

۷۔ آپ کی قمیص پیوند زدہ ہوتی تھی۔

۸۔ کوئی اجنبی دیکھتا۔ تو گمان کرتا۔ کہ یہ مہدی ہیں۔

۹۔ سیاسی بصیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ اپنی مثل آپ تھے۔

۱۰۔ حکمرانوں میں سے آپ سا با اخلاق کوئی نہ تھا۔

۱۱۔ اگر شان و شوکت تھی تو وہ غیر مسلم بادشاہوں کو مرعوب کرنے اور مسلمانوں کی عزت افزائی کے لیے تھی۔

۱۲۔ فاروق اعظم کی سیرت آپ کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔

۱۳۔ آپ کے زہد و تقویٰ کو سطحی نظر والے ایک عجیب سی بات سمجھتے تھے

۱۴۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور انکساری کی وجہ سے آپ کے پیوند لگے کپڑے لوگوں کے لیے متبرک تھے۔

۱۵۔ آپ کے پیوند لگے کپڑے آپ کے وزراء بطور تبرک حاصل کرتے۔ لوگ انہیں دیکھ کر پہچان جایا کرتے تھے۔ کہ یہ امیر معاویہ کے استعمال شدہ کپڑے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ امور کو پیش نظر رکھیں۔ اور مودودی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا۔ اُسے بھی دیکھیں۔ پھر موازنہ کریں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر و کسریٰ کا طرز زندگی اختیار کر کے خلفائے اربعہ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دیا تھا؟ کیا بازاروں میں آتے جاتے ان کے ساتھ حفاظتی دستے ہوتے تھے یا صرف ایک آدھ غلام؟ کیا ان کے لباس میں وہی شان و شوکت تھی۔ جو قیصر و کسریٰ کے لباس میں تھی۔ یا وہ پیوند زدہ ہوتا تھا۔؟

کیا ان کے ٹوکنے والا سزا کا مستحق ہوتا تھا۔ یا اس کے ٹوکنے

پر آپ اس کا شکریہ اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کیا کرتے تھے؟ کیا آپ کے ہاتھ میں مخالفین کے لیے بھاری بھر کم دُرّہ تھا یا معمولی سا ایک کوڑا جو بچوں کے پاس ہوتا ہے؟ کیا آپ کے زہد و تقویٰ اور سنت پیغمبر پر عمل کرنے کی وجہ سے لوگ ان کے زیب تن کئے ہوئے پیوند لگے کپڑوں کو بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یا اس سے نفرت کا اظہار ہوتا تھا؟ لیکن مودودی کی آنکھوں پر نہیں بلکہ بصیرت پر بغض کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور اضله الله على علم وختم على قلبه الخ کے مصداق وہ علم کی گمراہیوں میں اس قدر دُور چلا گیا۔ کہ جہاں سے واپس نہ آ سکا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قیصر و کسریٰ کی نقالی کا الزام دھرنے والے کو ان کی یہ عادت نظر نہ آئی۔ کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر انہیں کس قدر غصہ آتا تھا۔

اَلْبَدَايَة وَالنَّهَايَة:-

قال احمد حدثنا مروان ابن معاوية الفزاری حدثنا حبيب بن اشهيد عن ابی مجلذ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى النَّاسِ فَقَامُوْا لَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَتَمَثَّلَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ اَنَّهُ كَانَ مُعَاوِيَةُ جَيِّدَ السِّيْرَةِ حَسَنَ التَّجَاوُزِ جَمِيْلَ العفو كَثِيْرَ السَّتْرِ رحمه الله تَعَالٰى۔

(البداية والنهاية جلد ۸ ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ باہر تشریف لائے۔ تو لوگوں

نے دیکھتے ہی ان کے لیے قیام کیا۔ اس پر آپ نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں۔ جو آدمی یہ کہتا ہو۔ کہ لوگ اس کا کھڑے ہو کر استقبال کریں۔ اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں بنالینا چاہیئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین سیرت، خوبصورت درگزر کرنے والے، اچھے انداز سے معاف کر دینے والے اور بڑے باحیا تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض ششم

امیر معاویہ رضؓ نے بیت المال کی حیثیت تبدیل کردی (مودودی)

خلافت و ملوکیت:

بیت المال کا اسلامی تصور یہ تھا۔ کہ وہ خلیفہ اور اس کی حکومت کے پاس خدا اور خلق کی امانت ہے۔ جس میں کسی کو من مانے طریقے پر تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ خلیفہ نہ اس کے اندر قانون کے خلاف کوئی چیز داخل کر سکتا ہے۔ اور نہ قانون کے خلاف اس میں سے کچھ خرچ کر سکتا ہے وہ ایک ایک پائی کی آمد اور خرچ کے لیے جوابدہ ہے۔ اور اپنی ذات کے لیے وہ صرف اتنی تنخواہ لینے کا حقدار ہے۔ کہ جتنی ایک اوسط درجے کی زندگی بسر کرنے والے کے لیے کافی ہو۔ دورِ ملوکیت میں بیت المال کا یہ تصور اس تصور سے بدل گیا۔ کہ خزانہ بادشاہ اور شاہی خاندان کی ملکیت ہے۔ رعیت بادشاہ کی محض باجگزار ہے۔ اور کسی کو حکومت سے حساب پوچھنے کا حق نہیں۔ اس دور میں بادشاہوں اور شہزادوں کی بلکہ ان کی ان کے گورنروں اور سپہ سالاروں تک کی زندگی جس شان سے بسر ہوتی تھی۔ وہ بیت المال میں بے جا تصرف کے بغیر کسی طرح ممکن نہ تھی۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۱ مصنفہ مودودی)

مفصل جواب:

مودودی کا عبارت مذکورہ سے مقصد یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال سے من مانے طریقے سے تصرف کرتے تھے۔ اور خلافِ قانون اسلامی عمل کرنے والے تھے۔ اس بارے میں وہ بیت المال کو اپنی ملکیت جانتے۔ اور خود اپنی اپنے وزراء وغیرہ کی زندگی اسی مال سے عیش وعشرت کی بسر کرتے تھے۔ گویا مودودی اس سے ثابت یہ کرتا ہے۔ کہ امیر معاویہ ایک ظالم حکمران اور عیش پسند امیر تھے۔ لیکن ان تمام خرافات کے ثبوت میں مودودی نے کوئی ایک مثال ایسی پیش نہ کی جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت۔ ایسی نظر آئے۔ جو اس کے ذہن میں ہے۔ یزید اور ولید کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ ان پر بھی قیل وقال کی گنجائش ہے۔ لیکن زیرِ بحث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ مودودی کی تصویر کشی کے مقابل میں کتب تاریخ میں ایسی بہت سے مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدا ترسی اور بیت المال کے بارے میں شریعت کی کامل پیروی ثابت کرتی ہیں۔ اور آپ نے صاف صاف الفاظ میں بیت المال کو اپنا ذاتی نہیں بلکہ عوام کا مال فرمایا۔ جس پر دو عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن تیمیہ کی عبارت ابن تیمیہ نے منہاج السنہ جلد سوم ص ۱۸۵ پر لکھا ہے۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا! لوگو! بیت المال سے تمہیں جو عطیات دیئے گئے۔ ان کی تقسیم کے بعد اب بھی وہاں بہت سا مال باقی وہ بھی عنقریب تم میں تقسیم کر دوں گا۔ اگر کوئی شخص وقت پر نہ آئے۔ اور اُسے محرومی کا سامنا کرنا پڑے۔ تو اس کی سستی ہے۔ اس کا الزام مجھ پر نہیں۔ اس عام خطاب میں آپ نے فرمایا۔ بَيْتُ مَالِكُمْ لَيْسَ بِمَالِي اِنَّمَا هُوَ مَالُ اللهِ۔
یعنی تمہارے لیے قائم کردہ بیت المال کا پیسہ تمہارے لیے ہی ہے۔ وہ میرا مال نہیں۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہے۔ گویا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال

کی اشیاء کو اللہ کی ملکیت کے اعتبار سے خود کو اس کا نگران یا محافظ سمجھتے تھے۔ اور اس امانت کو مستحقین کے سپرد کرنے کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ ایک واقعہ بطور شہادت پیش خدمت ہے۔

امیر معاویہ بیت المال کی ایک ایک پائی کا حساب لیا کرتے تھے

تاریخ طبری:

كَانَ اَوَّلَ مَنِ اتَّخَذَ دِيْوَانَ الْخَاتَمِ قَالَ وَكَانَ سَبَبُ ذَالِكَ اَنَّ مُعَاوِيَةَ اَمَرَ لِعَمْرِو بْنِ زُبَيْرٍ فِي مَعُوْنَتِهِ وَقَضَاءِ دَيْنِهِ بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ وَكَتَبَ بِذَالِكَ اِلَى زِيَادِ بْنِ سمية وَهُوَ عَلَى الْعِرَاقِ فَفَضَّ عَمْرٌو الْكِتَابَ وَصَيَّرَ الْمِائَةَ مِائَتَيْنِ فَلَمَّا رَفَعَ زِيَادٌ حِسَابَهُ اَنْكَرَهَا مُعَاوِيَةُ فَاَخَذَ عَمْرًا بِرَدِّهَا وَحَبَسَهُ فَاَدَّاهَا عَنْهُ اَخُوْهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَحْدَثَ مُعَاوِيَةُ عِنْدَ ذَالِكَ دِيْوَانَ الْخَاتَمِ۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۸۴ ذکر بعض ماحضرنا)

ترجمہ: سب سے پہلے دیوان الخاتم شروع کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ آپ نے جناب عمرو بن زبیر کی معاونت اور ادائے قرضہ کے لیے ایک لاکھ درہم دینے کو کہا۔ اس بارے میں زیاد بن سمیہ کی طرف خط لکھا۔ جبکہ یہ عراق

کے گورنر تھے۔ جب زیاد بن سمیہ نے رقعہ کھولا۔ تو ایک لاکھ کی جگہ دو لاکھ کر دیا۔ پھر جب زیاد نے حساب دیا۔ تو امیر معاویہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے ایک لاکھ واپس لیا۔ اور زیاد کو قید میں ڈال دیا۔
یہ ایک لاکھ عمرو بن زبیر کی طرف جناب عبداللہ بن زبیر نے ادا کیا تھا تو اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے "دیوان الخاتم" کا سلسلہ شروع فرمایا۔

اگر امیر معاویہؓ بیت المال میں غیر اسلامی تصرّف کرتے تھے تو ائمہ اہل بیت اور کبّار صحابہ ان کے عطیات کیوں وصول کیا کرتے تھے۔

ان دونوں حوالہ جات کے بعد مودودی کی الزام تراشی کا معاملہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ کہاں یہ کہنا کہ بیت المال کا کوئی حساب و کتاب نہ تھا۔ جو جی میں آتا کیا جاتا۔ اور کہاں اس کی پائی پائی کے لیے ایک علیحدہ محکمہ قائم کرنا۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال میں غیر قانونی بلکہ غیر اسلامی تصرف کرتے تھے۔ تو یہ تصرف اہل بیت کے معزز ترین افراد پر بھی ہوتا تھا البدایۃ والنہایہ کے علاوہ مقتل ابی مخنف وغیرہ کتب میں بالتصریح موجود ہے۔ کہ آپ حسنین کریمین کو ہر سال دس لاکھ سونے کے دینار دیا کرتے تھے۔ اور اس خطیر رقم کے علاوہ تحائف و ہدایا بھی پیش خدمت فرمایا کرتے تھے۔ اب کہنا پڑے گا۔

کہ اہل بیت کے یہ حضرات وہ مال قبول کیا کرتے تھے۔ جو ناجائز طور پر خرچ کیا جا رہا ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق اُسے تصرف میں نہیں لایا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ شریعت کے ایسے ستون اس قسم کے مال کو قبول کرنے کی کبھی ہمت نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے اعمال لوگوں کے لیے باعث تقلید ہوتے ہیں اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مشکوک مال وصول کرنے اور اسے تصرف میں لانے سے انکار کر دیا۔

البداية والنهاية:

وَكَانَ الْخَلِيْفَةُ يَبْعَثُ اِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مَائِدَةً فِيْهَا اَلْوَانُ الْاَطْعِمَةِ وَالْفَاكِهَةِ وَالثَّلْجِ مِمَّا يُقَاوِمُ مِائَةً وَعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَالْخَلِيْفَةُ يَحْسِبُ اَنَّهُ يَاْكُلُ مِنْ ذَالِكَ وَلَمْ يَكُنْ اَحْمَدُ يَاْكُلُ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ بِالْكُلِّيَةِ بَلْ كَانَ صَائِمًا يَطْوِىْ فَمَكَثَ ثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ لَمْ يَسْتَطْعِمْ بِطَعَامٍ وَمَا ذَالِكَ هُوَ مَرِيْضٌ ثُمَّ اَقْسَمَ عَلَيْهِ وَلَدُهُ حَتّٰى شَرِبَ قَلِيْلًا مِنَ السَّوِيْقِ بَعْدَ ثَمَانِيَةِ اَيَّامٍ وَجَاءَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ يَحْيٰى بْنِ خَاقَانَ بِمَالٍ جَدِيْدٍ مِنَ الْخَلِيْفَةِ جَائِزَةً لَهُ فَامْتَنَعَ مِنْ قَبُوْلِهِ فَاَلَحَّ اِلَيْهِ الْاَمِيْرُ فَلَمْ

يَقْبَلُ فَاَخَذَهُ الْاَمِيْرُ فَفَرَّقَهَا عَلٰى بَنِيْهِ وَاَهْلِهٖ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا يُمْكِنُ رَدُّهَا عَلَى الْخَلِيْفَةِ وَكَتَبَ الْخَلِيْفَةُ لِاَهْلِهٖ وَاَوْلَادِهٖ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ بِاَرْبَعَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ فَمَانَعَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَلِيْفَةَ فَقَالَ الْخَلِيْفَةُ لَابُدَّ مِنْ ذَالِكَ وَمَا هٰذَا اِلَّا لِوُلْدِكَ فَاَمْسَكَ اَبُوْ عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ مُمَانَعَتِهٖ ثُمَّ اَخَذَ يَلُوْمُ اَهْلَهٗ وَعَمَّهٗ وَقَالَ لَهُمْ اِنَّمَا بَقِيَ لَنَا اَيَّامٌ قَلَائِلُ وَكَاَنَّنَا قَدْ نَزَلَ بِنَا الْمَوْتُ فَاِمَّا جَنَّةٌ وَاِمَّا اِلٰى نَارٍ فَنَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا وَبُطُوْنُنَا قَدْ اَخَذَتْ مِنْ مَالِ هٰؤُلَاءِ فِيْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ يَعِظُهُمْ بِهٖ فَاحْتَجُّوْا عَلَيْهِ بِالْحَدِيْثِ الصحيح مَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ سَائِلٍ وَلَا مُسْتَشْرِفٍ فَخُذْهُ وَاِنَّ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ قَبِلَا جَوَائِزَ السلطان فَقَالَ وَمَا هٰذَا وَذَاكَ سَوَاءٌ وَلَوْ اَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْمَالَ اُخِذَ مِنْ حَقِّهٖ وَلَيْسَ بِظُلْمٍ وَلَا جَوْرٍ لَمْ اُبَالِ۔ (البداية والنهاية جلد ۱۰ص ۳۳۸ تا ۳۳۹ ما كان من امر الامام احمد)

ترجمہ: خلیفہ متوکل روزانہ امام احمد بن حنبل کے ہاں مختلف قسم کے پھل، کھانے اور برف وغیرہ بھیجتا تھا۔ جن کی قیمت تقریباً ایک سو بیس درہم کے برابر ہوتی تھی۔ اور خلیفہ کا یہ خیال تھا۔ کہ وہ اُسے کھا لیتے ہوں گے۔ حالانکہ امام احمد نے بالکل اُسے ہاتھ تک نہ لگایا ہوتا۔ بلکہ وہ روزہ سے ہوتے۔ اسی حالت میں وہ آٹھ دن متواتر کھائے پیئے بغیر رہے

آپ بیمار بھی نہ تھے۔ پھر اتنے دن گزرنے پر آپ کے بیٹے نے آپ کو قسم دی۔ کہ کھائیں پئیں۔ تو آپ نے آٹھ دنوں کے بعد تھوڑے سے ستو استعمال کیئے۔ ایک مرتبہ عبید اللہ بن یحییٰ خلیفہ متوکل کی طرف سے مزید مال بطور انعام لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر امیر نے اُسے قبول کر لینے کے لیے منت سماجت کی لیکن آپ نے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ امیر نے وہ مال لے کر آپ کے اہل وعیال پر تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ مال واپس خلیفہ کے پاس لوٹایا جائے۔ خلیفہ نے امام کے اہل وعیال کے لیے چار ہزار درہم ہر ماہ دینے کا حکم کر دیا۔ ابو عبداللہ نے خلیفہ کو ایسا کرنے سے روکا۔ لیکن خلیفہ نے کہا۔ کہ یہ ضرور ہو گا۔ کیونکہ یہ امام صاحب کی اولاد کے لیے ہے۔ اس پر ابو عبداللہ چپ ہو گیا! اس کے رُکنے سے پھر امام صاحب نے اپنے اہل وعیال کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا۔ ہماری زندگی چند دن کی ہے۔ ہم پر گویا موت آنا ہی چاہتی ہے۔ پھر یا تو جنت ٹھکانا ہو گا یا دوزخ۔ ہم دنیا سے جائیں گے اور حالت یہ ہو گی۔ کہ ہمارے پیٹ ان لوگوں کے مال سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ اس طرح ایک طویل کلام کے ذریعہ آپ نے انہیں نصیحت فرمائی۔ انہوں نے یہ مال قبول کرنے پر ایک حدیث سے استدلال کیا۔ وہ یہ کہ تمہارے پاس اگر کہیں سے مال آتا ہے۔ اور تم محتاج ہو۔ لیکن اس کی طرف امید لگانے والے نہیں ہو۔ تو اُسے لے لیا کرو۔ اور ابن عمر اور ابن عباس نے بھی حاکم وقت کا وظیفہ قبول کیا تھا۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ اور وہ برابر نہیں۔ اگر مجھے علم ہو جائے۔ کہ یہ مال حق ہے اور ظلم سے بچا ہوا ہے تو میں اسے لے لیتا۔

لمحہ فکریہ:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا تقویٰ اور اتباع شریعت کچھ حسنین کریمین سے بڑھ کر نہیں۔ جب مشکوک مال کو اپنے تصرف میں لانے اور قبول کرنے سے امام احمد ایسے حضرات انکار کر رہے ہیں۔ تو قیاس کیجئے۔ کہ ایسے مال کو حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنی پاکیزہ شخصیات کس طرح قبول کرنے پر آمادہ ہوں گی؟ لیکن یہاں تو حسنین کریمین نے بارہا امیر معاویہؓ سے تحفہ و ہدایا قبول کیے۔ خود خرچ کیے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرات اس مال کو ناجائز یا حرام نہیں سمجھتے تھے۔ مختصر یہ کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بقول مودودی بیت المال کو بے جا تصرف کرنے والے اور اسلامی طریقہ کے خلاف استعمال کرنے والے تھے۔ تو پھر اس طریقہ کی حمایت کرکے امام حسن و حسین، عبداللہ بن عباس، جعفر بن عبداللہ، محمد بن حنفیہ اور عقیل بن ابی طالب ایسے حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ لہٰذا یہ کہنا پڑے گا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیت المال میں تصرف شرعی اصول کے مطابق تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ جلیل القدر حضرات اُسے قبول کرنے میں کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض ہفتم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ دیت کو تبدیل کر دیا (مودودی)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے جہاں اپنی اجتہادی صلاحیت کے زعم میں بہت سے اکابر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات عالیہ پر تنقید کی۔ اور بے سروپا اختراعی باتوں کو اُن کی طرف منسوب کرنے میں ذرا بھر جھجک محسوس نہ کی۔ وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے اُن کی کمزوریوں بلکہ شریعت مطہرہ کی خلاف ورزیوں کو بھی بیان کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر "دیت" کے مسئلہ میں مودودی صاحب رقم طراز ہیں۔

"حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی۔ کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی"

(خلافت و ملوکیت ص ۱۷۳ تا ۱۷۴)

جواب: اس حوالہ میں مودودی صاحب نے کمال اجتہادی چالاکی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ اور قول سے ثابت کر دکھایا۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "سنت کے مخالف" تھے۔ مولانا موصوف کا اکثر طریقہ یہی ہے۔ کہ وہ دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاتے ہیں۔ اور قارئین کو یہ باور کراتے ہیں۔ کہ مجھ سے بڑھ کر الزام تراشی بلکہ اتہام میں کوئی بھی محتاط نہیں ہے۔ ذرا اپنی براءت اور پاکدامنی بلکہ بھولے پن کو خود ان کی ایک تحریر سے دیکھیں۔

"تمام بزرگانِ دین کے معاملہ میں عموماً، اور صحابہ کرام رضی کے معاملہ میں خصوصاً

میرا طرزِ عمل یہ ہے۔ کہ جہاں تک کسی معقول تاویل سے یا کسی معتبر روایت کی مدد سے ان کے کسی قول یا عمل کی صحیح تعبیر ممکن ہو۔ اسی کو اختیار کیا جائے۔ اور اس کو غلط قرار دینے کی جسارت اس وقت تک نہ کی جائے جب تک کہ اس کے سوا چارہ نہ رہے'' (خلافت و ملوکیت ص ۳۰۸)

اس موخر الذکر اقتباس کی روشنی میں ہم مودودی صاحب کی اس عبارت یا الزام کے بارے میں کچھ باتیں کہنا چاہتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے۔ کہ مودودی صاحب کا طرزِ عمل خود ان کے بیان کے مطابق کہاں تک درست ہے۔؟

''حافظ ابن کثیر کہتے ہیں'' یہ الفاظ صراحۃً بتا رہے ہیں۔ کہ اگلی عبارت کے قائل حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جس کو اردو کے جامہ میں مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں پیش کیا ہے۔ ابن کثیر نے کیا کہا؟ اُن کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَقَالَ ابو اليمان عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مَضَتِ السُّنَّةُ اَنْ لَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَاَوَّلُ مَنْ وَرَّثَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ مُعَاوِيَةُ وَقَضٰى بِذٰلِكَ بَنُوْ اُمَيَّةَ بَعْدَهُ حَتّٰى كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَرَاجَعَ السُّنَّةَ وَاَعَادَ هِشَامٌ مَا قَضٰى بِهٖ مُعَاوِيَةُ وَبَنُوْ اُمَيَّةَ مِنْ بَعْدِهٖ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَمَضَتِ السُّنَّةُ اَنَّ دِيَةَ الْمُعَاهِدِ كَدِيَةِ الْمُسْلِمِ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ اَوَّلُ مَنْ قَصَرَهَا اِلَى النِّصْفِ وَاَخَذَ النِّصْفَ لِنَفْسِهٖ۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۹ وھذہ ترجمہ معاویہ)

ترجمہ: ابوالیمان نے شعیب سے اور انہوں نے امام زہری سے بیان کیا۔ کہ سنت (طریقہ دینی) یہ چلا آرہا تھا۔ کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ اور سب سے پہلے جس شخص نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضہ تھے پھر ان کے فیصلے کے موافق بعد میں بنو امیہ بھی یہی فیصلہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دورِ خلافت آیا۔ تو انہوں نے پھر سے سنت کی طرف رجوع کر کے اُسے اپنا لیا۔ اور ان کے بعد ہشام آیا۔ تو اس نے دوبارہ اسی طریقہ کو جاری کر دیا۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کا رہا تھا۔ اور امام زہری نے اسی سند کے ساتھ یہ قول بھی کیا ہے کہ سنت یہ چلی آرہی تھی۔ کہ معاہد کی دیت ایک مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ اور اس کو نصف تک کم کرنے والے سب سے پہلے شخص امیر معاویہ تھے۔ اور بقیہ نصف وہ خود لیا کرتے تھے۔

اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ہم نے پیش کیا ہے۔ کیا اس عبارت میں ''دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو بدل دیا؟'' یہ جملہ حافظ ابن کثیر نے کہیں کہا ہے۔؟ یا امام زہری نے اسے کہا ہے؟ خیانت یا دھوکہ و فریب کا یہ عالم کہ جو بات مصنف نے کہی ہی نہیں۔ وہ کمال ڈھٹائی کے ساتھ ان کی طرف دو ٹوک انداز میں منسوب کی جارہی ہے۔ مودودی صاحب پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات کا ٹھیکہ ''ملک غلام علی'' نے اٹھا رکھا ہے۔ وہ بھی اس بات کو گول مول کر گئے۔ بلکہ اس سے صاف کنی کترا گئے۔

علاوہ ازیں حوالہ مذکورہ از اول تا آخر آپ ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب البدایہ اس کے ناقل ہیں۔ یعنی اصل قول وہ امام زہری کا ہے۔ جو بواسطہ شعیب اور ان سے

ابوالیمان کے ذریعہ حافظ ابن کثیر تک پہنچا۔ حافظ ابن کثیر کا یہ اپنا قول نہیں ہے۔ جب امام ابن کثیر محض ناقل اور اصل قائل امام زہری ہیں۔ تو پھر اس تمام منقولہ عبارت کو اصل قائل یعنی امام زہری کی بجائے حافظ ابن کثیر کا قول قرار دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے۔؟ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اتنے بڑے دانشور کو مقولہ اور نقل کا فرق معلوم نہیں ہوگا۔ لیکن مغالطہ ہو جاتا ہے۔ آخر انسان ہے۔ اس لیے اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی خفت نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن ترجمانِ مودودی "ملک غلام علی صاحب" بھی چپ سادھ گئے۔ نہیں نہیں وہ بولے بلکہ خوب بولے۔ لکھتے ہیں۔ کہ "اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا" یعنی چلو حافظ ابن کثیر کا قول نہ سہی امام زہری کا ہی سہی۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اصل مسئلہ پھر ثابت ہی رہے گا۔ وہ یہ کہ "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مخالف سنت تھے" ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ کہ یہ اُن کی خوش فہمی بلکہ کج فہمی ہے۔ کہ اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ملک صاحب دراصل ایک معاصر کی (مولانا مودودی کی) مذکورہ عبارت پر تنقید کا جواب دے رہے ہیں۔ اور جواب میں وُہ مصر ہیں۔ کہ البدایہ کی مذکورہ عبارت کے قائل امام زہری نہیں بلکہ حافظ ابن کثیر ہیں۔ یُوں وہ مودودی صاحب کی تحریر "حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔" کو درست ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ ملک صاحب "و به قال الزهري" کا معنی و مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ کافر مسلمان کا باہم وارث نہ بنا یہی سنت چلی آ رہی ہے۔ اور کافر کا مسلمان کو وارث بنانے کا معاملہ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جاری کیا۔ اور ان کے بعد بنوامیہ یہی فیصلہ کرتے رہے۔ پھر عمر و بن عبد العزیز نے دوبارہ سنت پر عمل شروع کر دیا۔ لیکن ہشام نے آ کر سنت کی بجائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آنے والے بنوامیہ کے فیصلہ کو ہی اپنایا۔ اور یہی امام زہری کا قول ہے گویا۔ ملک صاحب کے نزدیک امام زہری کا قول وہی ہے جو ہشام وغیرہ فیصلہ کرتے

رہے۔ یعنی مسلمان کافر کا وارث بن جائے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔ یہ وراثت دُرست ہے۔ اور میرا بھی یہی قول ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر اسی فیصلہ کے قائل امام زہری ہیں۔ تو یہ فیصلہ اُن کے نزدیک دُرست ہوا؟ لیکن طرفہ تماشا یہ کہ ملک صاحب بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ امام زہری کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا توریث مسلم کے بارے میں فیصلہ "بدعت" ہے۔ یہ خرابی اس وقت لازم آئی۔ جب ملک صاحب "به قال الزهري" کے الفاظ سے قبل کی عبارت کو ابن کثیر کا مقولہ کہنے پر اصرار کیا۔ اور پھر اس عبارت میں درج مسئلہ کو امام زہری کا قول قرار دیا۔

بہر حال حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کا قول نقل فرمایا ہے۔ مسئلہ زیر بحث چونکہ "نصف دیت" کا ہے۔ اور البدایہ کی منقولہ عبارت کے آخر میں اسے بیان کیا گیا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام زہری نے جو یہ الفاظ کہے۔ "و اخذ النصف لنفسه" دیت کا نصف وُہ خود لیتے تھے۔ یعنی مقتول کے ورثاء کو نصف دیت دیتے۔ اور بقیہ نصف خود لیتے "خود لینے" سے مراد کیا ہے؟ کیا آپ اُس نصف دیت کو اپنے ذاتی یا گھریلو مصارف پر خرچ فرماتے یا اس کا کوئی اور طریقہ تھا؟ البدایہ میں یہ روایت اجمالاً مذکور ہے۔ اس کی تفصیل امام بیہقی نے اِن الفاظ سے بیان فرمائی۔

بیہقی:

كان معاوية اعطى اهل المقتول النصف والقى النصف فى بيت المال۔ (بيهقى جلد ۸ ص ۱۰۲ باب دية اهل الذمه)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیت کا نصف مقتول کے ورثاء کو دیتے تھے۔ اور دوسرا نصف بیت المال میں جمع کر لیتے تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ نصف دیت کو خود لینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ سرکاری بیت المال میں جمع کرتے تھے۔ جو بہر حال خلیفہ وقت کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔ آپ اُسے ذاتی مصارف پر استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ بیت المال کے مصارف پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

ملک غلام علی کی مودودی کی طرف سے عجیب وکالت

"واقعہ یہ ہے۔ کہ مؤرخین نے دوسرے مقامات پر بھی امیر معاویہ رضؓ اور دوسرے بنو امیہ کے عائد کردہ غنائم ومحاصل کے لیے دونوں طرح کے الفاظ استعمال کیئے ہیں ایک ہی واقعہ میں کہیں "لنفسہ" کا لفظ ہے اور کہیں "بیت المال" کا لفظ اب اگر بیت المال کی پوزیشن فی الواقع امیر معاویہ اور آپ کے جانشینوں کے زمانے میں وہی ہوتی جو عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں تھی۔ تب تو یہ کہا جا سکتا تھا۔ کہ ہر جگہ "لنفسہ" سے مراد "بیت مال المسلمین" ہے۔ لیکن بیت المال اگر ذاتی اور سیاسی مقاصد واغراض کے لیے بلا تامل اور بے دریغ استعمال ہونے لگے فرمانروا کے صرفِ خاص اور قوم کے بیت المال میں عملاً کوئی فرق نہ رہے اور مسلمانوں کا امیر بیت المال کے آمد وخرچ اور حساب وکتاب کے معاملہ میں مسلمانوں کے سامنے جوابدہ نہ رہے۔ تو پھر صورت حال الٹ جاتی ہے۔ اس صورت میں "اخذ لبیت المال" بھی "اخذ لنفسہ" بن کر رہ جاتا ہے۔

(ترجمان القرآن ص ۴۰ تا ۴۱ جون ۱۹۶۹ء)

ملک صاحب نے "وکالت" کا حق ادا کر دیا۔ جو بیڑا ہی اس بات کا اٹھایا گیا۔ کہ مجھے بہر صورت تحریراتِ مودودی کو درست کر کے دکھانا ہے۔ تو پھر پیچھے ہٹنے کا کیا امکان؟ مودودی صاحب کی تحریر کی روشنی میں ان پر حرف نہ آئے۔ نہ ان کی کوئی غلطی ثابت ہو سکے۔ اگر ان کی عبارت کی تصحیح کی خاطر کسی صحابی پر الزام آتا ہو کسی تابعی کی توہین نکلتی ہو کسی صالح پر حرف آتا ہو تو اس کی پروا نہیں، عبارت کو صحیح اور درست قرار دینا لازم ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا "بیت المال" کو اپنے ذاتی مصارف اور سیاسی اغراض ومقاصد پر استعمال کرنے کا ملزم ٹھہرانا اگر بموجب حوالہ درست ہے۔ تو روافض کی کتب ان الزامات اور جرائم کی فہرست پیش کرنے میں کبھی نرم رویہ اختیار نہ کریں۔ کیا ملک صاحب تاریخ میں یہ اضافہ کریں گے۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی تاریخی باتیں اور شواہد جمع کریں۔ جن سے یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ان کے دور میں "بیت المال" دراصل خلیفہ کے اپنے مقاصد اور اپنی اغراض کے پورا کرنے کا ایک بینک ہوا کرتا تھا۔ غریبوں کے صرف نام ہی تھا۔ جس طرح ان کی جماعت قربانی کی کھالیں اور دیگر عطیات نادار اور غریب طلباء کی ضروریات پورا کرنے کی غرض سے اکٹھا کر کے طلباء کو کتابوں کی بجائے کلاشنکوف اور دیگر مہلک اسلحہ خریدنے کے لیے دیتی ہے۔ شائد اسی پر قیاس کیا ہو گا۔

حاصل کلام: مودودی کے مذکورہ الزامات کا انداز بتلاتا ہے۔ کہ اس کے عقائد میں شیعیت کا خمیر ہے۔ اس کی تائید بہت سے علماء نے کی ہے۔ بالخصوص ان علماء نے اس بارے میں کھل کر اظہار خیال کیا۔ جنہوں نے اس کی تصنیف "خلافت وملوکیت" کا رد کیا۔ ان میں سے ایک حافظ صلاح الدین یوسف بھی ہیں۔ جو وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان کے مشیر بھی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

حافظ یوسف صلاح الدین صاحب

اہل حدیث کا مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت

کے متعلق نظریہ

خلافت و ملوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

مودودی صاحب نے کونسا طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔ ہر صاحبِ علم و فکر خلافت و ملوکیت کا غیر جانبدارانہ نقطۂ نظر سے مطالعہ کر کے ہماری اس رائے سے اتفاق کرے گا کہ اس کتاب کا منطقی نتیجہ دوسرے طرز عمل کا ہے۔ جس پر بڑی سے بڑی وکالت بھی پردہ نہیں ڈال سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایک طرف اس کتاب کے خلاف شدید اور ہمہ گیر اضطراب کی لہر اٹھی۔ اور ہر مکتبہ و فکر کے لوگوں نے اس کتاب کے خلاف شدید کراہت اور بیزاری کے جذبات کا اظہار کیا۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس پر علمی انداز میں تنقید کی۔ تو دوسری طرف شیعہ حضرات کے ہاں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے اس کتاب کو صحابہ کے خلاف سب و شتم قرار دیا۔ جیسا کہ مولانا کے مضمون کی اشاعت شیعہ ہفت روزہ ،، رضا کار ،، میں اس کا اظہار کیا گیا تھا۔

(خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۵۹ مصنفہ حافظ یوسف صلاح الدین اہلحدیث)

خلافت و ملوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

اس کتاب میں صحابہ کرام کے متعلق جو رویہ اختیار کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی حضرت امیر معاویہ حضرت عمرو بن العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق جو جو ناگفتنی باتیں کہی گئیں۔ وہ خالص شیعہ مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتی ہیں۔ جو اعتراض آج تک حضرات شیعہ جلیل القدر صحابہ پر کرتے آتے ہیں۔ وہی اعتراضات اس کتاب میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چاندی کا خول چڑھا کر پیش کیے گئے ہیں۔ بنا بریں شیعہ حضرات کے لیے نہ صرف اس میں کافی وجہ کشش پیدا ہو گئی۔ بلکہ صحابہ کرام کو نشانہ سب و شتم بنانے کے لیے ان کے مؤثر ہتھیار بھی ان کے ہاتھ آ گئے۔

(خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۷۳)

توضیح: حافظ صلاح الدین صاحب غیر مقلد مشیر شرعی عدالت پاکستان کی مذکورہ تحریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ۔

۱۔ مودودی صاحب کی تحریرات نہ تو تاریخی اعتبار سے درست اور نہ ہی شرعی حیثیت سے صحیح ہیں۔ بلکہ جھوٹوں کا پلندہ ہیں۔

۲۔ اس کتاب میں مودودی صاحب نے حضرات صحابہ کرام پر وہی اعتراض اٹھائے جو عرصہ سے اہل تشیع کا معمول ہے۔

۳۔ صحابہ کرام پر لگائے گئے اعتراضات پر اہل تشیع خوش ہیں۔ کیونکہ مودودی نے ان کے دل کی بات لکھ دی۔

اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مودودی صاحب کے عقائد میں شیعیت موجود ہے بایں وجہ علمائے اہل سنت میں ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گستاخِ سوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک دیوبندی مولوی عبد القیوم کی گستاخانہ تحریر

تاریخ نواصب:

(عبد القیوم علوی فاضل وفاق المدارس و دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی تصنیف دو جلدوں پر مشتمل ہے)

مندرجہ بالا کلام کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو گئی ہے۔ کہ بغضِ علی خلافتِ علی کا انکار اور علی علیہ السلام پر سب و شتم کرنا شعار نواصب میں سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا مبتدی اور بانی کون ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تو حصہ دوم میں ہی آئے گا بدرست اتنا بتا دیتا ہوں۔ کہ سب افعال شنیعہ اور عقائد قبیحہ کا بانی معاویہ بن ابی سفیان ہے جسے اہل سنت غیر شعوری طور پر جلیل القدر صحابی سمجھے بیٹھے ہیں۔ (تاریخ نواصب جلد اول)

جواب:

گزشتہ اوراق میں ہم نے مودودی کی گستاخانہ تحریرات اور ان کے جوابات ذکر کیے۔ ان کے بعد اس نئے فاضل ”دشمن امیر معاویہ“ کی ہذیانات کا جواب دینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ مودودی اور علوی کا ایک ہی نظریہ ہے۔ بردست یہاں اتنا بتلانا ضروری ہے۔ کہ کچھ دیوبندی مُلاں بھی ایسے ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کو اہل سنت کا غیر شعوری عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

اور یہ کتنے ظلم کی بات ہے۔ کہ جمہور اہل سنت کا یہ عقیدہ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول ہیں۔ کتنا واضح اور روشن ہے۔ اس کا صاف صاف انکار کیا جا رہا ہے۔ اور اس جمہوری اور اجماعی عقیدہ کو ”اہل سنت کا غیر شعوری“ عقیدہ کہا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان قبول کیا، آپ کے حکم سے وحی کی کتابت پر مامور ہوئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ ”اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔“ (یہ روایت امام احمد نے اپنی مسند میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی بحوالہ الناہیہ مولفہ صاحب نبراس ص ۱۶) صحیح بخاری میں دعائیہ الفاظ یوں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّ اھْدِ بِہِ النَّاسَ۔ اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا۔ اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت عطا فرما۔ مذکورہ دونوں احادیث پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مستجاب الدعوات ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہادی مہدی دوزخ سے بچنے اور لوگوں کے پیشوا ہونے کی دعا فرمائی۔ اور کتاب و حساب کی مہارت مانگی۔ ایک طرف یہ دعا اور دوسری طرف ”علوی“ کا انہیں سرے سے مسلمان ہی نہ سمجھنا ان دونوں میں سے کس کی بات وزنی ہے۔ یقیناً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلنے والے کلماتِ تعریف ہی وزنی ہیں۔ لہٰذا علوی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا منکر ہوا اور امیر معاویہ کی گستاخی کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا مرتکب ہوا۔ اور ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ الخ کے مطابق ملعون قرار پایا۔ قارئین کرام اس قسم کے ننگ نہاد سُنیوں سے باخبر رہیں۔ آخر میں علوی وغیرہ کو ہمارا چیلنج ہے۔ کہ جس طرح ہم نے شانِ امیر معاویہ پر احادیث صحیحہ پیش کی ہیں۔ اسی طرح

علوی ان کے نفاق، دوزخی ہونے پر کوئی ایک آدھی صحیح حدیث پیش کر کے بیس ہزار انعام وصول کرے۔ مذکورہ دو احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہم درج کر چکے ہیں۔ جن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی رسول ہونا مذکور ہے۔ انہیں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارْ

گستاخِ چہارُم

طاہر القادری کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں دو عدد تنقیصی عبارات

۱۔ شہادت امام حسین رضؓ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا۔ تو انہوں نے اس خواہش کے پیش نظر کہ یہ حکومت اور خلافت میرے ہی خاندان میں رہے۔ اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا اور اس کی تخت نشینی کے لیے راہ ہموار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

میں سمجھتا ہوں اور بلا تامل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری زبردست لغزش اور ہولناک سیاسی خطا تھی جس نے تاریخ اسلام پر بڑے دور رس نتائج مرتب کیے اور امت مسلمہ کے سیاسی تشخص کو خلافت سے اٹھا کر ملوکیت کی گود میں دھکیل دیا۔ ہم ان دونوں غلطیوں کو شرف صحابیت کے حوالے سے اجتہادی غلطیاں تسلیم کرتے ہیں۔

(شہادت امام حسین رضؓ حصہ اول مصنفہ طاہر القادری ص ۱۳)

(۲) محبت امام حسین رضؓ:

حضرت امیر معاویہ ان کے دور حکومت کی نسبت ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے حیاء کو اور خاموشی کو فرض جانتے ہیں اور زبان کھولنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور گناہ سمجھتے ہیں لیکن آگے جب یزید کا باپ آتا ہے تو یزید پر ہزار بار لعنت بھیجتے ہیں۔ جو کچھ میں نے عرض کیا۔ اہل سنت کی عقائد کی تمام کتابوں میں اور ائمہ تاریخ ہمیشہ بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ سیاست معاویہؓ کا فتنہ آج پیدا ہوا ہے

فقط اہل بیت پاک اور حسنین کریمین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کی خلافت کے خلاف بغض اگلنے کے لیے اس فتنے کو اُجاگر کیا گیا ہے

(۱ محبت حسین اور شہادت امام حسینؓ مصنفہ طاہر القادری ص ۱۵ تا ۱۶)

طاہر القادری کی مذکورہ دو عدد عبارات کا تنقیدی جائزہ

طاہر القادری کی مذکورہ دو عدد عبارات سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر طاہر القادری کو یہ خوف نہ ہو کہ مجھے علماء اہل سنت شیعہ اور رافضی کی طرف منسوب کریں گے تو وہ کھل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتا۔ جیسا کہ اس کی دو عدد مذکورہ عبارات اس کی شاہد ہیں کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں وہی اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر رہا ہے کہ جو مودودی نے اپنی کتاب سیاست و ملوکیت میں ظاہر کیا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کے سیاسی تشخص کو خلافت سے اٹھا کر ملوکیت کی گود میں دھکیل دیا ہے۔ جس کی تردید ہم بالتفصیل کر چکے ہیں۔ اور طاہر القادری تو مودودی سے بھی بڑھ کر زبان کھول رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست ایک فتنہ تھی۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست اگر فتنہ ہے تو پھر امیر معاویہ اس کے ساتھ موصوف ہوئے کیونکہ صفت موصوف کے بغیر وجود نہیں رکھتی۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہنا یہ انتہائی جرأت ہے۔ اور جو یہ بار بار کہہ رہا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ کے خلاف زبان کھولنے سے صرف اس لیے حیاء آتی ہے۔ کہ انہیں صحابی کہا جاتا ہے۔ تو یہ اس کا کہنا بھی بے معنی ہے۔ جبکہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہہ رہے ہیں۔ تو پھر کون سی حیاء باقی رہ گئی ہے۔ اور پھر واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے۔ کہ میں بلا تامل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں۔ کہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہولناک سیاسی غلطیاں کی ہیں۔ لیکن مجھے انتہائی افسوس ہے کہ کاش طاہر القادری سلف صالحین اور اپنے اکابر شیخ عبد الحق محدث دھلوی اور مجدد الف ثانی وغیرہ کی تحریرات جو کہ انہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تحریر کی ہیں۔ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اتباع کرتے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان و مناقب تحریر کرتے نہ کہ ان کی شان میں طعن و تنقیص کرتے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمت اللہ علیہ کی کتاب احکام شریعت حصہ اول ص ۵۵ کو اگر طاہر القادری صاحب پڑھ لیتے اور پھر اعلیٰ حضرت سے جو وہ اپنی عقیدت کا اظہار اور دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر یہ سیدنا امیر معاویہ کی ذات میں طعن و تنقیص نہ کرتے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت نے اس جگہ یوں لکھا ہے۔

وَمَنْ يَكُوْنُ يَطْعَنُ فِىْ مُعَاوِيَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ فَذَاكَ مِنْ كِلَابِ الْهَاوِيَةِ۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ اور فقیر کے شیخ کامل پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب نشین سجادہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی زبان اقدس سے میں نے کئی مرتبہ سنا ہے۔ کہ جو آدمی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ولایت عطا نہیں کرتا۔ یہ بات وہ سنی ہوئی نہیں فرماتے بلکہ وہ اپنی خواب کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں۔ کہ جس کو میں پہلے تحفہ جعفریہ جلد اول میں نقل کر چکا ہوں۔ لیکن اس جگہ پھر دوبارہ نقل کر دیتا ہوں کیونکہ وہ واقعہ انتہائی نصیحت آمیز اور صراط مستقیم کے لیے رہنما ہے۔ ملاحظہ ہو۔

غوث وقت قبلہ سیدی وسندی ومرشدی

سَیّد مُحَمّد بَاقِر عَلِی شَاہ صَاحِب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ کا

روحانی اور سچا خواب

ایک دن بندہ مصنف حضرت کیلیانوالہ شریف میں حاضر تھا۔ رات گئے تک صرف چند علماء کرام حضرت قبلہ صاحب کے پاس حاضر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک عالم صاحب کہنے لگے۔ کہ سادات میں سے عوام تو کیا بعض پیران عظام بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ لوگ شانِ امیر معاویہ کتب سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں۔ لیکن میں اپنی آپ بیتی اور خود پر وارد ہوئی بات بتلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک دن دن کے بجے دن ایک آدمی سے میں نے دورانِ گفتگو کہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا۔ اس میں انہوں نے بڑی زیادتی کی۔ اتنا کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں میں نے غلط الفاظ کہے ہیں۔ اور ساتھ اس کے ساتھ میرا روحانی فیض بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزرا جب رات پڑی اور میں سو گیا۔ خواب میں پرانی بیٹھک شریف دیکھی۔ قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی اسی بیٹھک شریف میں روحانی سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ اچانک خواب میں ہی کسی نے بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کو دھکا دے کر کھولا۔ تو اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور

ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تینوں حضرات اس طرح کھڑے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ "جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟" آپ نے یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ میں نے معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد تک نہ تو حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور نہ ہی قبلہ والدی ومرشدی سرکار حضرت کیلیانوالہ شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور ہر قسم کا روحانی فیض بند رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور فیض کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مذکورہ واقعہ سے ان سید زادوں پیروں اور علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اہل سنت کے مقتداء کہلانے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقیص کرتے ہیں۔ ایسوں کو روحانی فیض کیا مل سکتا ہے۔ اور پھر مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔ کہ طاہر القادری کہ جو روحانی مقتداء کہلاتے ہیں ان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات فتنہ اور فحش خطاؤں سے ملوث تو نظر آئی ہے مگر جو دشمن صحابہ خمینی ہے۔ اس میں طاہر القادری کو کوئی نقص نظر نہیں آیا۔ اور اس کی تعریف میں لوٹے وقت بروز جمعرات ۳ ذی القعدہ ۱۴۰۹ھ ۸ جون ۱۹۸۹ء میں اس عنوان کے ساتھ خمینی کی تعریف کی "وہ امام خمینی کا جینا علیؓ کی طرح اور مرنا حسینؓ کی طرح ہے"۔

قارئین کرام طاہر القادری کے مذکورہ عنوان کو پڑھ کر سمجھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ جس طرح اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ کے کارنامے ہیں۔ جو نصوص سے ثابت ہیں اور ان کی تائید بکثرت احادیث و آثار سے ہوتی ہے۔ اس طرح خمینی کے بھی

اسلام میں عظیم کارنامے ہیں۔ لہذا وہ بھی انہی فضائل ومناقب کا حق دار ہے۔ اور جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا اسی طرح خمینی بھی اسلام زندہ رکھنے کے لیے شہادت سے سرفراز ہوا۔ تو جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے شہید تھے اسی طرح خمینی بھی عظیم شہید ہے جسے طاہر القادری "امام" کہہ رہا ہے۔ اور جس کی شان میں مذکورہ الفاظ کہے۔ یہی وہ خمینی ہے۔ کہ جس نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہوئے یوں کہا ہے۔ "جتنی قربانیاں میرے ماننے والوں نے دی ہیں۔ یہ قربانیاں صحابہ رسول بھی نہیں کر سکے" بلکہ اس نے اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار ص ۱۲۱ میں ہر قاری کو یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے ملا باقر مجلسی کی کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس نے اسی صفحہ پر "حق الیقین" کا بار بار ذکر کیا۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے ملا باقر مجلسی کی کتاب "حق الیقین" کا مطالعہ ضروری ہے۔ حالانکہ اسی کتاب میں حق الیقین کا بار بار حوالہ دیا گیا۔ ان میں سے ایک جگہ لکھا۔ کہ امام قائم (امام مہدی) جب دنیا میں آئیں گے۔ عائشہ را زندہ کند تا او را حد بزند۔ یعنی حضرت عائشہ کو دوبارہ زندہ کر کے اُن پر حد جاری کریں گے۔ (ص ۲۱۹ باب پنجم در بیان اثبات رجعت۔) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا۔ ابو بکر و عمر اس امت کے فرعون وہامان ہیں جنہوں نے آل محمد کا حق غصب کیا۔ ان کو بھی امام مہدی زندہ کریں گے۔ اور قتل کریں گے۔ اور عذاب دیں گے۔ (باب پنجم ص ۲۱۶)

قارئین کرام! خود فیصلہ کریں۔ کہ یہی وہ خمینی ہے۔ جو شیعہ عقیدہ رجعت کا معتقد ہے۔ اور اس کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ امام مہدی دوبارہ آئیں گے۔ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کو زندہ کر کے ان پر حد لگائیں گے۔ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس امت کے فرعون و ہامان ہیں۔ اس خمینی کو طاہر القادری

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا وارث کہہ رہا ہے۔ طاہر القادری نے خمینی کی مذکورہ تعریف کر کے کیا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دل نہ دکھایا۔ اور ان کی ناراضگی مول نہ لی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان حضرات کو اذیت و دُکھ پہنچانا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینا ہے۔ تو جس نے اللہ اور اس کے رسول کو دُکھ دیا۔ اس کا حشر کیا ہو گا؟ تو معلوم ہوا۔ کہ طاہر القادری کا جو عنوان (امام خمینی کا جینا علیؓ اور مرنا حسین کی طرح ہے) وہ اس قدر گستاخی پر مبنی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے اس کے سارے اچھے اعمال اکارت گئے۔ اور آخرت بھی برباد کر بیٹھا۔ اور بارگاہ صدیقی، فاروقی اور نبوی سے مردود ہو گیا۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت اور وقار و عظمت سے درحقیقت طاہر القادری کا سینہ بالکل خالی ہے۔ بلکہ اس کی جگہ عداوت و کدورت اور بغض سے اس کا دل بھرا پڑا ہے۔ محض علماء اہل سنت کی گرفت کا خوف اُسے زبان کھولنے سے روک رہا ہے۔ ورنہ وہ دبے لفظوں دل کی بات کہہ گیا ہے۔ جیسا کہ اس کی کتاب "شہادت حسین" گواہی دے رہی ہے۔ اور ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے۔

شہادت حسین:

جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ یاد آ جاتا ہے۔ (شہادت حسین ص ۵۲ مصنفہ طاہر القادری)

اب رہی یہ بات کہ واقعہ کربلا کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یاد آ جانا کس نوعیت کا ہے۔ انداز تحریر بتا رہا ہے۔ کہ ان کی یاد ایک مجرم اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اصلی سبب کے طور پر آتی ہے۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

کربلا کے ساتھ تصور کسی عزت واحترام اور عظمت کے طور پر نہیں بلکہ ایک سازشی، دشمن اہل بیت اور فاسق وفاجر کے طور پر آتا ہے۔ طاہر القادری کی یہ تحریر یہ اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قطعاً ادب واحترام نہیں۔ اسی لیے اس کا یہ کہنا کہ "شرف صحابیت ہمیں مانع ہے" یہ بھی ایک عذر لنگ سے کم نہیں۔ اگر شرف صحابیت واقعی ان کی توہین سے مانع ہوتا تو "شہادت حسین" نامی کتاب کی مذکورہ عبارت لکھتے وقت اس شرف کا لحاظ وخیال کدھر گیا۔

قارئین کرام! حضرت عمر وبن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت جو عظیم الشان ہے۔ انہوں نے بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی گستاخی یا زیادتی کی نشاندہی نہ کی۔ بلکہ گستاخانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگوائے۔ ان کا یہ طرزِ عمل بتاتا ہے۔ اور واضح شہادت دیتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ قریب ہونے کے باوجود انہیں تو کوئی عیب یا گستاخی نظر نہ آئی۔ اور چودہ سو سال کے لگ بھگ گزرنے کے بعد جن لوگوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخیاں نظر آنے لگیں۔ اور تحریر وتقریر میں ان کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ انداز اپنایا۔ کیا ان لوگوں کی بات کا کوئی وزن ہو سکتا ہے؟ اور کیا ان کے بغض وعداوت سے بھرے الفاظ اس کی دلیل بن سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کیا جانا درست ہے۔؟ ہر ذی عقل اور ہر ذی علم اس کے خلاف فیصلہ ہی کرے گا۔ اور قرآن وحدیث کی رو سے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ جنتی قرار دے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے اسکی تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ ایسی شخصیت کے خلاف نازیبا الفاظ اور گستاخانہ طرز اختیار کرنا اپنی بدقسمتی بلکہ ازلی بدبختی کی علامت ہی ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام:

طاہر القادری اہل سنت اور اسی طرح وحید الزمان اہلحدیث اگرچہ اپنے آپ کو محب صحابہ رض کہلاتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں حضرت امیر معاویہ رض اور ان کے والد ماجد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغض وعداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس کا واضح ثبوت خود ان کی تحریرات سے ملتا ہے لکھتے ہیں۔ "ان کا صحابی ہونا مانع ہے کہ ہم ان کے حق میں کچھ کہیں" مطلب یہ کہ آپ کا صحابی ہونا ہمیں زبان کھولنے سے روک رہا ہے۔ اور لعن طعن کرنے سے صرف صحابیت آڑے آرہی ہے۔ ورنہ ہم وہی کچھ کہتے۔ جو دشمن کہا کرتے ہیں گویا ان کے سینوں میں عداوت کی آگ جل رہی ہے۔ جیسا کہ طاہر القادری نے شہادت حسین ص ۵۲ پر لکھا ہے۔ کہ جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ رض یاد آجاتا ہے۔ یعنی ہمیں اس قدر غصہ آجاتا ہے کہ گویا قاتل معاویہ ہی ہیں۔ یاد رہے۔ کہ امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخوں کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ان کا دشمن اور گستاخ دوزخی کتا ہے۔ یہ فتویٰ سے خاص کر طاہر القادری کو پڑھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رض رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا اہل سنت کا فرد ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ فیصلہ مجدد الف ثانی کا بھی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام سے عداوت اور بغض سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گستاخ پنجم

وحید الزمان

اہلحدیث کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص

تیسیر الباری:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ان کے والد ابو سفیان تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برابر جنگ کرتے رہے۔ آخیر میں مجبور ہو کر مسلمان ہو گئے۔ معاویہؓ آنحضرت کے منشی بھی تھے ۶۰ھ میں دمشق میں مرے۔ بیاسٹھ سال کی عمر پائی۔ امام بخاری نے اور بابوں کی طرح یوں نہ کہا۔ کہ معاویہؓ کی فضیلت۔ کیونکہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں آئی۔ امام نسائی اور اسحاق بن راہویہ نے ایسا ہی کہا۔ مترجم کہتا ہے۔ صحابیت کا ادب ہم کو اس سے مانع ہے کہ ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ کہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو کیا کہنے لگا۔ ایک انگارہ تھا

جس کو اللہ نے بجھا دیا۔ ان کا باپ ابو سفیان ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتا رہا یہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے۔

(تیسیر الباری شرح البخاری مصنفہ وحید الزمان غیر مقلد جلد سوم ص ۵۸۷ پارہ چودھواں کتاب المناقب باب ذکر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

تردید:

وحید الزمان کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں یہ اصولِ حدیث کے اعتبار سے بالکل بے معنی اور فضول کلام ہے۔ کیونکہ فضائل کے لیئے "صحیح حدیث" کا ہی ہونا کس نے ضروری قرار دیا ہے؟ ہم اسی کتاب میں یہ امر واضح کر چکے ہیں کہ فضائل میں "ضعیف حدیث" بالاتفاق معتبر ہوتی ہے۔ اس کے خلاف تنقیص اور جرح کے لیے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے۔ اب اس قاعدہ کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو وحید الزمان کی یہ عبارت "وسچی بات یہ ہے۔ کہ ان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا کہ ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا" کون سی صحیح روایت سے ثابت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے صحیح حدیث نہ ہونے کا بہانہ ذکر کیا اور آپ کی اہل بیت سے الفت و محبت کی نفی پر جو جرح کے ضمن میں لایا ہے۔ کوئی صحیح حدیث پیش نہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضؓ

کا بغض اور آپ کی دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے فضائل میں تو کوئی صحیح حدیث نظر نہ آئی مگر تنقیص میں ایک بے اصل روایت بطور حجت و دلیل پیش کر دی۔ اس روایت سے یہی ثابت کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت والفت بالکل نہ تھی۔ بلکہ ان کے آپ دشمن تھے۔ خود وحید الزمان کا انداز کلام ملاحظہ ہو۔ "ان کا باپ ابوسفیان ساری عمر آنحضرت سے لڑتا رہا"۔ کاش اس نام نہاد سنی اور غیر مقلد کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے الفاظ کا پاس ہوتا۔ تو کبھی بھی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں یوں ہرزہ سرائی نہ کرتا — سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "اسلام ان تمام گناہانِ سابقہ کو مٹا دیتا ہے۔ جو اسلام لانے سے قبل سرزد ہوئے ہوں"۔ اس ارشاد گرامی کے ہوتے ہوئے پھر حضرت ابوسفیان اور ان کے فرزند جلیل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پچھلے افعال کو کریدنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر اسلام لانے سے قبل کے حالات کو دیکھا جائے۔ تو بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنے زمانہ کفر میں دل بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ حضرت خالد بن ولید ایسے نامور سپہ سالار کا ماضی کتابوں میں محفوظ ہے۔ غزوۂ احد میں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تھے۔ حتّٰی کہ آپ کے دندان مبارک کے شکستہ ہونے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ بلکہ ستّر کے قریب صحابہ کرام کی شہادت ان کے حملہ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ تو کیا ان کی ان سابقہ باتوں کو مدِ نظر رکھ کر وحید الزمان ان کے متعلق بھی یہ کہے گا۔ کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اسی طرح حضرت وحشی نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ پھر مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔ کہ ان ادنےٰ صحابی کے درجہ کو حضرت اویس قرنی نہ پہنچ سکے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب ہم کتب احادیث و سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ان کے لیے یہ دُعا مانگی ہوئی ملتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّمَهْدِيًّا۔ اے اللہ! امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا۔ علاوہ ازیں کثیر روایات آپ پڑھ چکے ہیں۔ جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "امین" قرار دیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ کہ امیر معاویہ کو وحی کی کتابت پر مامور کرو۔ کیونکہ وہ امین ہیں۔ ان تمام فضائل کو الگ رکھیں۔ اور صرف فاتح قبرص اور قسطنطنیہ ہونا ہی سامنے رکھیں۔ اور پھر حدیث نبوی میں اس معرکہ اور جہاد کے متعلق جو شان بیان ہوئی اسے سامنے رکھا جائے۔ تو بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

فتح قبرص کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیش گوئی

فتح قبرص کو فتح قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی معرکہ ہے۔ جس کے متعلق سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کہ جو اس معرکہ میں شامل ہو گا۔ اس ہر غازی کے لیے جنت واجب ہے۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لیے ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ صحیح بخاری میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ اس کو امام بخاری نے یوں ذکر

کیا ہے۔

بخاری شریف:

حَدَّثَنِیْ ثَوْرُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ اَنَّ عُمَیْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ اَتٰی عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِیْ سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِیْ بِنَآءٍ لَّهٗ وَمَعَهٗ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَیْرٌ فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِیْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِیْهِمْ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۴۰۹، ۴۱۰
باب ما قیل فی قتال الروم پارہ ۱۱
مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) عمیر بن اسود عنسی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت عبادہ ساحل حمص پر واقع اپنے مکان میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں۔ ہمیں جناب ام حرام نے حدیث سنائی۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے

سنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی لڑائی لڑے گا۔ ان سب کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی اس لشکر میں ہوں گی۔ فرمایا ہاں تو بھی اس میں ہوگی۔

مذکور حدیث کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

عمدة القاری:

قَوْلُهٗ (اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ) اَرَادَ بِهٖ جَیْشَ مُعَاوِیَةَ وَقَالَ الْمُهَلَّبُ مُعَاوِیَةُ اَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَقَالَ ابْنُ جَرِیْرٍ قَالَ بَعْضُهُمْ کَانَ ذٰلِكَ فِیْ سَنَةِ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ وَهِیَ غَزْوَةُ قُبْرُصَ فِیْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَقَالَ الْوَاقِدِیُّ کَانَ ذٰلِكَ فِیْ سَنَةِ ثَمَانٍ وَّعِشْرِیْنَ وَقَالَ اَبُوْ مَعْشَرٍ غَزَاهَا فِیْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِیْنَ وَکَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ مَعَهُمْ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِیِّ فِیْ جَامِعِ الْمَسَانِیْدِ اَنَّهَا غَزَتْ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَوَقَصَتْهَا بَغْلَةٌ شَهْبَآءُ فَوَقَعَتْ فَمَاتَتْ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ

عَمَّارٍ رَأَيْتُ قَبْرَهَا وَ وَقَفْتُ عَلَيْهِ بِالسَّاحِلِ بِفَاقِيْسَ ؛
قَوْلُهٗ (قَدْ اَوْجَبُوْا) قَالَ بَعْضُهُمْ اَیْ وَجَبَتْ لَهُمُ الْجَنَّةُ قُلْتُ هٰذَا الْكَلَامُ لَا يَقْتَضِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى وَاِنَّمَا مَعْنَاهُ اَوْجَبُوْا اِسْتِحْقَاقَ الْجَنَّةِ ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
جزء ۱۴ صفحہ نمبر ۱۹۸ / مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ "سب سے پہلا لشکر جو دریائی لڑائی لڑے گا۔" آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہ کا لشکر ہے مہلب کہتے ہیں۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے دریائی لڑائی لڑی۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے۔ کہ یہ لڑائی ۲۷ ہجری میں ہوئی۔ اور یہی غزوہ قبرص ہے۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقعہ ہوا۔ واقدی نے کہا کہ یہ جنگ ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ ابو معشر کے قول کے مطابق یہ سن ۳۳ ہجری میں لڑی گئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ ابن الجوزی نے جامع المسانید میں کہا۔ کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ لڑی۔ خچر نے انہیں نیچے گرا دیا۔ اور وہ گرتے ہی انتقال کر گئیں۔ ہشام ابن عمار کہتے ہیں۔ میں نے ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں

کچھ دیر کھڑا بھی رہا۔ وہ فاقیس کے ساحل پر واقع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "ان کے لیے واجب ہو گیا" بعض حضرات نے اس کی تشریح میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں۔ کہ یہ کلام اس معنی کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ معنی یہ ہے۔ کہ وہ لوگ لازمی جنت کے حق دار ہو گئے۔

تلخیص کلام:

جنگ قبرص یا قسطنطنیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام فوجی کی حیثیت سے شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس جنگ کے شرکاء کی کمان حضرت حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچے بھی تھے۔ کیونکہ قبرص پر حملہ کرنے کے لیے جب انہیں مشروط اجازت دی گئی۔ تو اس شرط کے مطابق بال بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دریائی اور سمندری لڑائی کی ابتداء کے لیے جس شخصیت کو منتخب کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس فتح سے کثیر تعداد میں مال غنیمت اور بہت سے غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ اور بہت سا جزیہ مملکت اسلامیہ کو وصول ہوا۔

حدیث مذکور میں جب جنگ قبرص میں ہر شریک کے لیے جنت کا وجوب یا استحقاق وجوب کا مژدہ سنایا گیا۔ اور وہ بھی اس زبان اقدس سے کہ جس کی زبان سے وحی بولتی ہے۔ تو اس جنگ کے فوجیوں کے سپہ سالار کے لیے کون سی کسر رہ جائے گی۔ کہ انہیں ان سب سے علیحدہ کر کے جنتی ہونے سے محروم کیا جا سکے۔ تو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے بموجب جنتی ٹھہرے۔ اور انہی کی بدولت وہ علاقہ زیر نگیں آیا۔ ایسے شخص کے ایمان اور جذبہ جہاد کے متعلق کیسے شک ہو سکتا ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل شیعہ مؤرخ لسان الملک مرزا تقی کی کتاب ناسخ التواریخ سے ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ: معاویہ بن ابی سفیان بسوئے عثمان نامہ کرد کہ ولایت روم با شام

چناں نزدیک است کہ بامداداں از دو سوئے بانگ خروسان و آواز مرغان شنودہ شود و اینکہ آب دریا از موج سہمناک باز نشستہ و از جنبش ہائل ساکن گشتہ اگر رخصت رود بجانب جزیرہ قبرص رزمجوئی کنم و آں محال را کہ از مال و مویشی آگندہ است فرو گیرم عثمان در پاسخ نوشت کہ عمر بن الخطاب ہرگز اجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا عبرہ کنند مرا نیز کراہت می آید اگر ترا ایں کار موافق افتادہ و بسلامت ایں سفر واثق می باشی زن و فرزند خود را نیز با خویشتن در کشتی حمل میدہ تا صدق عقیدت تو مرا مکشوف افتد

چوں معاویہ ایں پاسخ بشنید فتح قبرص را تصمیم عزم داد و عبد اللہ بن قیس را با گروہی

بفرمود کشتیہا در عکہ فراہم آوردند و لشکر را حیبہ بداد و با زن و فرزند بعکہ آمد دو روز در آنجا ببود روز سیم بعد از نماز جمعہ بکشتی در رفتند اما عبد اللہ بن قیس کہ از پیش در آب راندہ بود از کشتی بساحل دریا بیرون شد تا مگر از اراضی روم خبری باز داند زنی را نگریست کہ با دریوزگی روز گزار داد و را درمی چند عطا کرد آں زن برفت بمیانِ دہ مردم را آگہی برد کہ ایں مرد کہ با لشکر دریا می نورد و اینک بکنار بحر ایستادہ گروہی بشتاب تاختن کردند عبد اللہ را مجال بدست نشد کہ بکشتی بگریزد او را بگرفتند و بکشتند۔

ایں خبر را بمسلمان بردند معاویہ بداں ننگریست ہم چناں با زن و فرزند و تمامت سپاہ با دویست و بست کشتی و زورق طے طریق میکرد ناگاہ بادی مخالف جنبش کرد دریا مضطرب شد زورقہا و کشتیہا از یکدیگر دور افتاد زن معاویہؓ سخت بترسید و کلیا می ملاح را بخواند و گفت اے کلیا کشتی را لختی نگاہدار کہ مرا تاب و طاقت رفتہ است

کلیا بخندید و گفت اے زن دریا فرمان کس نبرد و جز خدائے را بدیں کار دست نباشد۔ صبر میکن کہ جز دل بر صبوری نہادن چارہ نیست۔

بالجملہ باد بایستاد و موج بنشست و مسلمانان بسلامت شدند و ایں ہنگام زورقی چند پدیدار شد۔ کہ فرمانگزار جزیرہ قبرص بقسطنطین ہدیہ میفرستاد معاویہؓ فرمود تا جملہ را بگرفتند و در آں زورقہا کنیزکان پری چہرہ و جامہائے دیبا و نفائس اشیاء فراواں یافتند و از آنجا بجزیرہ قبرص در آمدند۔۔

و بے توانی دست بنہب و غارت گشودند و بسیار از قریہ ہا آباد ویرانہا بذیر پی سپردند و غلامان و کنیزکان فراواں اسیر گرفتند و اموال و اثقال از نفائس اشیاء برہم نہادند۔ و ایں جملہ را بکنار بحر آوردہ کشتیہا را بیا کندند۔

فرمانگزار جزیرہ را چناں ہول و ہراسی فرو گرفتہ بود کہ خیال مدافعہ در خاطرش عبور نداشت تیغی نکشید و خدنگی نگشاد و کس بنزدیک معاویہؓ فرستاد و خواستار مصالحت گشت۔ بشرطیکہ ہر سال ہفت ہزار و دویست دینار زر میفرستد معاویہ مسئول او را باجابت مقرون داشت و برایں جملہ وثیقتی نوشت و مراجعت نمود چوں از دریا بیروں شد بفرمود تا غنائم را فراہم آوردند و طریف و تلید بذر برہم نہادند۔ کنیزاں و غلاماں را بحساب گرفتند۔ از دہ ہزار افزوں بشمار آمد از جملہ ہفصد تن دختراں دوشیزہ بود معاویہ خمس غنائم را بیروں کرد و با نامہ فتح و با نامہ فتح بسوئے عثمان فرستاد و دیگر را بر لشکر بخش نمود۔ (ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۱۲۹ تا ۱۴۱ وقائع سال بیست و ہشتم مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا۔ کہ رومی کی سلطنت ملک شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ صبح کے وقت دونوں طرف سے مرغ کی اذان اور دیگر پرندوں کے چہچہانے

کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور اس وقت دریا کا پانی خطرناک موجوں اور تباہ کن حرکات سے بالکل خاموش ہے۔ اگر اجازت عطا فرمائیں۔ تو قبرص جزیرہ کی طرف بڑھوں۔ اور ان مقامات کو جو کہ مال و مویشی سے پُر ہیں۔ ان پر قبضہ کروں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس امر کی ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ دریا کو عبور کیا جائے اس لیے مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو بہتر سمجھتے ہو۔ اور اس سفر میں سلامتی کا تمہیں یقین ہے۔ تو پھر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرو۔ تاکہ تمہاری نیت کے پختہ اور سچا ہونے کا مجھے علم ہو جائے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سُنا۔ تو قبرص کی فتح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عبداللہ بن قیس کو ایک گروہ کے ساتھ دریا میں کشتی کے ذریعہ ابتدائی طور پر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ دریا کو عبور کر کے عکہ نامی جگہ پر کشتیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو مناسب سامان دیا۔ بعد میں خود اپنے بیوی بچوں سمیت عکہ پہنچے۔ دو دن قیام کرنے کے بعد تیسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد کشتی میں سوار ہوئے۔ ادھر عبداللہ بن قیس جو پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ کشتی سے نکل کر پہلے ساحل پر اتر گیا تاکہ رومی علاقہ کی کوئی خبر وغیرہ دستیاب کرے۔ اس دوران ایک بھکارن دیکھی۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اور گاؤں میں جا کر یہ بات پھیلا دی۔ کہ یہ آدمی ایک لشکر لے کر دریا کے ساحل پر اُترا ہے۔ یہ سن کر اس گاؤں والے جلد حملہ آور ہوئے۔ عبداللہ کو کوئی مہلت نہ دی۔ کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر بھاگ سکے

لوگوں نے پکڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔ اپنے بال بچوں اور پوری فوج کو لے کر بیس بائیس چھوٹی بڑی کشتیوں کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے اچانک مخالف ہوا چل پڑی۔ دریا میں طغیانی آگئی۔ کشتیاں ایک دوسرے سے دُور دُور ہو گئیں۔ حضرت معاویہ کی بیوی سخت گھبرا گئی۔ کشتی کے ملاح کو بُلا کر کہا۔ کہ چند لمحوں کے لیے کشتی کو روک دو۔ کیونکہ میری طاقت جواب دے گئی ہے۔ ملاح نے ہنس کر جواب دیا۔ اے عورت! دریا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ تم صبر کرو۔ کیونکہ دل کو صبر کی تلقین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مخالف ہوا بند ہو گئی۔ اور موجیں ختم ہو گئیں۔ مسلمان امن میں ہو گئے۔ اس دوران چند کشتیاں دُور سے دکھائی دیں۔ جن میں قبرص جزیرہ کے فرمانروا نے قسطنطنین کی طرف تحفہ جات بھیجے تھے حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں خوبصورت کنیزیں، ریشمی کپڑے اور بہت سی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد جزیرہ قبرص کی طرف پلٹے۔ اور بے صبری سے اس کے مختلف دیہات کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہاں سے بہت سی لونڈیاں اور غلام قبضہ میں لیے۔ کثیر مال، ساز و سامان اور قیمتی اشیاء کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ ان تمام اشیاء کو لے کر دریا کے کنارہ اپنی کشتیوں پر واپس آگئے۔

جزیرہ قبرص کے فرمانروا کو اس قدر دہشت اور خوف نے گھیر لیا کہ دفاع کا خیال تک نہ آیا۔ تلوار تک نہ اٹھا سکا۔ تیر تک نہ چلا سکا۔ کسی

شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بخاطر صلح بھیجا۔ اور شرط یہ مانی۔ کہ ہر سال سات ہزار اور دو دینار سونے کے دوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس کی تحریر لکھ لی۔ اور واپس لوٹ آئے۔ جب دریا سے خشکی میں اترے۔ تو حکم دیا۔ کہ تمام مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ اور اس تمام سامان کو جہازوں پر لادا جائے لونڈیوں اور غلاموں کی گنتی کی گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

ان تمام میں سات سوالیسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو نوجوان اور کنواری تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ سب کچھ حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا۔ بقیہ مال غنیمت فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

اس کی تائید سنی مؤرخ ابن اثیر سے ملاحظہ فرمائیں

کامل ابن اثیر:

ذِكْرُ فَتْحِ قَبْرَصَ كَانَ فَتْحُ قَبْرَصَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ قِيْلَ فِيْ سَنَةِ تِسْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ وَقِيْلَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ۔ وَقِيْلَ اِنَّمَا غُزِيَتْ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ لِاَنَّ اَهْلَهَا غَدَرُوْا عَلٰى مَا نَذْكُرُهٗ. فَغَزَاهَا الْمُسْلِمُوْنَ وَ لَمَّا غَزَاهَا مُعَاوِيَةُ هٰذِهِ السَّنَةَ غَزَا مَعَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فِيْهِمْ اَبُوْ ذَرٍّ وَعُبَادَةُ بْنُ

الصَّامِتِ وَ مَعَهٗ زَوْجَتُهٗ اُمُّ حَرَامٍ وَ اَبُو الدَّرْدَاءِ۔

(تاریخ ابن کامل جلد ۳ ص ۹۵ ثم دخلت سنة ثمان وعشرين)

ترجمہ: قبرص کی فتح کا ذکر کیا گیا ہے جو امیر معاویہ کے ہاتھ پر فتح ہوئی یہ جنگ ۲۹ ہجری میں لڑی گئی۔ ایک اور قول کے مطابق ۳۳ ہجری کا یہ واقعہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی کہ اہل قبرص نے دھوکہ کیا۔ جس کا ہم تفصیلی ذکر کریں گے۔ تو مسلمانوں نے ان قبرصیوں کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے جب ان سے جنگ لڑی تو ان مسلمان مجاہدین میں صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تھی جس میں حضرت ابوذر عبادۃ بن صامت ان کی بیوی ام حرام اور ابو درداء رضی اللہ عنہم تھے۔

ابن اثیر نے اس کے بعد لکھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر بہت اصرار کیا۔ کہ مجھے سمندر پار لڑائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اس کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا زمانہ آیا۔ تو امیر معاویہ نے اس مرتبہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی جنگ کی اجازت مانگی۔ حضرت عثمان نے انہیں اجازت دے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک بھاری لشکر تیار کیا۔ اور اس لشکر کی معیت میں قبرص پر چڑھائی کر دی۔ ادھر قبرصیوں نے لڑنے کی بجائے صلح صفائی کو بہتر سمجھا۔ اور جزیہ دے کر امن مانگ لیا۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ ابن اثیر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ اس غزوہ میں حضرت عبادہ کی زوجہ ام حرام فوت ہو گئیں۔ کیونکہ اپنی سواری پر چڑھتے ہوئے گر گئی تھیں۔ ان کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق تھی۔ جو کہ آپ نے یوں فرمایا تھا۔ کہ "ام حرام" اس جنگ میں شریک ہوں گی۔

(۱۔ الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) جلد ۳ ص ۹۶ (ثم دخلت فی سنة ثمانی وعشرون)

(۲۔ ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد ۳ ص ۱۴۰ مطبوعہ تہران جدید)

قارئین کرام! بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ کے بارے میں پیش گوئی موجود ہے۔

اس پیشگوئی کے بدرجہ اتم واکمل مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بنتے ہیں۔ لہذا
زبانِ وحی سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اس سے بڑھ
کر آپ کی فضیلت اور کیا ہوگی۔ پھر آپ نے بہت سی جنگیں لڑیں۔ کہ جن کی وجہ سے
لاتعداد افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ جیسا کہ صاحب شواہد الحق علامہ یوسف نبہانی
نے اسی کتاب کے ص ۵۳۰-۵۳۱ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور جن الفاظ
سے عقیدت کا اظہار فرمایا۔ انہیں پڑھ کر ہر قاری کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں

لَهٗ حَسَنَاتٌ كَثِيْرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحَدُّ مِنْ اَجَلِّهَا
جِهَادُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِمَّا بِنَفْسِهٖ وَ اِمَّا بِجُيُوْشِهٖ
حَتّٰى فَتَحَتْ بِلَادٌ كَثِيْرَةٌ وَ صَارَتْ دَارَ السَّلَامِ
بَعْدَ اَنْ كَانَتْ دَارَ الْكُفْرِ وَ بِسَبَبِهٖ دَخَلَ اِلَى
الْاِسْلَامِ اُلُوْفٌ اُلُوْفٌ كَثِيْرَةٌ مِمَّنْ اَسْلَمُوْا
عَلٰى يَدِهٖ وَ يَدِ جُيُوْشِهٖ وَمِنْ ذُرَارِيْهِمْ اِلٰى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهٗ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ اَجْمَعِيْنَ

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بکثرت خوبیوں کے مالک تھے۔
جن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ ان میں سے ایک عظیم اور جلیل القدر خوبی
اور فضیلت یہ ہے۔ کہ آپ نے جہاد کیے۔ کچھ تو بذاتِ خود اور بعض
اپنے لشکر سمیت جہاد کیے۔ جس کے نتیجے میں بہت سے علاقہ جات
آپ نے فتح کیے۔ اور وہ اسلامی مرکز بنے۔ جبکہ اس سے قبل وہ کفر
کے گڑھ تھے۔ اور آپ کے وسیلہ سے لاکھوں افراد حلقہ بگوش
اسلام ہوئے۔ اور آپ کے دست اقدس پر اسلام لائے۔ اور
آپ کے لشکریوں کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ پھر ان مسلمانوں کی

اولاد تا قیامت مسلمان رہے گی۔ لہذا ان تمام کی انفرادی نیکیوں کے برابر
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجموعی نیکیاں ملیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک
مشہور غیر مقلد وحید الزمان نے لکھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
بارے میں ان کی فضیلت و تعریف کے سلسلہ میں کوئی ایک صحیح حدیث نہیں
آئی۔ ہم اگرچہ اس موضوع پر بہت سی روایات اور احادیث ذکر کر چکے ہیں۔
لیکن چند ایک کا ذکر کرنا یہاں ہم نے ضروری سمجھا۔ تاکہ حجت تمام ہو جائے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: امیر معاویہؓ کی شان میں

تاریخ اسلام: ایک روایت میں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے۔ اور امیر معاویہؓ کو اپنے پیچھے
بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا۔ اے امیر معاویہؓ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ
میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا پیٹ اور
سینہ آپ کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے جواب میں دعا دی اللّٰھم
املأہ علمًا۔ یعنی اے اللہ اس کو علم سے بھر دے۔ (تاریخ اسلام مصنفہ
حافظ ذہبی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۱۹۔ اس کے علاوہ جب امیر معاویہؓ
کے والد گرامی حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ مشرف با اسلام ہوئے۔ تو جناب
ابو سفیان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اسلام
لانے سے قبل مسلمانوں کو لڑائی میں بہت زیادہ دکھ پہنچائے۔ بہت سے مسلمانوں
کو شہید کیا۔ اب آپ مجھے اجازت عطاء فرمائیں۔ کہ میں کافروں سے لڑوں۔ اور ان
کو تہ تیغ کروں۔ اس کے جواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں
ضرور جہاد کرو۔ چنانچہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے صاحبزادے
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بہت

سے غزوات میں شرکت کی۔ اور آخر دم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے
جبکہ دوسرے صحابہ کرام شکست کی وجہ سے آپ سے قدرے دور ہو گئے۔ اور یہی
آپ کا خصوصی مرتبہ اور مقام ہے انہوں نے سخت ترین مقام میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ان کے والد کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ نیز آپ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق اور ان کا مقام صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اب چند روایات
ایسی ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

فرمانِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: (امیر معاویہ رضؓ کی شان میں)

الاستیعاب: وَ ذُمَّ مُعَاوِيَةُ عِنْدَ عُمَرَ يَوْمًا فَقَالَ

دَعُونَا مِنْ ذَمِّ فَتَى قُرَيْشٍ مَنْ يَضْحَكُ فِي الْغَضَبِ
وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا عَلَى الرِّضَا وَلَا يُؤْخَذُ مَا
فَوْقَ رَأْسِهِ إِلَّا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ۔

(الاستیعاب جلد سوم ص ۳۹۷ برحاشیہ اصابہ
فی تمیز الصحابہ حرم علم۔ قسم اول)

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حضور حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی گئی۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ہمیں
اس قریشی نوجوان کی مذمت سے معذور سمجھو۔ اور تم خود بھی ایسے کی
مذمت مت کرو۔ جو غضب کی حالت میں بھی مسکراتا رہتا ہے۔ اور
جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ اس کی رضامندی کے بغیر حاصل نہیں کیا
جا سکتا۔ (یعنی کوئی طاقت ور اس پر غالب نہیں آسکتا) اور اس کے سر پر
رکھی چیز اس کے قدموں پر سر رکھے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی۔ (یعنی وہ

بہت بڑا قوی اور شجاع ہے)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمر بن خطاب رضؓ فرمایا کرتے تھے
لوگو! تم قیصر وکسریٰ کی اور ان کی سیاست وحکومت کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔
حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تم میں موجود ہیں۔ نیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
نے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد ملک شام کا انہیں گورنر
مقرر کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات اور اس تعلق سے ظاہر ہوتا ہے۔
کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ کس قدر تھا۔ تاریخ شاہد ہے
کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں جس کو بھی گورنری وغیرہ کوئی اہم منصب دیا
اس میں آپ بہت محتاط تھے۔ اور تقرری کے بعد لگاتار ان کی نگرانی فرماتے۔ اگر کسی
میں مطلوبہ قابلیت نہ پاتے۔ تو اسے فوراً معزول کر دیتے۔ ہم جب حضرت عمر رضؓ
کی اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے ہیں۔ اور اُدھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور تادم آخر اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے
ہیں۔ اور اُدھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا
اور تادم آخر اس منصب پر انہیں مقرر کیے رکھنا۔ اس سے صاف واضح کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کو ان کی شخصیت پر مکمل اعتماد رہا۔ یہی اعتماد دورِ عثمانی میں بھی نظر آتا
ہے۔ حضرت عثمان اہم امور میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے رائے طلب فرمایا
کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شام کے ساتھ ساتھ اردن فلسطین
اور حمص وغیرہ کو بھی آپ کی گورنری کے ماتحت کر دیا تھا۔

فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں)

البدایۃ والنہایہ:

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّكُمْ

لَوْ فَقَدْ تُمُوْهُ ۔ دَ اُئِيْتُمْ لَرُؤُسَ تَنْدُرُ عَنْ كَوَاهِلِهَا كَاَنَّمَا الْحَنْظَلُ ۔ (البداية والنهاية جلد ۸ ص ۱۳۱ هذه ترجمه معاوية)

ترجمہ: (حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس پلٹے تھے۔ تو فرمایا) لوگو! تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و گورنری کو برا مت جانو۔ دیکھو اگر تم نے انہیں کھو دیا۔ تو تم اپنے سروں کو اپنے شانوں سے کٹ کٹ کر اس طرح گرتے دیکھو گے جس طرح حنظل تماں کا پھل (پک کر اپنی بیل سے) گرتا ہے۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضؓ بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہایت محترم سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک ان کی قدر و منزلت بہت تھی۔ مثلاً ایک دفعہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کسی مسئلہ میں شکایت کی۔ تو آپ نے فوراً فرمایا

فرمان ابن عباس رضؓ:

اِنَّهٗ فَقِيْهٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (الاصابة في تمييز الصحابه جلد سوم ص ۴۳۳ حرف میم قسم اول)

ترجمہ: وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔

یعنی اے معترض اور شکایت کرنے والے! انہوں نے مسئلہ مذکورہ میں جو کچھ فرمایا ہو گا۔ وہ اپنی فراست و فقاہت سے فرمایا ہو گا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں بدگمانی اور شک و شکایت درست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ کا شرف

صحبت کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ وہ عظمت ہے۔ کہ کوئی دوسری عظمت اس کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ ذکر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک آزاد کردہ غلام نے جس کا نام کریب تھا۔ آپ سے شکایت کی۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر کی بجائے صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔ انہوں نے یہ کیا کیا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر فرمایا۔

اَصَابَ اَيْ بُنَيَّ لَيْسَ اَحَدٌ مِنَّا اَعْلَمُ مِنْ مُعَاوِيَةَ ۔

(بیہقی جلد سوم ص ۲۶ باب الوتر)

ترجمہ: بیٹے! انہوں نے جو کیا وہ درست کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی بھی نہیں ہے۔

قرآن و حدیث اور اسلامی احکام میں اللہ تعالیٰ نے جو بصیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی آپ سن چکے جن کے بارے میں ابن عباس ایسا نظریہ رکھتے ہوں۔ وہ کس مرتبہ و مقام کا آدمی ہو گا۔ شرعی احکام میں تفقہ کے ساتھ ساتھ امور مملکت اور سیاست میں جو سمجھ بوجھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی اس کے ان الفاظ سے قائل ہیں۔

مَا رَاَيْتُ اَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ ۔ (البداية والنهاية جلد ۸ ص ۱۳۵ ترجمہ معاویہ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر امور مملکت کو زیادہ جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔

البدایۃ والنہایۃ کے مذکورہ مقام میں حافظ ابن کثیر نے دیگر صحابہ کرام کے تعریفی و توصیفی کلمات ذکر کیے ہیں۔

۱۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمر بن خطاب نے حمص کی گورنری سے معزول کر دیا۔ تو کچھ لوگوں نے ان کی جگہ امیر معاویہ رضؓ کی تقرری پر ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ اس پر معزول ہونے والے گورنر نے ان لوگوں سے کہا۔

فرمان عمیر ابن سعد رضؓ:

لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اهْدِ بِهِ۔

ترجمہ: معاویہ رضؓ کا تذکرہ صرف خوبصورت اور تعریفی الفاظ سے ہی کرو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں یہ سن رکھا ہے۔ اے اللہ! اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی اور کو میں نے حکومت کے لائق نہ پایا۔

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کہا کرتے تھے۔

فرمان سعد ابن ابی وقاص رضؓ

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ أَقْضٰى بِحَقٍّ مِنْ صَاحِبِ هٰذَا الْبَابِ يَعْنِي مُعَاوِيَةَ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۳ ترجمہ امیر معاویۃ)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے کسی اور کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔

۴۔ حضرت قبیصہ بن جابر فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْظَمَ حِلْمًا، وَلَا أَكْثَرَ سُؤْدُدًا وَلَا أَبْعَدَ أَنَاةً وَلَا أَلْيَنَ مَخْرَجًا وَلَا أَرْحَبَ بَاعًا بِالْمَعْرُوفِ عَنْ مُعَاوِيَةَ۔

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاحب علم عظیم سیاست دان و سیاست کار، اعلیٰ وقار کا حامل، نہایت نرم دل اور نیک کاموں میں انتہائی فراخ دل کسی کو نہ دیکھا۔

نوٹ:

یہ سب روایات البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ پر درج ہیں۔

ان چند روایات سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے ہم عصر حضرات صحابہ کرام میں کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اور جلیل القدر صحابہ کرام کی ان کے بارے میں کیا رائے تھی؟ اب ہم چند روایات ایسی پیش کرتے ہیں۔ جن میں حضرات تابعین کرام کے نزدیک ان کی اہمیت و حیثیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تابعین کی نظر میں:

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ایسے مرنجاں مرنج خلیفہ تھے۔ کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں کوڑوں کی سزا کسی کو نہ دی۔ مگر ایک ایسا شخص اس سزا سے نہ بچ سکا۔ جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ غلط سلط باتیں کیں۔ بلکہ الزام تراشی کی۔ آپ نے اس کے بارے میں

کوڑے لگائے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

(الاستیعاب جلد سوم ص ۴۰۳ برحاشیہ الاصابۃ حرف میم قسم اول)

۲۔ مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ———— کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا: "میں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جس نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نمازیں ادا فرمائیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا۔ تو اس نے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا ہو"

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

۳۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دونوں میں افضل و بہتر کون ہے؟ سائل کا یہ سوال سن کر آپ کو غصہ آگیا۔ اور فرمانے لگے۔ تم دونوں میں افضل کے بارے میں پوچھتے ہو؟ بخدا! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناک میں جانے والی وہ مٹی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے چلی گئی تھی۔ وہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(البدایۃ والبدایۃ جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ سائل نے چونکہ ایک طرف ایک صحابی اور دوسری طرف ایک جلیل القدر تابعی کو رکھا۔ صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں موجود تھیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی

عظمت اور جلالتِ شان امت میں مسلم تھی۔ لیکن اس کے باوجود مقام صحابیت کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو سائل پر غصہ آگیا۔ جس سے صاف عیاں کہ ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔

۴۔ ایسا ہی سوال ایک دفعہ معافی بن عمران رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا تھا۔ انہوں نے بھی اس پر غصہ کھایا۔ اور فرمانے لگے۔

ایک تابعی خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو۔ وہ کیونکر ایک صحابی کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ان کی ہمشیرہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی وحی کی کتابت فرمائی۔ اور اس طرح اس کی حفاظت کی۔ لہٰذا ان کے مقام و مرتبہ کو کوئی تابعی کیسے پا سکتا ہے؟ اور پھر۔ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پڑھ سنائی۔ "وہ جس نے میرے صحابہ اور قرابت والوں کو برا بھلا کہا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۹ تذکرہ لترجمہ معاویہ)

۵۔ جناب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ زیادہ صاحب حلم کون ہے آپ یا حضرت معاویہؓ؟ آپ چونکہ لوگوں میں انتہائی بردبار مشہور تھے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ خدا کی قسم! تم سے بڑا جاہل کوئی نہ دیکھا۔ میں بردباری کرتا ہوں جبکہ میں اپنے خلاف کی قدرت نہیں رکھتا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بردباری اس عالم میں ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کے خلاف کی قدرت رکھتے ہوئے ایسے کرتے ہیں۔ اس لیے میں، ان کی بردباری کو کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ اور میں ان کی اس وصف میں برابری کیسے کر سکتا ہوں؟

(تاریخ طبری جلد ۶ ص ۱۸۷)

قارئین کرام! ان تمام احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم
وحید الزمان غیر مقلد وغیرہ کی تحریرات کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں یہی نتیجہ ملتا ہے۔ کہ عقل کے
ان اندھوں کی آنکھیں بھی ماری گئیں۔ عداوت و بغض معاویہ کی وجہ سے نہ انہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا ارشاد نظر آتا ہے۔ نہ حضرات صحابہ کرام کا اور نہ ہی
تابعین حضرات کا کہ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن
بیان ہوئے ہیں۔ اور اگر کہیں بھولے سے نظر پڑ جاتی ہے۔ یا کوئی دکھا دیتا
ہے۔ تو پھر اس کی لایعنی تاویلات اور دور از کار تشریحات کے پیچھے پڑ جاتے
ہیں۔ یوں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا ارتکاب کر کے اللہ
اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچائی۔ اور آخرت برباد کر لی۔
اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

اس کے بعد وحید الزمان نے جو یہ لکھا۔ کہ ان کا باپ ابوسفیان ساری زندگی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتا رہا۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ
یہ دونوں باپ بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔

کاش کہ وحید الزمان اہل حدیث حسد و بغض کی عینک اتار کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کی سیرت پر نظر انصاف ڈالتا تو ان گستاخانِ صحابہ رضی اللہ عنہم شیعہ رافضیوں سے گیا گزرا
نہ ہوتا۔ کیونکہ شیعہ مؤرخین نے جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسنِ سیرت
کو حق پایا تو پھر قلم کو روک نہ سکے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چوبیس
گھنٹوں کے معمولات من و عن نقل کیے۔ جیسے کہ حقیقت میں تھے۔ اب دو عدد
شیعہ مؤرخین کی عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کے نیک اعمال کی تصدیق ایک شیعہ مؤرخ کے قلم سے

مروج الذہب: مِنْ اَخْلَاقِ مُعَاوِيَةَ وَعَادَاتِهٖ. كَانَ اَخْلَاقُ مُعَاوِيَةَ

اَنَّهٗ كَانَ يَأْذَنُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ كَانَ اِذَا صَلَّى
الْفَجْرَ جَلَسَ لِلْقَاصِّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ قَصَصِهٖ ثُمَّ يَدْخُلُ
بُيُوْتَهٗ بِمُصْحَفِهٖ فَيَقْرَأُ اَجْزَآءً ثُمَّ يَدْخُلُ اِلٰى مَنْزِلِهٖ
فَيَأْمُرُ وَيَنْهٰى ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الْمَجْلِسِ
فَيَأْذَنُ الْخَاصَّةَ فَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُوْنَهٗ وَ
يَدْخُلُ عَلَيْهِ وُزَرَآءُهٗ فَيُكَلِّمُوْنَهٗ فِيْمَا يُرِيْدُوْنَ مِنْ
يَوْمِهِمْ اِلَى الْعَشِيِّ ثُمَّ يُؤْتٰى بِالْغَدَآءِ الْاَصْغَرِ وَهُوَ
فَضْلَةُ عَشَائِهٖ مِنْ جَدْيٍ بَارِدٍ اَوْ فَرْخٍ اَوْ مَا يُشْبِهُهٗ
ثُمَّ يَتَحَدَّثُ طَوِيْلًا ثُمَّ يَدْخُلُ مَنْزِلَهٗ لِمَا اَرَادَ ثُمَّ
يَخْرُجُ فَيَقُوْلُ يَا غُلَامُ اَخْرِجِ الْكُرْسِيَّ فَيَخْرُجُ اِلَى الْمَسْجِدِ
فَيُوْضَعُ فَيُسْنِدُ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَقْصُوْرَةِ وَيَجْلِسُ عَلَى
الْكُرْسِيِّ وَيَقُوْمُ الْاَحْرَاسُ فَيَتَقَدَّمُ اِلَيْهِ الضَّعِيْفُ وَ
الْاَعْرَابِيُّ وَالصَّبِيُّ وَالْمَرْاَةُ وَمَنْ لَا اَحَدَ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَعِزُّوْهُ
وَيَقُوْلُ عُدِيَ عَلَيَّ فَيَقُوْلُ ابْعَثُوْا مَعَهٗ وَيَقُوْلُ صُنِعَ بِيْ فَيَقُوْلُ
اُنْظُرُوْا فِيْ اَمْرِهٖ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اَحَدٌ دَخَلَ فَجَلَسَ عَلَى
السَّرِيْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ ائْذَنُوْا لِلنَّاسِ عَلٰى قَدْرِ مَنَازِلِهِمْ
وَلَا يَشْغَلُنِيْ اَحَدٌ عَنْ رَدِّ السَّلَامِ فَيُقَالُ كَيْفَ اَصْبَحَ
اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَطَالَ اللّٰهُ بَقَآءَهٗ فَيَقُوْلُ بِنِعْمَةٍ مِّنَ
اللّٰهِ فَاِذَا اسْتَوَوْا جُلُوْسًا قَالَ يَا هٰٓؤُلَآءِ اِنَّمَا سُمِّيْتُمْ
اَشْرَافًا لِاَنَّكُمْ شَرُفْتُمْ مِّنْ دُوْنِكُمْ بِهٰذَا الْمَجْلِسِ اِرْفَعُوْا اِلَيْنَا
حَوَآئِجَ مَنْ لَا يَصِلُ اِلَيْنَا فَيَقُوْمُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ اسْتُشْهِدَ

فلان فيقول افرضوا لولده ويقول آخر غاب فلان عن اهله
فيقول تعاهدوهم اعطوهم اقضوا حوائجهم اخدموهم
ثم يؤتى بالغداء ويحضر الكاتب فيقوم عند رأسه و
يقدم الرجل فيقول له اجلس على المائدة فيجلس
يمد يده فيأكل لقمتين او ثلاثا والكاتب يقرأ كتابه
فيأمر فيه بأمره فيقال يا عبد الله اعقب فيقوم ويتقدم
آخر حتى يأتي على اصحاب الحوائج كلهم وربما قدم
عليه من اصحاب الحوائج اربعون او نحوهم على قدر
الغداء ويقال للناس اجيزوا فينصرفون فيدخل منزله
فلا يطمع فيه طامع حتى ينادى بالظهر فيخرج فيصلي
ثم يدخل فيصلي اربع ركعات ثم يجلس فيأذن الخاصة
الخاصة فاذا كان الوقت وقت شتاء اتاهم بزاد الحاج
من الاخبصة اليابسة والخشكنانج والاقراص
المعجونة باللبن والسكر ودقيق السميد والكعك
المسمن والفواكه اليابسة والدنجوج وان كان وقت
صيف اتاهم بالفواكه الرطبة ويدخل اليه وزراؤه
فيؤامرونه فيما احتاجوا اليه بقية يومهم ويجلس
الى العصر ثم يخرج فيصلي العصر ثم يدخل الى منزله
فلا يطمع فيه طامع حتى اذا كان في آخر اوقات العصر
خرج فجلس على سريره ويؤذن للناس على منازلهم
فيؤتى بالعشاء فيفرغ منه مقدار ما ينادى بالمغرب

فيخرج فيصليها ثم يصلي بعدها اربع ركعات يقرأ
في كل ركعة خمسين آية يجهر تارة ويخافت اخرى ثم
يدخل منزله فلا يطمع فيه طامع حتى ينادى بالعشاء
الآخرة فيخرج فيصلي ثم يؤذن للخاصة وخاصة
الخاصة والوزراء والحاشية فيؤامره الوزراء
فيما ارادوا صدرا من ليلتهم ويستمر الى ثلث
الليل في اخبار العرب وايامها والعجم وملوكها
وسياستها لرعيتها وسير ملوك الامم وحروبها
ومكائدها وغير ذلك من اخبار الامم السابقة
ثم تأتيه الطرف الغريبة من عند نسائه من الحلوى
وغيرها من المآكل اللطيفة ثم يدخل فينام ثلث
الليل ثم يقوم فيقعد فيحضر الدفاتر فيها سير
الملوك واخبارها والحروب والمكائد فيقرأ
ذلك عليه غلمان له مرتبون وقد وكلوا
بحفظها وقراءتها فتمر بسمعه كل ليلة
جمل من الاخبار والسير والآثار و
انواع السياسات ثم يخرج فيصلي
الصبح ثم يعود فيفعل ما وصفنا في
كل يوم ۔

مروج الذهب ص۴۹ جلد ۳ من اخلاق معاويه وعادته۔

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک ایسا تھا۔ کہ آپ چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اذن ملاقات دیتے۔ نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد قصہ گو سے قصہ جات سنتے جب وہ مکمل کر لیتا۔ تو گھر سے منگوا کر قرآن پاک کے کچھ حصہ کی تلاوت فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور امر و نہی کرتے۔ پھر چار رکعت (اشراق، چاشت) نفل ادا کر کے مجلس خانہ میں تشریف لاتے۔ آپ کے خاص خاص آدمی آکر کچھ سنتے سناتے۔ آپ کے وزراء بھی اس دن کے شام تک کے پروگرام پر گفتگو کرتے۔ اس کے بعد رات کے کھانے سے کچھ بچی ہوئی اشیاء ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے لیے لائی جاتیں۔ جس میں بکری یا کسی پرندے یا کسی ایسے حلال جانور کا گوشت ہوتا جس کی طبیعت سرد ہوتی۔ پھر تادیر گفتگو جاری رہتی پھر جب دل چاہا۔ گھر تشریف لے جاتے۔ پھر واپس آکر غلام کو کرسی لانے کا کہتے۔ مسجد میں گھر کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے اس پاس محافظوں کی نگرانی میں آپ کے پاس ضعیف، دیہاتی بچے، عورتیں اور بے سہارا لوگ حاضر ہوتے کوئی کہتا مجھ پر ظلم ہوا۔ آپ فرماتے اس کی مدد کرو۔ کوئی اپنے اوپر زیادتی کی شکایت کرتا تو اس کے ساتھ آدمی بھیجنے کا حکم دیتے۔ دھوکہ دہی ہوتی۔ تو اس پر غور کرنے کا فرماتے۔ جب سائل کوئی نہ رہتا۔ تو آپ اپنی نشست گاہ پر بیٹھ جاتے۔ لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق بلایا جاتا۔ آپ فرماتے تم میں سے کوئی بھی مجھے کسی سلام دینے والے کا جواب دینے میں رکاوٹ نہ بنے۔ لوگ دریافت کرتے۔ امیر المومنین نے صبح

کیسی کی؟ اللہ ان کی عمر دراز فرمائے۔ جواباً فرماتے۔ اللہ کی نعمتوں میں صبح کی۔ جب سب مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو فرماتے۔ تم اس مجلس میں آنے کی وجہ سے بوجہ ممتاز ہونے کے ذی شرف ہو۔ جو ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ ان کی حاجات کا پہنچانا تمہارا کام ہے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا۔ فلاں شہید ہو گیا۔ آپ اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر فرما دیتے۔ دوسرا کہتا۔ فلاں آدمی گھر سے غائب ہو گیا۔ آپ اس کے گھر والوں کی امداد و حفاظت کا کہتے۔ حاجات کی برآری اور خدمت کا حکم دیتے۔ پھر کھانا لایا جاتا۔ کاتب آپ کے سر کی طرف کھڑا ہوتا۔ ایک آدمی کو لایا جاتا۔ اسے فرماتے۔ کھانا بھی کھاؤ اور اپنی حاجت بھی بیان کرو۔ دو تین لقمے کھانے تک کاتب اس کے بارے میں آپ کا حکم لکھ لیتا۔ پھر اسے پیچھے کر کے دوسرے کو بلایا جاتا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ آتے رہتے اپنی حاجات بیان کرتے بعض دفعہ ان اکا دکا آنے والوں کی تعداد چالیس تک ہو جاتی۔ کھانا اٹھا لیا جاتا۔ لوگوں سے اجازت لے کر آپ اپنے گھر واپس آجاتے۔ حتیٰ کہ کوئی سائل باقی نہ رہتا۔ ظہر کی اذان ہوتی آپ گھر سے نکل کر نماز ادا فرما کر باقی چار رکعت گھر پہ ادا فرماتے۔ پھر "دو مجلس قضاء" برپا ہوتی۔ خاص الخاص لوگوں کو طلب کر لیا جاتا موسم سرما میں حاج کے کھانے یعنی خشک مٹھائیاں، خشکنانج، دودھ شکر میں بھگوئی ہوئی روٹی، میدے اور گھی سے بنے کیک اور دیگر خشک پھل لائے جاتے۔ موسم گرما میں تر میوے اور پھل لائے جاتے اس دوران وزراء آتے۔ اور باقی ماندہ دن کے بارے میں احکامات وصول کرتے۔ عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر پڑھ کر آپ گھر

تشریف لے جاتے۔ اس وقت تک کوئی حاجت مند باقی نہ رہتا۔ عصر کے آخری وقت پھر گھر سے نکلتے نشست گاہ پر جلوہ فروز ہوتے۔ حسب حیثیت لوگوں کو بُلایا جاتا۔ شام کا کھانا حاضر کیا جاتا۔ اذانِ مغرب تک مجلس قائم رہتی۔ لیکن اس نشست میں حاجت مندوں کو نہ بُلایا جاتا۔ کھانے کے بعد اذان مغرب ہوتی۔ اور نماز کے بعد چار رکعت نفل (اوابین) ادا کرتے۔ ان چار رکعتوں میں سے ہر ایک کے اندر تقریباً پچاس آیات تلاوت فرماتے۔ قرأت کبھی بلند اور کبھی آہستہ فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اب کوئی انتظار کرنے والا باقی نہ رہتا۔ اذانِ عشاء ہوتی۔ نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد خاص اور خاص الخاص لوگوں۔ وزراء اور درباریوں کو بلایا جاتا۔ یہ لوگ رات کی تہائی حصہ تک آپ سے احکامات لیتے۔ رات کے تیسرے پہر عرب و عجم کے بادشاہوں، ان کی ملکی سیاست، پہلے بادشاہوں کے احوال، ان کی جنگیں، ان کا رعایا سے سلوک اور دیگر داستانیں سنی جاتیں۔ پھر گھر کے مغربی طرف زنان خانے سے ہلکی اور میٹھی غذا لائی جاتی۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے۔ ایک تہائی رات آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ دفاتر لائے جاتے۔ جن میں بادشاہوں کے حالات، سیرت، جنگی تدابیر کو چند کارندے پڑھ کر سناتے۔ یہی لوگ ان دفاتر کی حفاظت اور پڑھائی کے ذمہ دار تھے۔ یونہی ہر روز بادشاہوں کی سیرت، حالات زمانہ، ان کی جنگی تدابیر اور داخلی پالیسیوں کا کچھ حصہ آپ کو سنایا جاتا۔ پھر اٹھ کر نماز فجر ادا فرماتے۔ اسی طرح آپ کی روزمرہ زندگی کا معمول تھا۔

خلاصہ کلام:۔

جس شخص کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے اپنی ذات کے لیے اور بیس گھنٹے مخلوق خدا کی دادرسی، نماز و تلاوت قرآن میں صرف ہوتے ہوں۔ امور مملکت سرانجام دینے میں بسر ہوتے ہوں۔ لازم ہے کہ وہ شخص حقیقت میں خوف خدا سے سرشار اور علمِ قرآن سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ”اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ“ حقیقت میں علماء کو ہی خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اوصاف سے کیوں کر متصف نہ ہوں۔ جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ ”اللھم علمہ الکتاب“، گویا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت ہمیں امیر معاویہ کے دور خلافت کے شب و روز بسر کرنے میں نظر آتی ہے۔ اور ان کا قرآن و سنت کے مطابق عدل و انصاف اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ جب ایک مرتبہ کسی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شکایت کے رنگ میں امیر معاویہ کے بارے میں کہا۔ کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ تو عبداللہ ابن عباس نے فرمایا۔ ”دع فانہ فقیہ“، چھوڑو وہ قرآن و حدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ تو جس شخصیت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو امت کا بہت بڑا مجتہد ”فقیہ“ کہے۔ اس کی فقاہت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ گویا ان کی فقاہت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھی۔

ہم شیعہ حضرات سے انصاف کے نام پر اپیل کرتے ہیں۔ کہ جس مرد کامل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”علم کتاب“، کی دعا مانگی۔ دنیا و آخرت کی دو معافی طلب کی ”کاتب وحی“، ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جلیل القدر صحابی نے ”فقیہ“

کا لقب عطا فرمایا۔ پھر شیعہ مؤرخ نے اس کے چوبیس گھنٹے گزرنے کی جو تصویر کھینچی۔ ایسی شخصیت کے بارے میں لعن طعن کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ان عبارات کو غور سے اور بار بار پڑھو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شائد دل کے حجاب اٹھ جائیں۔ اور قبر و حشر کا معاملہ درست ہو جائے۔ اور اللہ اس کے رسول اور تمام مومنین کی لعنت سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ناسخ التواریخ:

نخستین بامدادان کہ نماز صبح می گذاشت گوش فرا میداشت و اخبار و احادیث ممالک را اصغا می نمود آنگاہ لختی از کتاب خدای قرائت می کرد و زمانی بامر و نہی مملکت می پرداخت پس چہار رکعت نماز مستحب می گذاشت و در مجلس خاص می نشست و خاصان حضرت را حاضر میساخت و با ایشان گوناگون سخن می کرد و ہم درایں وقت پیش کاراں درگاہ و وزرای کار آگاہ حاضر می شدند و از حل و عقد مملکت آنچہ دراں روز باید فیصل داد بعرض میرسانیدند و خط جواز گرفتہ مراجعت می کردند آں ہنگام۔ بجای لقمۃ الصباح از فضول اغذیہ شبانہ طبیخ بزغالہ و مرغ کباب کردہ و امثال آں حاضر می ساختند و باکل آں اشیا میپرداخت و فراواں از ثغور ممالک و احادیث بلاد قصہ می کرد۔

و از پس آں بسرای خویش در میرفت و بکارہائی درونی میپرداخت آنگاہ غلام خویش را بانگ می زد و فرماں می داد کہ کرسی مرا بجانب مسجد حمل میدہ پس کرسی اورا بجانب مسجد می بردند و در مقصورہ مسجد جای می دادند و معٰویہ اندر مسجد بر فراز کرسی می نشست و حارساں و عواناں در برابر او صف زدہ برپای ایستادہ می شدند و او در اں مجلس حاجبی و دربانی نبود مردم

مسکین و ضعیف و اعرابی و زناں و طفلاں و غریباں و بیکساں حاضر می شدند ہر کرا حاجتی بود و بیچارہ جزی بعرض میرسانید آں کس کہ می گفت مظلومم فرماں می کرد کہ فحص کنید و کس باتفاق او رواں کنید تا ظالم را حاضر کنند بدینگونہ یک یک را پرسش می کرد و حاجت روا می ساخت۔

آنگاہ داخل می شد بدار الامارہ و بر سریر خویش می نشست و مردم را بیگفت یک یک مرا سلام دہید و بجواب سلام مہمل و مشغول مگذارید پس آنگاہ کہ ہمگاں حاضر می شدند یکتن سخن می کرد و می گفت کیف اصبح امیر المؤمنین و معٰویہ در پاسخ می گفت بنعمۃ من اللہ آنگاہ ہر کس باندازۂ منزلت و مکانت بجای خویش می نشست پس معاویہ روی بایشاں می آورد و می گفت شما در شمار اشراف ید زیرا کہ شمارا بدخول ایں مجلس تشریف کردہ اند از بہر آنکہ حاجت آناں را کہ بدیں مجلس راہ ندارند بعرض رسانید پس مردی بر می خاست و در اسعاف امر حاجت مندی سخن می کرد و از معٰویہ پاسخ می گرفت بدیں گونہ مطالب و مآرب مردم را اصغا می نمود تا سخن بپای میرفت۔

آنگاہ فرمان می کرد تا خورش و خوردنی حاضر می ساختند و مائدہ می نہادند و کتاب را می فرمود تا بر سر او ایستادہ می شدند و جماعتی را کہ اسعاف حاجت بصدور مناشیر مربوط بود و در می آوردند مردی را فرمان می کرد کہ بر سر مائدہ بنشین و باکل طعام مشغول باش آں مرد می نشست باکل طعام می پرداخت و کاتب منشور او را قرائت می کرد و مطالب او را معروض میداشت و پاسخ می گرفت چون امر او بانجام میرسید او را اخطاب می کردند کہ واپس نشین و دیگری بجای او می نشست و کاتب بکار او می پرداخت بدینگونہ چندانکہ مائدہ در مجلس بود و معٰویہ کار اکل و شرب می کرد چہل کس را بیش

وکم حاجت روا می ساخت۔

آنگاہ مردم را رخصت انصراف میداد وخود بسرای خویش در می رفت و هیچکس را قدرت اظہار حاجت نبود چوں بانگ ظہر برمی خاست حاضر مسجد می شد ونماز می گذاشت و بی توانی باز سرای می شد وچہار رکعت نماز مستحب می گذاشت ومی نشست وخاصاں خویش را طلب می کرد اگر زمستان بود باشیاء گرم وخشک مانند بابونج وفواکہ خشک ونان شیر وشکر واخبصہ (۱) یا بسہ وامثال آں ایشاں را دعوت می کرد واگر تابستان بود فواکہ رطبہ ومیوہ ہائی باردہ حاضر می ساخت ودیگر بادو را حاضر می شدند وامور ی کہ درآں روز واجب بود بعرض میرسانیدند وفیصل میدادند۔

ایں وقت ہنگام نماز عصر فرا می رسید پس برمی خاست ونماز عصر میگذاشت وبسرای خویش در می رفت وہیچکس را قدرت سخن نبود تا نزدیک بنماز مغرب پس بیرون می شد وبر سریر خویش می نشست وہر کس را باندازہ مقدار او اذن جلوس میداد وغذای عشا طلب می کرد ومشغول باکل وشرب بود تا گاہ نماز مغرب فرا می رسید ومردمان حاضر بودند وہیچکس را نیروی اظہار حاجتی ومطلبی نبود پس نماز مغرب می گذاشت وازپس آں ادای چہار رکعت نماز مستحب می نمود ودر ہر رکعتی پنجاہ آیت بجہر یا باخفات قراءت می کرد ودیگر بارہ بسرای در می رفت وہنگام نماز عشا بیروں می شد ونماز می گذاشت۔

وایں وقت ویژہ گان درگاہ ونزدیکاں حضرت ووزرای بزرگ را طلب می فرمود واحکام آں شب را تا بروز ابلاغ میداد آنگاہ بتذکرہ تواریخ میپرداخت ویک ثلث شب را اصغای اخبار عرب وایام ایشاں وقصہای عجم وملوک

ایشاں ومکائد ایشاں را ورجنگہا وسیاسات ایشاں را در نظم می نمود پس از سرای درونی نسواں او طبقہای حلوا وخوردنیہای لطیف بیروں میفرستادند تا خورد می۔ خورد وباہل مجلس می خورانید آنگاہ بوثاق خواب در می رفت ویک ثلث شب می خفت پس برمیخاست وچند تن از غلامان خود را فرمان کردہ بود کہ از اخبار پیشینیاں وملوک پیشین زمان وتدبیر ایشاں درکار ملک ومملکت از بر کردہ بودند پس ایشاں را طلب می کرد تا آں حکایت را از بر قراءت می کردند تا گاہی کہ سفیدۂ صبح بر میدمید پس برمی خاست ونماز بامداد ان می گذاشت وعادات روز گذشتہ را اعادت می کرد۔

(ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۰۱ تا ۲۰۴ زندگانی امام حسن رضی اللہ عنہ ذکر رکفت معاویہ بن ابی سفیان مصنفہ لسان الملک مرزا محمد تقی مطبوعہ ایران)

ترجمہ: نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد سب سے پہلا جو کام کرتے وہ یہ کہ مختلف ممالک کے حالات وواقعات سُنتے۔ پھر کچھ وقت قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ اور پھر کچھ وقت امورِ حکومت میں بسر فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت مستحب (نماز چاشت) ادا فرماتے۔ اور خاص مجلس میں تشریف لاتے۔ اور خاص خاص لوگوں کو بُلواتے۔ ان سے طرح طرح کی گفتگو فرماتے۔ اسی وقت میں حکومت کے وزراء اور اہل کار بھی حاضر ہوتے کہ جن کے سپرد امورِ مملکت ہوتے۔ اور جو کچھ اس دن کرنا ہوتا اس کے احکام صادر فرماتے۔ اور اجازت نامہ حاصل کرکے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد صبح کے ناشتہ کے لیے رات کی بچی ہوئی خوراک مثلاً بھنا ہوا بکری کا گوشت اور مرغ کے کباب وغیرہ لائے جاتے۔ انہیں آپ تناول فرماتے۔ اور مختلف ممالک

کے قلعہ جات اور ان کی آبادیوں کے واقعات قصہ جات بیان کرتے
اس کے بعد آپ اپنے دولت کدہ میں تشریف لے جاتے۔ اور
گھریلو کام سرانجام دیتے۔ پھر اپنے غلام کو آواز دیتے۔ اور فرماتے کہ میری
کرسی اٹھاؤ۔ اور مسجد کی طرف لے چلو۔ وہ آپ کی کرسی مسجد کی جانب لے
جاتا۔ اور مسجد کی ایک اونچی جگہ پر جا کر رکھ دیتا۔ اور حضرت امیر معاویہ مسجد میں
اس کرسی پر بیٹھتے۔ اور چوکیدار و دیگر معاونین آپ کے بالکل سامنے
قطاریں باندھے کھڑے ہو جاتے۔ آپ کا اس مجلس میں نہ تو کوئی دربان
تھا اور نہ ہی کوئی پہرہ دار۔ غریب، مسکین، ضعیف، دیہاتی، عورتیں
بچے اور بے کس لوگ حاضر ہوتے۔ جس کی جو مشکل ہوتی۔ وہ بغیر کسی روک ٹوک
کے عرض کرتا۔ جو کہتا کہ میں مظلوم ہوں۔ اس کے بارے میں حکم دیا جاتا۔
کہ اس کی تحقیق و تفتیش کرو۔ اور کسی کو اس کے اتفاق سے اس شخص کے
لانے کے لیے بھیجا جاتا۔ جس نے اس پر ظلم کیا ہوتا۔ اس طرح آپ ایک
ایک آنے والے کا مسئلہ پوچھتے۔ اور اس کی پریشانی کو دُور فرماتے۔
پھر آپ "دارالامارۃ" تشریف لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز
ہوتے۔ اور لوگوں کو ارشاد فرماتے۔ کہ ایک ایک کر کے مجھے سلام کرنے
نہ آئے۔ اور اس طرح سلام کے جواب دینے میں مجھے دوسرے اہم
کاموں سے مشغول نہ کرو۔ پھر جب سب آنے والے آجاتے تو
ان میں سے ایک سلسلہ کلام یوں شروع کرتا۔ کہ "اے امیر المؤمنین! آپ
نے صبح کیسی کی؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں فرماتے
"اللہ تعالیٰ کی نعمت میں"، پھر ہر آنے والا اپنے اپنے مقام و مرتبہ
کے مطابق نشستگاہ پر بیٹھ جاتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور فرماتے۔ دیکھو! تمہارا شمار معززین واشراف
میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ تمہیں اس مجلس میں آنے کی اجازت دی گئی۔ اور
یہ اس لیے کہ تم یہاں آ کر اُن لوگوں کی حاجات و مشکلات مجھ تک پہنچاؤ جو
یہاں نہیں آسکتے۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوتا۔ اور ایک ضرورت مند کی ضرورت
پورا کرنے کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرتا۔ اور آخر میں حضرت
امیر معاویہ سے اس کی حاجت برآری کا پروانہ لیتا۔ اس طریقہ سے آپ
اپنی رعایا کی مشکلات اور ضروریات سُنتے۔ تاکہ بات مکمل ہو جاتی۔
پھر حکم دیتے کہ کھانا وغیرہ لایا جائے۔ اور دستر خوان بچھانے کا
حکم دیتے۔ اور اپنے تمام منشیوں کو فرماتے۔ کہ وُہ آپ کے بالکل قریب
کھڑے ہو جائیں۔ اور ان لوگوں کے بارے میں احکامات لکھیں۔ جنہیں
عوام کی ضروریات پورا کرتی ہیں۔ ایک شخص کو حکم دیتے۔ کہ دستر خوان پر
بیٹھ جائے۔ اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جائے۔ وہ بیٹھ جاتا
اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جاتا۔ اور منشی حکمنامہ پڑھ کر سناتا۔ اور
اس کی گزارشات پیش کرتا۔ اور پھر آپ سے اس بارے میں کوئی حکم
وصول کرتا۔ جب اس کا معاملہ پورا ہو جاتا۔ تو اس کو ارشاد فرماتے۔ کہ
جاؤ واپس چلے جاؤ۔ اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھا لیتے۔ اور منشی
اس کی گزارشات لکھنے لگتا۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کھانا تناول فرمانے کے دوران تقریباً چالیس حاجت مندوں
کی حاجت پوری فرماتے۔
اس کے بعد آپ لوگوں کو واپس چلنے جانے کی اجازت دیتے
اور خود اپنے دولت کدہ میں تشریف لے آتے۔ اب کسی کو بھی اپنی

مجبوری یا ضرورت پیش کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ جب ظہر کی اذان ہوتی۔ آپ مسجد میں تشریف لاتے۔ اور نماز ادا کرتے۔ اور مزید ٹھہرے بغیر آپ واپس گھر تشریف لا کر چار رکعت مستحب ادا فرماتے۔ اور بیٹھ جاتے۔ اور اپنے خاص آدمیوں کو بلواتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا۔ تو گرم اشیاء اور خشک میوہ جات مثلاً خشک پھل، شیر و شکر کی روٹی، حلوا خشک اور ان جیسی دیگر اشیاء کے ساتھ حاضرین کی دعوت فرماتے۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو تر میوہ جات اور ٹھنڈے مشروبات حاضر ہوتے۔ اس کے بعد وزراء کو بلوایا جاتا۔ اور جو کام اس دن کے ضروری ہوتے وہ فیصلہ کر کے ان کے احکام اُن وزراء کے سپرد کیے جاتے۔

اس دوران نماز عصر کا وقت ہو جاتا۔ آپ اٹھتے اور نماز ادا فرماتے۔ اور اپنے دولت کدہ واپس تشریف لے آتے۔ نماز مغرب تک اب کسی کو گفتگو کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ نماز مغرب کے قریب آپ باہر تشریف لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز ہو جاتے۔ اور پھر ہر شخص کو اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق بیٹھنے کی اجازت ملتی۔ رات کا کھانا منگوایا جاتا۔ اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتے۔ اب نماز مغرب کا وقت ہو جاتا۔ لوگ حاضر ہوتے۔ اور کسی کو بھی اپنی ضرورت و حاجت کے بیان کرنے کی طاقت نہ ہوتی۔ پھر نماز مغرب ادا فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت مستحب ادا فرماتے۔ اور ہر رکعت میں پچاس آیتیں بلند آواز سے تلاوت فرماتے۔ یا آہستہ پڑھتے۔ اب دوبارہ دولت خانہ میں تشریف لے جاتے۔ اور نماز عشاء کے وقت باہر تشریف لاتے۔ اور نماز ادا فرماتے۔

اس وقت آپ دربار کے مخصوص افراد اور اپنے نزدیکی لوگوں اور اہم

وزیروں کو بلواتے۔ اور اس رات کے صبح تک کے احکامات صادر فرماتے۔ پھر آپ تواریخ پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اور رات کا ایک تہائی حصہ عرب لوگوں کے واقعات اور ان کے حالات، عجم کے رہنے والوں کے قصہ جات اور ان کے بادشاہوں کے حالات۔ ان کے جنگوں میں مختلف داؤ پیچ اور ان کی سیاست کہ وہ اپنی رعایا کو کس طرح نظم و ضبط سے رکھتے تھے۔ ان باتوں کے سننے میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد دولت کدہ کے اندر سے آپ کی گھریلو مستورات حلوہ کے تھال اور دوسری عمدہ خوردنی اشیاء باہر بھیجتیں۔ تاکہ خود بھی آپ تناول فرمائیں اور دیگر اہل مجلس کو بھی کھلائیں۔ پھر آپ سونے کی تیاری فرماتے۔ اور رات کا ایک تہائی حصہ آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ اور اپنے چند غلاموں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ گزرے ہوئے بادشاہوں، ان کی حکومتی تدابیر اور ان کے حالات زندگی یاد کر رکھا کریں۔ اب انہیں طلب فرماتے۔ تاکہ وہ آ کر مذکورہ باتیں آپ کو سنائیں۔ یہ سلسلہ صبح صادق تک چلتا۔ پھر آپ اٹھتے اور نماز صبح ادا فرماتے۔ اور پھر آج کے دن کی مصروفیات اسی طرح پوری کرتے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

قارئین کرام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ وہ سیرت ہے کہ جس کو ہر منصف آدمی دیکھ کر بلا تامل کہہ اٹھے گا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ درجے کے عابد اور عادل حاکم تھے۔ اور وہ اس حدیث کے مصداق تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں عادل حاکم کو اللہ تعالیٰ عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال شریف کے وقت وصیت کی۔ کہ میرے پاس سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن شریف ہیں۔ ان کو میری آنکھوں پر رکھ کر دفن کر دینا۔ (اس کا حوالہ

گزر چکا ہے۔ ان تمام باتوں کا کیا بنے گا؟

نبی پاک علیہ السلام سے ابوسفیان کی عداوت کے الزام کی تردید

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کا یہ مسئلہ انتہائی جہالت بھرا الزام ہے، ورنہ احادیث میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور خود احادیث میں موجود ہے۔ کہ حضرت ابوسفیان کو دورِ کفر میں جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ آپ کے ساتھ انہیں محبت ہو گئی۔ اسی لیے محدثین کرام نے مناقب ابوسفیان پر مستقل باب باندھے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کے مناقب کے متعلق المستدرک حاکم نے حضرت ابوسفیان کے مناقب میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کی چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ لیکن ان احادیث کے نقل کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ابتدائی دور بلاشک اسلام اور صاحب اسلام کی مخالفت میں گزرا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان واسلام عطا فرمائی۔ تو پھر آپ ایمان میں دیگر صحابہ کرام کی طرح بڑے پکے اور مضبوط تھے۔ اسلام کے لیے ان کی قربانیوں کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ آخر میں ہم ایک ایسے شخص کی زبانی جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل نقل کر رہے ہیں جس میں کچھ تشیع موجود ہے۔ ہماری مراد صاحب مستدرک امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری۔ ''میزان الکتب'' میں ہم نے ان میں تشیع کے موجود ہونے کو کتب اسماء الرجال اور دیگر معتبر کتابوں سے بحوالہ ثابت کیا ہے۔ جن میں تشیع پایا جاتا ہے وہ اکثر طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے فضائل ومناقب لکھنے سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ اس کنجوسی کے باوجود ابوعبداللہ حاکم نے مستدرک میں جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بہت سے مناقب تحریر کیے۔ ہم انہیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا مقام نبی علیہ السلام کی نظر میں

۱۔ مستدرک: قال۔ ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب بن هاشم وكان اخا رسول الله صلى الله عليه وسلم من الرضاعة وابن عمه ارضعته حليمة اياما فكان يالف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عاداه وهجاه وهجى اصحابه فمكث عشرين سنة مغاضبا لرسول الله صلى الله عليه وسلم لا يتخلف عن موضع تسير فيه قريش لقتال رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما ذكر شخوص رسول الله صلى الله عليه وسلم الى مكة عام الفتح القى الله عز وجل في قلبه الاسلام فتلقى رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل نزوله الابواء فاسلم هو وابنه جعفر وخرج مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فشهد فتح مكة وحنينا قال ابو سفيان فلما لقينا العدو بحنين اقتحمت عن فرسي وبيدي السيف صلتا والله يعلم اني اريد الموت دونه وهو ينظر الي فقال العباس يا رسول الله هذا اخوك وابن عمك ابو سفيان بن الحارث فارض عنه قال قد فعلت يغفر الله له كل عداوة

عادانیها ثم التفت الی فقال اخی لعمری فقبلت رجلہ فی الرکاب قالوا و مات ابوسفیان بن الحارث بالمدینة بعد اخیه نوفل بن الحارث باربعة اشهر الا ثلثة عشر لیلة یقال فقال مات سنة عشرین وصلی علیه عمر بن الخطاب وقبر فی دار عقیل بن ابی طالب بالبقیع وهو الذی حفر قبر نفسه قبل ان یموت بثلاثة ایام۔ (المستدرک جلد سوم ص ۲۵۴ ذکر مناقب ابی سفیان مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ترجمہ: ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اور بھتیجے بھی۔ انہیں سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کئی دن دودھ پلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں بہت محبت اور الفت تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔ تو ابوسفیان نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی جی بھر کر عداوت و مخالفت کی۔ متواتر بیس سال تک مخالفت میں گزارے اور قریش جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آتے۔ تو یہ ہر مرتبہ ان کے ساتھ ہوتے۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح کے سال مکہ شریف میں تشریف لانا بیان کیا گیا۔ تو اللہ تعالی نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ابواء میں تشریف فرما ہونے سے قبل ہی آپ سے یہ ملے تو خود اور اپنے بیٹے جعفر سمیت اسلام لائے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی معیت میں فتح مکہ میں حاضر ہوئے۔ اور حنین میں بھی موجود تھے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حنین میں دشمن سے ہمارا مقابلہ ہوا تو میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اور ننگی تلوار میرے ہاتھ میں تھی۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں آپ کے سامنے شہید ہونا چاہتا تھا۔ آپ نے مجھے دیکھا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ آپ کا بھائی اور بھتیجا ہے۔ اس کا نام ابوسفیان بن حارث ہے۔ آپ اس سے راضی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں راضی ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی وہ تمام عداوتیں معاف کرے جو اس نے مجھ سے کیں۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا۔ اے بھائی۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! میں نے آپ کے پاؤں کا رکاب میں ہی بوسہ لے لیا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ آپ اپنے بھائی نوفل بن حارث سے چار ماہ سے تقریباً تیرہ دن کم زندہ رہے بیس ہجری میں انتقال ہوا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور عقیل بن ابی طالب کے مکان واقع بقیع میں دفن کیے گئے۔ یہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی موت سے تین دن قبل اپنی قبر تیار کر لی تھی۔

۲۔ مستدرک:

عن هشام بن عروه عن ابیه ان ابا سفیان بن الحارث بن عبد المطلب رضی الله عنه کان احب قریش الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان شدیدا علیه فلما اسلم کان احب الناس الیه۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تمام قریش میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھے۔ ابتداء میں آپ کے سخت مخالف تھے۔ پھر جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو محبوب ترین ہو گئے۔

۳۔ مستدرک:

عن ابی حیہ البدری رضی اللہ عنہ قال قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَبُوْ سفیان بن الحارث خَیْرُ اَھْلِیْ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ۔

ترجمہ: ابوحبہ بدری کہتے ہیں۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان بن حارث میرے بہترین رشتہ دار ہیں۔ امام مسلم کے شروط پر یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

۴۔ مستدرک:

عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَیِّدُ فِتْیَانِ الْجَنَّۃِ اَبُوْسُفْیَانَ بن الحارث ابن عبدالمطلب قَالَ حَلَقَہُ الْحَلَّاقُ بِمِنًی وَفِیْ رَأْسِہٖ ثُؤْلُوْلٌ فَقَطَعَہٗ فَمَاتَ فَیَرَوْنَ اَنَّہٗ شَہِیْدٌ۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان بن حارث جنتی نوجوان کا سردار ہے۔ راوی نے کہا۔ کہ منیٰ میں حجام ان کے سر کے بال مونڈے اور ان کے سر میں مسکا (مُہکا) تھا اس کے کٹ جانے سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ لوگ آپ کو شہید سمجھتے تھے۔

۵۔ مستدرک:

عن الزہری عن کثیر بن العباس ابن عبدالمطلب عن ابیہ قَالَ شَہِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ حُنَیْنٍ فَلَقَدْ رَأَیْتُہٗ وَمَا مَعَہٗ اِلَّا اَنَا وَابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب وَھُوَ اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَۃِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ رَاکِبُھَا وابو سفیان لَا یَأْلُوْ اَنْ یَّسْرَعَ نَحْوَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ۔

ترجمہ: جناب زہری حضرت کثیر بن عباس سے وہ اپنے باپ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ میں غزوۂ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ آپ کے ساتھ اس وقت میں اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی حضور اس پر سوار تھے۔ اور ابوسفیان بغیر پرواہ کیے مشرکین کی طرف آگے بڑھ گئے۔ امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن ان دونوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔

۶۔ مستدرک:

حدثنا مصعب بن عبد الله بن الزبير قَالَ وَمِمَّنْ صَحِبَ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم مِنْ وُلْدِ الْحَارِثِ بن عبد المطلب اَبُوْسفيان بْنُ الحارث بْنِ عَبْدِ المطلب وَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وسلم اِنَّهٗ مِنْ خَيْرِ اَهْلِيْ وَقَالَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم اِنَّهٗ سَيِّدُ فِتْيَانِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَصَحِبَ مَعَ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ فَاَبْصَرَ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم فِيْ عِمَايَةِ الصُّبْحِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ ابْنُ اُمِّكَ يَا رسول الله وَقَالَ حَلَقَهُ الْحَلَاقُ فَقَطَعَ ثُؤْلُوْلًا مِنْ رَأْسِهٖ فَلَمْ يَرْقَ عَنْهُ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ وَذَالِكَ فِيْ سَنَةِ عِشْرِيْنَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب رضى الله عنه وَكَانَ تَلَقّٰى رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ وَرَسُوْلُ الله صلى الله عليه وسلم خَارِجٌ اِلٰى مَكَّةَ لِلْفَتْحِ فَاَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ۔

(المستدرک جلد سوم ص۲۵۴ تا ۲۵۶ ذکر مناقب ابی سفیان مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ترجمہ: جناب مصعب بن عبداللہ بن الزبیر کہتے ہیں۔ کہ حارث بن عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے جس کو صحابیت رسول اللہ ملی۔ وہ

ابوسفیان بن حارث ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بہترین گھر کے آدمی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹ جانے والوں میں سے ایک تھے۔ خوب روشنی ہونے پر آپ نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ عرض کیا۔ کہ آپ کی ماں کے بیٹے ہیں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ حجام نے ان کے سر کے بال کاٹتے وقت آپ کے مسّے کو کاٹ دیا۔ جس کا خون نہ رک سکا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ یہ بیس ہجری کی بات ہے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اس وقت راستہ میں ملے تھے۔ جب آپ فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے اور فتح سے قبل ہی مسلمان ہوگئے تھے۔

قارئین کرام! ہم نے چند احادیث و آثار نقل کیے ہیں۔ جن میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہیں صاحب مستدرک نے امام بخاری و مسلم کی شروط پر "صحیح" کہا۔ اور کچھ پر یہ لفظ نہیں ذکر کیا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ وہ روایات جن کے آخر میں "صحیح" نہیں لکھا۔ وہ من گھڑت ہیں۔ کیونکہ ان پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض انہیں ضعیف ہی مان لیا جائے۔ تو حدیث ضعیف بالاتفاق فضائل و مناقب میں مقبول ہوتی ہے۔ موضوعات کبیر میں اس کی تصریح موجود ہے۔ علاوہ ازیں مستدرک کے تحت اس کی تلخیص ایک ایسے نقاد نے کی ہے۔ جس کی تنقید کا معیار بڑا سخت اور بے دھڑک ہے۔ یعنی علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا طریقہ یہ ہے۔ کہ مستدرک کی کسی روایت کو اگر مشکوک پایا۔ تو اس پر کھل کر جرح کی۔ لیکن امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایات بغیر جرح کے

ذکر کر کے یہ بتایا۔ کہ یہ ضعیف بھی نہیں ہیں۔ اور ہر قسم کے شکوک و شبہات
سے خالی ہیں۔ بہر حال ان احادیث صحیحہ اور روایات کو لکھے بغیر نہ رہ
سکا۔ ان روایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو (بلکہ تین) رشتے
تھے۔ ایک یہ کہ آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضور پاک
صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ اور ابو سفیان کے والد حارث دونوں
حقیقی بھائی ہیں۔ اور ان دونوں کا باپ عبد المطلب ہے۔ دوسرا رشتہ
یہ کہ ابو سفیان نے سیدہ حلیمہ کا دودھ پیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھی نوش فرمایا۔ لہذا دونوں رضاعی بھائی بھی ہیں (تیسرا رشتہ یہ کہ ابو سفیان
کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔ جس کی بنا
پر ابو سفیان سسر اور حضور ان کے داماد ہوئے۔ یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔

۲۔ بعثت نبوی کے بعد ابو سفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی
کسر نہ اٹھا رکھی اور جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو اس میں بھی نہایت پختہ
اور مضبوط تھے۔ حتیٰ کہ غزوہ حنین میں جہاں صحابہ کرام کو امتحان میں ڈالا گیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی دکھانے والوں میں جناب
ابو سفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

۳۔ غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جام شہادت نوش فرمانے
کا عزم کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی طرف نہایت محبت سے
دیکھا۔ تو حضرت عباس نے موقعہ دیکھ کر عرض کی۔ حضور! ابو سفیان
کی جہالت کے دور کی تمام عداوتیں معاف فرما دیں۔ آپ نے حلفیہ فرمایا

میں نے معاف کر دیا۔ اُسے اللہ تعالیٰ بھی مغفرت عطا کرے۔ وہ میرا
بھائی ہے۔

۴۔ حضرت ابو سفیان نے فرطِ محبت میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاؤں مبارک کو چوم لیا۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو سفیان میرے بہترین گھر والوں
میں سے ہے۔

۶۔ ابو سفیان رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔

۷۔ لوگ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی موت کو شہادت کی موت کہتے تھے۔

ان فضائل و مناقب کو سامنے رکھتے ہوئے اگر رافضی ان کی شان میں گستاخی
کریں۔ تو وہ اُن کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کیونکہ اُس سے اس کے خلاف کی توقع بیکار
ہے۔ لیکن محدث ہزاروی ایسا بدبخت سُنّی مسلمان کہلانے والا اگر حضرت ابو سفیان
رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے۔ اور انہیں صحابی تسلیم نہ کرے۔ تو یہ اس کے ازلی مردود
ہونے کی علامت ہے۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے صراحۃً
ثابت ہے۔ کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ جنتی ہی نہیں بلکہ جنتی نوجوانوں کے
سردار ہیں۔ اور آپ کے اہل وعیال کے بہترین فرد ہیں۔ اور غزوات میں شرکت
فرما کر آپ نے دور جاہلیت کی دشمنی دھو ڈالی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کی خطائیں معاف فرما دیں۔ اب اس کے بعد اُن کو برا بھلا کہنے کا کیا جواز
باقی رہ جاتا ہے۔ اس لیے حضرت ابو سفیان کی شان میں گستاخی کرنے والا
اپنی آخرت تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ
اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللہ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بابُ سوم

مشہور نعت خوان

صائمِ چشتی

فیصل آبادی ؒ

کے

باطل نظریات کا رد

باب سوم

گستاخ ششم مشہور نعت خواں

صائم فیصل آبادی کے باطل نظریات کا رد

جب کہ ہم نے گستاخانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تردید پر قلم اٹھایا تو ان میں دیوبندی مودودی اہل حدیث اور بنام سنی سب کی اصل عبارات اور ان کی دندان شکن تردید کی۔ لیکن اسی ضمن میں یہ خیال ہے۔ کہ چلتے چلتے ایسے نام نہاد سنی علماء اور بنے بنائے محققین کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ جنہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں اہل سنت کے متفق علیہ عقائد کے خلاف اور اہل تشیع کے حق میں کچھ باتیں درج کیں ہیں۔ شائد اس سے ان کی یہ خواہش ہو۔ کہ اس طرح کرنے سے رافضیت کو فروغ ہوگا۔ بہر حال فروغ ہو یا نہ ہو لیکن اتنا ضرور ہوا۔ کہ اہل تشیع نے ان لوگوں کی کتب میں مذکورہ باتوں کو اپنے حق میں بطور دلیل پیش کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ کہہ کر کہ " فلاں سنی عالم محقق اور مولوی نے اپنی فلاں کتاب میں یہ بات لکھی ہے " اپنے مسلک کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں ہم نے ابو الاعلیٰ مودودی، اہل تشیع دیوبندی اور محمود شاہ محدث ہزاروی کی تحریرات اور ان کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ چونکہ دَورِ حاضر میں زیادہ تر ان چند کھوٹے سکوں نے اپنا بازار گرم کرنے کی سعی لاحاصل کی تھی تو اس کے بعد ہم نے ایک نئے موضوع پر کچھ کام شروع کر دیا۔ وہ یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جنتی ہیں، مسلمان ہیں۔ ابھی اس

موضوع پر تھوڑا سا کام کیا گیا تھا۔ کہ ایک مخلص دوست حضرت مولانا عبد التواب اچھروی فرزند مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی مرحوم نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی اور پر زور اصرار کیا۔ کہ مودودی اور محدث ہزاروی وغیرہ کی طرح صائم فیصل آبادی کا بھی رد ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب "مشکل کشا" میں اپنا تعارف فاضل جامعہ رضویہ لائلپور اور مداحِ اہل بیت مصطفٰے کے پرفریب جملوں سے کراتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی تحریرات میں شیعیت کے حق میں کافی مواد ہے۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے خلاف اور شیعیت کے حق میں بطور دلائل پیش کیا جایا کرے گا۔ پھر اس بات کی تصدیق بھی مجھے ہو گئی۔ کہ ایسا کیا جانے لگا ہے۔ چنانچہ کوٹلہ تارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے خطیب ——— مولوی اللہ یار صاحب کا کہنا ہے۔ کہ ۱۴۰۷ھ دس محرم کو ایک شیعہ مقرر نشتوی لقب والا یہ کہتا پایا گیا۔ کہ فلاں فلاں بات میں اپنی طرف یا کسی اپنی کتاب سے پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ سنیوں کے ایک مستند مولوی کی کتاب سے پیش کر رہا ہوں۔ اس مستند مولوی سے مراد "صائم فیصل آبادی" تھا۔ مولوی اللہ یار صاحب نے بھی اس کی تردید پر زور دیا۔ اس لیے ہم نے پہلا موضوع سر دست وہیں بند کر کے اس محاذ پر قدم اٹھایا ۔ آیئے صائم فیصل آبادی کی تصنیف "مشکل کشا" کے چند عنوانات دیکھیں۔ آپ کو ان سے اس کے سنی نما رافضی ہونے کا علم ہو جائے گا۔

"مشکل کشا" نامی کتاب کے چند زندیقانہ عُنوانات

۱۔ علماء، انبیاء کے ہم مرتبہ (۲) اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات (۳) ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔ (۴) امت مصطفٰے کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں ملا۔ (۵) امتی کے وسیلہ سے حضور کو کمال حاصل ہوا۔ (۶) کمالات انبیاء سے الحاق

(یعنی امتی میں انبیاء جیسے کمالات) (۷) حضرت علی خلیفہ بلافصل ہیں۔ (۸) علی کیوں تمام امت سے افضل نہیں؟ (۹) غیر نبی کو نبی پر فضیلت۔

نوٹ:

مندرجہ بالا عنوانات کتاب "مشکل کشا" سے من و عن نقل کیے گئے ہیں۔ ان عنوانات سے ہی مصنف کے نظریات کا علم ہو جاتا ہے۔ اور پھر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ان عنوانات کی افادیت کے پیش نظر یہاں تک جسارت کی۔ کہ یہ سب مجدد الف ثانی کی تحریرات ہیں۔ گویا بندوق کی گولی چلائی لیکن کندھا مجدد الف ثانی صاحب کا استعمال کر کے ایسا کیا۔ پھر مزید لکھا۔

معاندین بھی ہوتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ امام ربانی کی ان تصریحات کے باوجود بھی کچھ لوگ اس استدلال کو مسترد کر دیں اور یہ تصور کر لیں۔ کہ ان عبارتوں سے خدا تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے جلیل القدر پیغمبروں کی اہانت اور توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ مگر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلالت علمی کے سامنے ان لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ اور کس بدنصیب کو مجال زدنی ہے۔ کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحب استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے نا قابل معافی جرم کا مرتکب ہونے کی جرأت کر سکے۔ (مشکل کشا مصنفہ صائم فیصل آبادی ص ۱۰۵)

ضروری گزارش:

"صائم فیصل آبادی" کی اپنی تحریریں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اس نے اپنی تمام تر تحریرات و عنوانات کو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و ارشادات پر مبنی

قرار دیا۔ اور مجدد صاحب کی علمی اور روحانی حیثیت بیان کر کے ان کی مخالفت کرنے
پر ناقابل معافی جرم کا اعلان بھی کیا ہے۔ اس سے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ میری تحریرات
و عنوانات پر نقص و اعتراض مجھ پر نہیں۔ بلکہ براہ راست جناب مجدد علیہ الرحمۃ پر ہوگا لہٰذا
یہ ڈراوا دے کر قارئین کو اپنی تحریرات ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ راقم چونکہ
خود اسی خانوادے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سلسلہ بیعت۔ قدوۃ السالکین ،
حجۃ الواصلین حضرت خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ
شریف سے ہے۔ جو نقشبندی مجددی کہلاتے ہیں۔ جہاں تک قبلہ مجدد الف
ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات وارشادات کا معاملہ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ "صائم نعت
خوان"، کو اُن کا لفظی ترجمہ بھی شائد نہ آئے۔ تو اس بے مائگی کے ساتھ اُسے خود مجدد
ہونے کا شوق بھی ہے۔ یہ تو آئندہ اوراق ہی گواہی دیں گے۔ کہ صائم کی تحریرات و
عنوانات کی جناب مجدد صاحب کہاں تک تائید کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ بھرپور
تقابل بیان کریں گے۔ سردست یہ گزارش کرنا ہے۔ کہ جب ایک نظریہ وعقیدہ دماغ
میں بیٹھ جاتا ہے۔ (چاہے وہ غلط ہو یا صحیح) تو آدمی اس کے اثبات و تائید کی
خاطر قرآن و حدیث کے مطالب کو اپنے حق میں پھیرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر
صائم ایسا خالی نعت خوان اپنے رفض و تشیع کو مجدد صاحب کی عبارات سے ثابت
کر کے دکھائے۔ تو اس پر کوئی تعجب نہیں۔ آخر رافضی بھی تو ائمہ اہل بیت کی احادیث
اور اپنے قرآن سے اپنا مسلک ثابت کرتے ہیں۔ مرزائی بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے
ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم مجدد صاحب کو اہل سنت اور صائم نعت خوان کے عقائد کے مابین
"حکم"، بنا کر قارئین کرام کے سامنے بات واضح کرنا چاہتے ہیں۔ چند باتیں مجدد صاحب
کی علمی اور روحانی بلندی کے بیان میں عرض ہیں۔ تاکہ قارئین کرام کو "ثالث"، کے
مقام و مرتبہ کا مزید اندازہ ہو سکے۔ اور پھر اُن کے ارشادات دل کی گہرائیوں میں اتر سکیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ

مکتوبات امام ربانی:

بعد الحمد والصلوٰت وتبلیغ الدعوات میرساند کہ صحیفہ شریفہ کہ از روئے کرم
نامزد ایں حقیر ساختہ بودند بہ مطالعہ آں مشرف گشت جزاکم اللہ
سبحانہ خیرا۔ از انعامات حق جل سبحانہ چہ نویسد و چساں شکر آں
نماید علوم و معارفیکہ افاضہ می شود و بتوفیق خداوندی جل شانہ اکثر آں در
قید کتابت می آید وبسمع اہل و نااہل میرسد۔ اما اسرار و دقائقے کہ باں متمیز است
شمہ آں بظہور نمی تواند آورد بلکہ برمز و اشارت نیز از آں مقولہ سخن نمی تواند کرد۔
فرزندی اعزی کہ مجموعہ معارف فقیر است و نسخہ مقامات سلوک و جذبہ و رضے
ازاں اسرار دقیقہ نمی آرد و در شیخ تمام در استتار آں می کوشد با آنکہ می داند کہ فرزندی
از محرمان اسرار است و از خطا و غلط محفوظ اما چہ کند کہ وقت معانی زبان را میگیرد
ولطافت اسرار بہا را می بندد وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ لقد و قمت
است آں اسرار نہ ازاں قبیل اند کہ در بیان نیایند بلکہ در میاں حمی ارند
فریاد کہ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست۔ ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست
ایں دولت کہ ما در استتار آں می کوشیم مقتبس از مشکوٰۃ نبوت انبیاء است
علیہم الصلوات والتسلیمات و ملائکہ ملاء اعلےٰ علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات
شریک ایں دولت اند و از متابعانِ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات
ہر کہ بایں دولت مشرف سازند۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم

مکتوب ۲۶۵ ص ۱۲۸ تا ۱۳۰ (مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو از روئے کرم اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جزاکم اللہ الخ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ فقیر حق جل سبحانہ کے انعامات کیا کیا لکھے۔ اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے۔ خداوند جل سبحانہ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں۔ اور ہر اہل و نااہل کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے۔ اُن کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے۔ اس اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا۔ اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے حالانکہ فقیر جانتا ہے۔ کہ فرزند عزیز محرمانِ اسرار سے ہے۔ اور خطا و غلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معانی کی دقت اور باریکی زبان پکڑ لیتی ہے۔ اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ الخ۔ میرا سینہ بند ہو جاتا ہے۔ اور میری زبان نہیں چلتی۔ نقد وقت ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں۔ کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایسے ہیں۔ کہ بیان میں لائے ہی نہیں جا سکتے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ بیہرزہ نیست۔ ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

حافظ کی یہ تمام فریاد بے فائدہ نہیں۔ دراصل قصہ بھی عجیب اور حالت بھی عجیب ہے۔ یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے

ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ اور ملائکہ ملاءِ اعلیٰ علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے تابعداروں میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں شریک ہے۔

مکتوباتِ امامِ ربانی:

بمولانا صالح کولابی در اسرار مرادے و مریدے حضرت ایشاں مد ظلہ العالی۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ من ہم مرید اللہ ام جل جلالہ و ہم مراد اللہ عز شانہ سلسلہ ارادت من بے توسط بہ اللہ منتصل است تعالیٰ و ید من نائب مناب ید اللہ است سبحانہ۔ ارادت من بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم بوسائط کثیرہ است در طریقہ نقشبندیہ بیست و یک واسطہ درمیان است و در طریقہ نائب مناب ید اللہ است سبحانہ۔ ارادت من بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم بوسائط کثیرہ است در طریقہ نقشبندیہ بیست و یک واسطہ درمیان است و در طریقہ قادریہ بیست و پنج و در طریقہ چشتیہ بیست و ہفت و ارادت من بہ اللہ تعالیٰ قبول وساطت نمی نماید چنانچہ گزشت پس من ہم مرید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام و ہم ہم پیرہ پس رواد برادران ایں دولت ہر چند طفیلی ام اما ناخواندہ نیامدہ ام و ہر چند تابع ام اما از اصالت بے بہرہ نیم و ہر چند امتیم اما شریک دولتم نہ شرکت کہ از آں دعوای ہمسری خیزد کہ آں کفر است بلکہ شرکت خادم است با مخدوم تا نہ طلبیدہ اند بر سفرہ ایں دولت حاضر نشدہ ام و تا نخواستہ اند دست بایں دولت دراز نہ کردہ ام ہر چند اویسی ام اما مربی حاضر و ناظر دارم ہر چند در طریقہ نقشبندیہ پیر من عبد الباقی است۔ اما متکفل

تربیت من اللہ الباقی است من بفضل تربیت یافتہ ام وبراہ اجتبا رفتہ سلسلہ من سلسلہ رحمانی است کہ من عبدالرحمٰن ام چہ رب من رحمن است و مربی من ارحم الرحمین وطریقہ من طریقہ سبحانی است۔

(مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۸۷ ص ۳۱ تا ۳۲ ادارہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: مولنا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی مرادی و مریدی کے اسرار کے بیان میں۔ الحمد للہ وسلام علی عباد الذین اصطفےٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مراد بھی۔ میری ارادت کا سلسلہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے۔ اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس ۲۱ واسطے ہیں۔ طریقہ قادریہ میں پچیس اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس۔ اور میری اللہ تعالیٰ سے جو ارادت ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرید بھی ہوں۔ اور ان کا تبیع ہم پیر بھی ہوں۔ اس دولت کے دسترخوان پر اگرچہ میں امتی ہوں۔ لیکن دولت میں شریک ہوں۔ لیکن وہ شریک نہیں۔ جس سے ہمسری کا دعوےٰ پیدا ہو۔ کہ وہ کفر ہے۔ بلکہ یہ شرکت خادم کی اپنے مخدوم کے ساتھ شرکت ہے۔ مجھے جب تک بلایا نہیں گیا۔ میں اس دسترخوان پر حاضر نہیں ہوا ہوں۔ اور جب تک انہوں نے نہیں چاہا۔ میں نے اس دولت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ہے۔ اگرچہ میں اویسی ہوں لیکن میں اپنا حاضر و ناظر مربی رکھتا ہوں۔ اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرا پیر عبدالباقی ہے لیکن میری ترتیب کا کفیل خود اللہ الباقی ہے۔ میری تربیت اللہ تعالےٰ

کے فضل سے ہوئی ہے۔ اور میں اجتبا کی راہ چلا ہوں۔ میرا سلسلہ سلسلہ رحمانی ہے۔ کہ میں عبدالرحمٰن ہوں۔ کیونکہ میرا رب رحمان ہے۔ اور میرا مربی ارحم الراحمین اور میرا طریقہ طریقہ سبحانی ہے۔

مکتوباتِ امامِ ربانی:

در بیان احوال عروج ونزول وغیر آں نیز بہ پیر بزرگوار خود نوشتہ اند عرضداشت احقر الطلبہ آنکہ نوازش نامہ مولانا علاؤالدین رسانید در کشف ہر یک از مقدمہ مذکورہ بمقتضائے وقت مسودہ کردہ شد بعضے متممات و مکملات آں علوم مسطورہ نیز محظور شدہ فرصت تحریر آنہا نشد کہ حامل عرضداشت راہی شد انشاءاللہ تبارک وتعالیٰ متعاقب بخدمت خواہد فرستاد والحال رسالہ دیگر کہ بہ بیاض رسیدہ بود فرستاد آں رسالہ بالتماس بعضے یاراں میسر شدہ التماس نمودہ بودند کہ نصائح بنولیسید کہ در طریقہ نافع باشد وبمقتضائے آں زندگانی کردہ شود۔ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر البرکات انست بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ با جمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند وہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند از کمال کرم خویش آں را بوسہ میکنند و بہ مشائخ می نمایند کہ ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرد وجماعہ کہ بایں علوم مستعد گشتہ بودند نورانی وممتاز اند وعزیز الوجود در روبروئے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ایستادہ اند والقصۃ بطولہا ودر ہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند۔ ع باکریماں کارہا دشوار نیست

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ اول مکتوب ۱۶ ص ۴۴)

ترجمہ :- احقر الطلبہ کی عرضداشت یہ ہے۔ کہ مولانا علاؤ الدین نے آپ کے نوازش نامے پہنچائے۔ ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت و شرح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض متممات بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ لانے والا صرف عریضہ لے کر ہی روانہ ہو گیا۔ انشاء اللہ بعد میں جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا ارسال خدمت کیا ہوا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دوستوں کی فرمائش پر میسر آیا ہے۔ ان دوستوں نے فرمائش کی تھی۔ کہ بعض ایسے نصائح لکھو جو اس طریقہ میں نفع مند ثابت ہوں۔ اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ ہذا بے نظیر اور کثیر البرکات ہے۔ رسالہ ہذا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا۔ کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور رسالہ دست مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اسے بوسہ دے رہے ہیں۔ اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں۔ کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہئیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی۔ وہ بہت نورانی اور ممتاز تھی۔ اور نادر الوجود تھی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والتحیۃ کے روبرو کھڑی ہے۔ یہ قصہ بہت دراز ہے اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔

با کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ، کریم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

خلاصہ :

ا۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ مکتوبات سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ایسے علوم و معارف کے امین تھے۔ جو عام و خاص کی دسترس سے باہر تھے۔

ب۔ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مرید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوں۔

ج۔ اللہ تعالےٰ سے فیض حاصل کرتا ہوں۔ لیکن انبیاء کرام سے ہمسری نہیں بلکہ ان کے خادم ہونے کی حیثیت سے بارگاہ خداوندی میں رسائی حاصل ہے۔

د۔ یہ تحریر کردہ رسالہ گویا سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے اور آپ اُسے چوم رہے ہیں۔ اور لوگوں کو تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

ر۔ اولیاء امت کو فیضان مجددِ وقت کے توسط سے ملتا ہے۔

مکتوبات امام ربانی :

و از عین الیقین و حق الیقین چہ گوید و اگر گوید کہ فہم کند و کہ دریابد و چہ دریابد ایں معارف از حیطہ ولائیت خارج است ارباب ولایت در رنگ علماء ظواہر در ادراک آں عاجز ندو در درک آں قاصر ایں علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوارِ نبوت اند علی اربابہا الصلاۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم و معارف مجدد ایں الف است کَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى النَّاظِرِيْنَ فِيْ عُلُوْمِهٖ وَ مَعَارِفِهٖ الَّتِيْ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَ الصِّفَاتِ وَ الْاَفْعَالِ وَ تَتَلَبَّسُ بِالْاَحْوَالِ وَالْمَوَاجِيْدِ

وَالتَّجَلِّیَاتِ وَالظُّهُوْرَاتِ فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ وَرَاءَ عُلُوْمِ الْعُلَمَاءِ وَوَرَاءَ مَعَارِفِ الْاَوْلِیَاءِ بَلْ عُلُوْمُ هٰؤُلَاءِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی تِلْكَ الْعُلُوْمِ قِشْرٌ وَتِلْكَ الْمَعَارِفُ لُبُّ ذَالِكَ الْقِشْرِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیْ وبدانند کہ بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است ومجدد الف دیگر چنانچہ درمیان مائۃ والف فرق است۔ درمیان مجددین اینہا نیز ہماں قدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں مجدد آنست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب واوتاد آں وقت بودند وبدلاء ونجباء باشند۔ سے خاص کند بندہ مصلحت عام را۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهِ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ اول مکتوب ۴ ص ۲۰-۲۱، رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: اور یہ فقیر عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے اور کچھ عرض کرے بھی تو اسے کون سمجھے گا اور کون پائے گا۔ یہ معارف دائرہ ولائت سے خارج ہیں۔ ارباب ولائت علماء ظواہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے سینہ

سے اخذ کیے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور تازہ ہوئے اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ان علوم ومعارف والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔ جیسا کہ اس کے علوم میں معارف ہیں جو ذات وصفات اور افعال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو احوال ومواجید تجلیات اور ظہورات سے متعلق ہیں۔ دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں تو صاحب نظر لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ معارف اور علوم، علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراء ہیں۔ بلکہ ان کے علوم آن علوم کی نسبت چھلکا ہیں اور وہ معارف اس چھلکا کا مغز ہیں۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ اور جان لیں کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گذار ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض وبرکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے اگرچہ اس وقت کے قطب اور اوتاد ہوں۔ اور ابدال واولیاء ہوں مصلحت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

خلاصہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام علم وعرفان اس قدر بلند وبالا ہے کہ اولیاء علماء کی اس تک رسائی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیض کی حصولی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص معیت اور امت کے اولیاء، اقطاب واوتاد پر فیوض الٰہیہ کی تقسیم ایسا منصب عظیم اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمایا۔ اور پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی کتاب کو منظور فرما کر اسے ذریعہ ہدایت ونجات فرمایا۔ تو ہمیں بھی اپنے

نظریات وعقائد کو مجدد صاحب کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا چاہیئے۔ یہی بات
صائم نعت خوان نے کہی ہے۔ اس لیے جب ہمارا اور صائم کا حضرت مجدد کی
تعلیمات کے اوپر اتفاق ہے اعتماد ہے تو پھر بات ایک طرف اگر ختم ہو جائے
گی۔ ہم آئندہ سطور پر صائم نعت خوان کی کتاب کے دیئے گئے عنوانات درج
اس کے بقول تعلیمات مجدد پر مشتمل ہیں) لکھ کر پھر حضرت مجدد صاحب کی تحریرات
بمعہ ترجمہ پیش کریں گے۔ تاکہ قارئین کرام خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ اور انہیں یہ معلوم ہو
جائے۔ کہ صائم نے اپنی غلط تاویلات کی بنا پر مجدد صاحب کی عبارات کو اپنے
حق میں بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش اس چیز کی آئینہ دار ہے۔ کہ صائم
اہل سنت میں سے نہیں۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ مکتوبات و تحریرات مجدد کے مطابق اس کا
اسلام ہی ختم ہو جائے۔ عنوانات صائم اور پھر ان کا تفصیلی جواب سپرد قرطاس ہے

وباللہ التوفیق

مشکل کشا

انبیاء کرام کے ہم مرتبہ۔ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال
کے بعد انبیائے کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لیے حضور کی امت کے
علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد
کیا گیا۔ (مکتوبات جلد ۱ ص ۴۶۲ مکتوبات ۲۰۹)

صحابہ کرام جیسے کمالات:

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد
حضور کی امت کے جو اولیاء ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے

خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات
جیسے ہوں گے۔

ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے:

اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے بعد فضیلت اور بزرگی اصحاب کرام کے لیے ہے۔
لیکن یہ مقام ہے۔ کہ کمال مشابہت کے باعث ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں
دے سکتے۔ مکتوبات ۲۰۹۔ (مشکل کشا ص ۹۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ لائلپور)

جواب:

چونکہ مندرجہ بالا تینوں عنوانات ایک ہی مکتوب کے تحت لکھے گئے ہیں۔ اس
لیے ہم سب سے پہلے مکتوب ۲۰۹ دفتر اول حصہ اول کی پوری عبارت ترجمہ کے
ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ان تینوں عنوانات پر مکتوبات کے حوالے سے
بحث کی جائے گی۔ تاکہ مجدد صاحب کا نظریہ اور صائم نعت خوان کا مقصد واضح
ہو سکے۔

مکتوبات شریف:

چوں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول خواہد فرمود بمتابعت
شریعت خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام خواہد نمود از مقام خود عروج فرمودہ
بہ تبعیت بمقام حقیقت محمدی خواہد رسید و تقویت دین او علیہا الصلوات
والتسلیمات خواہد نمود از ینجا است کہ نقل می کنند از شرائع ماتقدم کہ بعد از
ہزار سال از ارتحال پیغمبر اولی العزم از انبیاء کرام و رسل عظام مبعوث می
شدند کہ تقویت شریعت آں پیغمبر فرمانید و اعلاء کلمہ او نمایند و چوں
دورۂ دعوت شریعت او تمام می شد پیغمبر اولی العزم
دیگرے مبعوث می گشت و تجدید شریعت خود بہ فرمود۔ و چوں شریعت

خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از نسخ وتبدیل محفوظ است علماء امت را حکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت وتائید ملت را بایشاں تفویض فرمودہ مع ذالک یک پیغمبر اولی العزم را متابع او ساختہ ترویج شریعت او نمودہ است۔ قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ بدانند کہ بعد از ہزار سال از ارتحال خاتم الرسل علیہم والصلوۃ والسلام اولیاء امت او کہ بظہور آیند ہر چند اقل باشند اکمل بوند تا تقویت ایں شریعت بروجہ اتم نمایند حضرت مہدی کہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام از قدوم مبارک او بشارت فرمودہ اند بعد از ہزار سال بوجود خواہد آمد وحضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام خود نیز بعد از ہزار سال نزول خواہد فرمود بالجملہ کمالات اولیاء ایں طبقہ شبیہ بکمالات اصحاب کرام است ہر چند بعد از انبیاء فضل مر اصحاب کرام راست علیہم الصلوۃ والسلام اما جائے آں دارد کہ از کمال تشابہ یکے را بر دیگرے فضل نتواں داد از اینجا تواند بود کہ آں سرور فرمودہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام لا یدری اولھم خیر ام اخرھم۔ نہ فرمودہ لا ادری اولھم خیر ام اخرھم لعلمہ بحال کل من الفریقین لہذا قال خیر القرون قرنی اما چوں از کمال مشابہت جائے تردد بودہ فرمود لا یدری اگر پرسند کہ آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والصلوۃ والسلام بعد از قرن اصحاب قرن تابعین را خیر ساختہ است وبعد قرن تابعین قرن تبع تابعین را پس خیریت ایں دو قرن نیز برایں طبقہ متعین باشد پس تشابہ ایں طبقہ در کمالات باصحاب کرام چہ خواہد بود۔ در جواب گوئیم تواند بود کہ خیریت آں دو قرن بریں طبقہ باعتبار کثرت

ظہور اولیاء اللہ باشد وقلت وجود اہل بدعت وندرت ارباب فسق ومعصیت کُھُو لَا یُنَافِی کَوْنَ بَعْضِ الْاَفْرَادِ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ فِیْ هٰذِهِ الطَّبَقَةِ خَیْرًا مِّنْ اَوْلِیَاءِ ذَیْنِكَ الْقَرْنَیْنِ کَحَضْرَتِ الْمَهْدِیِّ مَثَلًا۔ فیض روح القدس از باز مدد فرماید۔ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجوہ خیر است آنجا سخن کردن از فضولی است سابقانِ سابقاں اند ودر جنت نعیم مقربان ایشاں اند کہ انفاق کوہ ذہب دیگراں بمد شعیر ایشاں نرسد۔ و اللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَاءُ۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۰۹ حصہ سوم ۱۰۵ تا ۱۰۷ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام پر پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا۔ کہ اولو العزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے تو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے حکم کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولو العزم کی دعوت وشریعت کا دورہ تمام ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا اولو العزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا ہے اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا ہے۔ اور چونکہ خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو انبیاء کے قائم مقام تبلیغ کا مرتبہ عطا
فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ بلکہ
ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ الخ ہم نے ہی قرآن مجید
کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور جاننا چاہیئے۔ کہ حضرت
خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور
کی امت کے اولیاء جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل
ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں
حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ کہ ایک ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے
اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول
فرمائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات صحابہ کرام کے
کمالات کے مانند ہیں۔ اگرچہ انبیا کرام کے بعد فضیلت صحابہ کرام کے لیے
ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے۔ کہ کمال مشابہت کے باعث ایک
دوسرے پر (رائے اور قیاس کے ساتھ) فضیلت نہیں دے سکتے
اور ہو سکتا ہے۔ کہ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو۔
لا یدری اولھم الخ۔ نہیں معلوم ان میں سے اول زمانے کے بہتر
ہیں یا آخر زمانے کے۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ لا ادری۔ میں نہیں جانتا کہ ان
میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک
کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور نے فرمایا ہے۔ خیر القرون
قرنی۔ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت

کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لا یدری فرمایا۔ اگر کوئی سوال کرے
کہ آنحضرت نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو
اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے
تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے۔ پھر یہ طبقہ کمالات
میں صحابہ کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں۔ کہ
ہو سکتا ہے۔ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ
کا ظہور کثرت سے ہو گا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گناہ گاروں کا وجود کم
ہو گا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس
طبقہ کے اولیاء میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیا سے بہتر
ہوں۔ جیسے کہ مہدی۔ روح القدس کا فیض اگر دوبارہ دور فرمائے۔ تو دوسرے
بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔ لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ
سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں
اور جنت النعیم میں مستقر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا
خرچ کرنا ان کے ایک سیر جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ
جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

توضیح :

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے بعض نکات کی توضیح و تشریح یہ ہے
کہ انبیائے سابقین میں سے اگر کوئی اولالعزم پیغمبر انتقال فرما جاتے۔ تو ان پر نازل
شدہ شریعت کی ایک ہزار سال بعد تک آنے والے نبی تبلیغ کرتے رہتے حتیٰ کہ
جب دیگر اولوالعزم نبی تشریف لاتا۔ تو پہلی شریعت منسوخ ہو جاتی۔ گویا یہاں صاحب
شریعت کے وصال کے بعد کوئی نبی اس فریضہ کو سرانجام دیتا رہا۔ جب سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل بن کر مبعوث ہوئے۔ تو آپ کے بعد کسی نئے اولوالعزم کے نہ آنے کی توقع اور نہ ہی آپ کو عطا کردہ شریعت کی تنسیخ ہو سکتی ہے۔ لیکن اس شریعت کی تاقیامت تبلیغ کا اہتمام تو ہونا چاہیئے تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال شریف کے بعد ایک ہزار سال کے عرصہ دراز میں شریعت کے اندر پائی جانے والی افراط و تفریط سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ جن کے کمالات، حضرات صحابہ کرام جیسے ہوں گے۔ یہاں جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے امام مہدی کی مثال پیش فرما کر مسئلہ کی حقیقت واضح کی اس مقام پر ایک سوال ابھرتا تھا۔ کہ کیا ایک ہزار سال بعد آنے والے مخصوص حضرات بمع مہدی موعود صرف کمالات میں صحابہ کرام کی طرح ہیں۔ یا مقام و مرتبہ میں بھی ان کے برابر ہیں؟ اس بارے میں مجدد صاحب کا کہنا ہے۔ کہ اگرچہ ان مخصوص حضرات کے کمالات واقعی صحابہ کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن کمال مشابہت کی بنا پر قیاس و رائے کو یہاں فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں۔ کوئی شخص از خود اپنے قیاس سے ان میں سے کسی کو افضل یا غیر افضل قرار نہیں دے سکتا۔ اس کی تصریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ لَا یُدْرٰی۔ ہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں اس امتیاز کے نہ ہونے کی نسبت لَا اَدْرِیْ کہہ کر نہیں فرمائی۔ کیونکہ آپ کو افضل و غیر افضل کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرما دیا تھا۔ اس علم کی بنا پر آپ نے ارشاد فرمایا "خیر القرون قرنی" میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔ گویا واضح کر دیا۔ کہ میرے دور کے مسلمان (حضرات صحابہ کرام) آنے والے سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جب یہ سب افضل ہیں ——— تو ان مخصوص حضرات سے بھی افضل ہوئے۔ لہٰذا صحابہ کرام سے مقام و مرتبہ میں برابری کوئی دوسرا امتی نہیں کر سکتا۔ اس پر ایک سوال تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ صحابہ کرام کے زمانہ کو خیر القرون فرمایا اسی حدیث میں آپ نے ان کے بعد کے دو زمانوں (زمانہ

تابعین اور تبع تابعین) کو بھی بالترتیب بہتر فرمایا۔ تو پھر لازم آئے گا۔ کہ وہ مخصوص حضرات تابعین و تبع تابعین سے افضل نہ ہوں۔ جب ان سے افضل نہ ہوئے۔ تو کمالات میں صحابہ کرام کے مشابہ کیسے ہو گئے؟ مجدد صاحب اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور کی افضلیت شائد اس بنا پر ہو۔ کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی بہتات

اور فساق و فجار کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ جب افضلیت اس بنا پر ہو۔ تو عین ممکن کہ وہ مخصوص حضرات باوجود اس کے کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی تعداد کم اور نافرمانوں کی زیادہ ہو اپنے ذاتی کمالات کی بنا پر تابعین و تبع تابعین سے افضل ہوں کیونکہ ان (تابعین و تبع تابعین) کی افضلیت ذاتی نہ تھی۔ بلکہ عرضی تھی۔ اس احتمال پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ پھر یہی احتمال دورِ صحابہ میں بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان پر بھی افضلیت کا راستہ کھل گیا۔ تو مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ احتمال فضول اور اس میں گفتگو کرنا بھی فضول ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت نعیم کا وعدہ فرمایا۔ وہ اس کے مقربین میں شامل کر لیے گئے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد گرامی یہ ہے۔ کہ ان کا ایک سیر جو فی سبیل اللہ خرچ کرنا دوسروں کے احد پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اور ان کا یہ مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے اس کی بے پایاں رحمت کی وجہ سے ہے۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ

مجدد صاحب رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کی بقدر ضرورت تشریح کے بعد اس کا مفہوم قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہو گا۔ اب ہم ان عنوانات کی طرف آتے ہیں۔ جو ماتم نعت خوان نے جناب مجدد کے اس مکتوب سے اخذ کیے۔ تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آ جائے۔

عنوان اوّل:

(انبیائے کرام کے ہم مرتبہ)

"صائم نعت خوان" نے اس عنوان کے لیے مجدد صاحب کی جو عبارت پیش نظر رکھی۔ وہ یہ ہے۔ "علماء امت اور احکم انبیاء داده" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے (مبلغینِ شریعتِ محمدی) کو انبیاء سابقین کا حکم دیا گیا۔ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ مجدد صاحب نے یہ جملہ اس بارے میں لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل کسی اولوالعزم پیغمبر کے انتقال کے بعد اس کی شریعت کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ اور نبی بھیج دیا کرتا تھا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کی شریعت تا قیامت جاری رکھنے کے لیے اس کی تبلیغ کا انتظام آپ کی امت کے علماء کے سپرد کیا گیا۔ اَب وہی کام جو پہلے اولوالعزم رسولوں کے انتقال فرمانے پر نبی کیا کرتے تھے وہی کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے پر آپ کی امت کے علماء وصلحاء سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی مضمون کو خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں یعنی جو کام بنی اسرائیل کے پیغمبر سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہی کام میری امت کے علماء کے سپرد فرمایا۔ اس سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ علماء کا مرتبہ انبیاء کرام کا سا ہو گیا۔ اور مرتبہ ومقام میں دونوں برابر ہو گئے۔ صرف صائم نعت خوان کے

جاہل ذہن کی اختراع ہے۔ جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرگز ہرگز کسی عالم کو کسی پیغمبر کے ہم مرتبہ نہ مانتے ہیں۔ اور نہ ایسا لکھ سکتے ہیں۔ اُن کی اس عبارت کا یہ مفہوم لے کر تعلیمات مجدد کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔ آیئے مجدد صاحب سے اس بارے میں مزید کچھ سنیں۔

عنوان اوّل کی تردید

امتی کو نبی کے ہم مرتبہ کہنے والا کافر، کذاب اور زندیق ہے (مجدد الف ثانی)

مکتوبات امام ربانی۔

از یں بیان لائح گشت کہ ہیچ فردے از امت اگرچہ در کمالات بدرجۂ علیا برسد بہ پیغمبر خود مساوات پیدا نہ کند زیرا کہ ایں ہمہ کمالات کہ اورا حاصل شدہ است بواسطۂ متابعت شریعت آں پیغمبر است علیہ الصلوٰۃ والسلام پس ایں ہمہ کمالات مر آں پیغمبر را نیز ثابت باشند با کمالات متابعان دیگر و کمالات مخصوصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہم چنیں آں فرد کامل بمرتبۂ ہیچ پیغمبرے نرسد اگرچہ آں پیغمبر را ہیچ یکے متابعت نکردہ باشد و دعوت او قبول ننمودہ بود چہ ہر پیغمبر بالاصالت صاحب دعوت است و بہ تبلیغ شریعت مامور انکار امتثال در دعوت و تبلیغ قصور پیدا نہ کند ونیز ظاہر است کہ ہیچ کمالے بمرتبۂ دعوت و تبلیغ نرسد۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۶۷ ص ۲۲ تا ۲۳)

ترجمہ: اس بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ اس امت کا کوئی فرد بھی خواہ

وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات جو اسے حاصل ہوئے ہیں۔ اس پیغمبر علیہ السلام کی شریعت کی متابعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ پس یہ تمام کمالات اس پیغمبر کو حاصل ہیں اور دوسرے پیروکاروں کے کمالات بھی۔ اور اسی طرح وہ فرد کامل کسی اور پیغمبر کے بھی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس پیغمبر کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہر پیغمبر بالاصل صاحب دعوت ہے اور تبلیغ دعوت کا مامور۔ اور امتوں کا انکار وعدم تبلیغ میں کوئی قصور پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ کوئی کمال بھی دعوت وتبلیغ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

لمحہ فکریہ:

صائم نعت خوان نے اپنی تصنیف "مشکل کشا" میں دوٹوک انداز میں لکھا ہے۔ کہ جناب مجدد صاحب کی تعلیمات کی مخالفت کرنے والے بدنصیب اور ناقابل معافی مجرم ہیں۔ آپ نے مسئلہ زیر بحث میں مجدد صاحب کے ارشادات ملاحظہ کیجیے۔ صائم کہتا ہے۔ کہ علماء کرام انبیاء عظام کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور یہ مجدد صاحب نے کہا ہے۔ اور مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ امتی نہ اپنے پیغمبر کا ہم مرتبہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی دوسرے پیغمبر کا۔ انبیاء کرام کا مخصوص مرتبہ ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صائم نعت خوان نے جناب مجدد پر افتراء باندھا۔

کوئی امتی، کسی صحابی کے مقام ومرتبہ کو نہیں پاسکتا۔ نبی کے مقام ومرتبہ تک رسائی کیسے ممکن

مکتوباتِ امام ربانی:

جماعہ کہ در صحبت اولیائے ایں امت زندگانی می نمایند از ایں رذائل نجات می یابند چہ کہ در صحبت افضل الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات عمر خود را صرف کردہ باشند واز برائے تائید ونصرت دین اور بذل اموال وانفس نمودہ بودند چہ احتمال دارد کہ ایں ذمائم در حق شان توہم نمودہ آید مگر آنکہ عظمت وبزرگی خیر البشر علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ از نظر ساقط شود عیاذ باللہ سبحانہ وصحبت او علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام از صحبت ولی امت ناقص تر متوہم گردد نعوذ باللہ سبحانہ منہ وحال آنکہ مقرر است کہ ہیچ ولی امتے بمرتبہ صحابی آں امت نرسد فکیف بہ نبی آں امت۔

(مکتوبات مکتوب ۲۴ دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۷۰)

ترجمہ: وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کرتے ہیں وہ بھی ان رذائل سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کیا دین کی مدد اور تائید میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کیا۔ ان میں یہ احتمال کیسے ہو سکتا ہے

کریہ بُرے اخلاق ان میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ شاگردان کی نگاہوں سے خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی وعظمت ساقط ہو چکی ہے۔ اس سے خدا کی پناہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ولی کی صحبت سے ناقص تر تصور ہوگی۔ اس سے اللہ کی پناہ) اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔

لمحہ فکریہ؛

مجدد صاحب کی اس تصریح سے ثابت ہوا۔ کہ کوئی ولی اپنے پیغمبر کے کسی صحابی سے ہرگز ہرگز افضل نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ صحابی نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اور صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو رذائل سے نجات دلادی۔ اسی طرح ولی بھی اپنے مرشد کی صحبت سے رذائل سے نجات پالیتا ہے۔ لیکن دونوں کا مقام ومرتبہ برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو جب ایک ولی اور عالم کا مقام صحابی کے مقام ومرتبہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تو نبی کے مقام ومرتبہ کی ہمسری کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ مجدد صاحب کا نظریہ یہ اور صائم نے مجدد صاحب کے حوالہ سے ان کا نظریہ یہ دکھایا۔ کہ علماء کا مقام ومرتبہ نبیوں کے برابر ہے۔ کیا یہ جناب مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر جھوٹ نہیں باندھا گیا۔ لہٰذا مجدد صاحب کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کر کے اُن کی مخالفت ہی نہیں۔ بلکہ ان کی تعلیمات کو مسخ کیا گیا ہے۔ اس لیے صائم کی (اپنے قول کے مطابق) یہ جرأت ناقابل معافی ہے۔ اور وہ بارگاہِ مجددیت کا مجرم ہے۔

٭

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک پیغمبر کے سب سے نچلے درجے کے بھی نیچے ہے

مکتوبات امام ربانی؛

کُمّلِ تابعان انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بجہت کمال متابعت وفرط محبت بلکہ بمحض عنایت وموہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب می نمایند بکلیت برنگ ایشاں منصبغ می گردند حتی کہ فرق نمی ماند درمیان متبوعان وتابعان الا بالاصالۃ والتبعیۃ والاولیتہ والاخریۃ مع ذالک ہیچ تابعی اگرچہ از تابعان افضل الرسل باشد بمرتبہ ہیچ نبی اگرچہ ادون انبیاء باشد نرسد۔ لہٰذا حضرت صدیق اکبر کہ افضل بشر است بعد از انبیاء سراو ہمیشہ زیر قدم پیغمبری باشد کہ او پایاں تر جمیع پیغمبراں است از اینجا است کہ مبادی تعینات جمیع انبیاء وارباب ایشاں از مقام اصل است ومبادی تعینات امتاں ازعالی وسافل وارباب ایشاں از مقامات ظلال آں اصل علی تفاوت الدرجات فَكَيْفَ يُتَصَوَّرُ الْمُسَاوَاتُ بَيْنَ الْاَصْلِ وَالظِّلِّ قَالَ اللہ تبارك و تعالٰی وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ وآنچہ گفتہ اند کہ تجلی ذات تعالٰی وتقدس درمیان انبیاء مخصوص بخاتم الرسل وکمل تابعان آں سرور

را از آں تجلی نصیب است نہ باں معنی است کہ تجلی ذات نصیب انبیاء است
و بہ تبعیت نصیب کمل است حاشا و کلا من ان یتصور ھذا
المعنی فان فیہ مزیۃ اولیاء علی الانبیاء بلکہ مخصوص
بودن آں تجلی باں سرور باں معنی است کہ دیگراں را حصول ان تجلی
بطفیل و تبعیت اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام و کمل اولیاء ایں امت را بہ تبعیت
او علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انبیاء بر خوان ایں نعمت عظمیٰ جلیس طفیلی او یند علیہ و علیہم
الصلوات والتحیات و اولیاء خادم آلش خور او، از جلیس طفیلے تا خادم آلش
خور فرق بسیار است۔ ایں مقام از مظلات اقدام است

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۴۳ ص ۴۹ - ۵۰)

ترجمہ:

انبیائے علیہم الصلوات والسلام کے کامل تابعدار کمال متابعت اور زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت و بخشش سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تابعوں اور متبوعوں کے درمیان سوائے اصالت اور تبعیت اور اولیت و آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا۔ باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسلؐ کے تابعداروں سے ہو کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر جو انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے قدموں کے نیچے رہتا ہے۔ جو تمام پیغمبروں کے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام

اصل سے ہیں۔ اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی تعینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے موافق ہیں۔ پھر اصل و ظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ بے شک ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ فتح یاب ہیں۔ اور ہمارا ہی لشکر غالب ہے۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے مخصوص ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل تابعداروں کو بھی اس تجلی سے حصہ حاصل ہے۔ وہ اس معنی کے لحاظ سے نہیں کہ تجلی ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے۔ اور تابعداری کے سبب ان کے کاملوں کو نصیب ہے۔ حاشا و کلا کہ اس سے یہ مطلب تصور کرے۔ کیونکہ اس میں اولیاء کی انبیاء پر زیادت ہے۔ بلکہ اس تجلی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ دوسروں کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اور تبعیت سے ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کو اسی تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت کے طفیل ہے۔ اور اس امت کے کامل اولیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت عظمیٰ کے دسترخوان پر ان کے طفیلی اور جلیس ہیں۔ اور اولیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم پس خوردہ کھانے والے۔ اور جلیس طفیلی اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے قدموں کے پھسلنے کی جگہ ہے

توضیح:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کچھ لوگوں کے ایک وہم کو دور فرمانے کے لیے

ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تجلی ذات جو صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپ کے طفیل آپ کی امت کے کاملین کو حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے سوا دوسرے کسی بھی پیغمبر کو حاصل نہیں۔ اس لیے یہ کہا جائے۔ کہ آپ کی امت کے کاملین بہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام سے افضل والے ہیں۔ دعا ئم نعت خوان بھی یہی وہم رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرات انبیائے کرام کو بھی وہ تجلی ذات حاصل ہے۔ اور وہ تمام حضرات اس نعمت عظمیٰ کے حصول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیلی اور جلیس ہیں۔ بقیہ کاملین امت خادم مجلس اور اس نعمت کے کھانے والوں سے بچا ہوا کھانے والے ہیں۔ اس لیے بہتر ہی تو کجا یہ کاملین آن انبیاء کرام کی برابری تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ امتیوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ابوبکر صدیق ہیں۔ اور وہ باوجود اتنی افضلیت کے کسی نبی سے برابری نہیں بلکہ سب سے نچلے درجے والے کے پاؤں میں اِن کا سر مبارک ہے۔

فرمان امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ امتی کی افضلیت جو نبی پر مانی جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی پناہ کی دعا مانگتے ہیں۔ یہ پناہ مانگنا ان کے نظریہ کی وضاحت کرتا ہے۔ یعنی تجلی ذات کے حصول کے اعتبار سے کسی کامل امتی کو کسی نبی سے افضل کہنا شیطانی وسوسہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس وسوسہ کے بارے میں پناہ طلب کرتا ہوں۔ امام ربانی پناہ مانگ رہے ہیں۔ اور صائم نعت خواں اسی بات کو آن کی طرف نسبت کر رہا ہے امام ربانی نے صرف پناہ مانگنے کے الفاظ دعائیہ ذکر فرما کر اس سے نفرت کا اظہار ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس عقیدہ کے قائل کو زندیق و کافر تک کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

بمیر محمد نعمان صدور یافتہ در جواب سوالہائے کردہ بود ند بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ پرسیدہ بود ند کہ گاہ است کہ سالک در وقت عروج خود را در مقامات اصحاب انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کہ باجماع از وافضل اند می یابد بلکہ بساست کہ خود را در مقامات انبیاء علیہم السلام می یابد حقیقت ایں معاملہ چیست بعضے مردم ازینجا مساوات آں سالک بارباب آں مقامات توہم می کنند و شرکت او را دریں مقامات با اہل آں مقامات در تخیل می آرند وباین توہم و تخیل رد و طعن او می نمایند و زبان ملامت و شکایت درحق او دراز می کنند کشف غطا از روئے ایں معما باید نمود۔ جوابش آنست کہ وصول اسافل بمقامات اعالی گاہ است کہ از قبیل وصول فقراء و محتاجان بود کہ با ابواب اصحاب دول و باامکنہ خاصہ ارباب نعم میسر گردد تا ازینجا حاجتے خواہند واز دول و نعم ایشاں دریوزہ نمایند دوراز کار بود کہ ایں وصول را مساوات و شرکت فہمد۔ ...... اگر اعتقاد دارند کہ صاحب ایں حال معتقد شرکت و مساوات است بارباب آں مقامات عالی پس او را کافر و زندیق تصور می کنند و از زمرۂ اہل اسلام می برآرند چہ شرکت در نبوت و مساوات با انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کفر است۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۹۹ ص ۱۲۴ تا ۱۲۵ مطبوعہ استنبول، ولدف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا۔ ان سوالوں کے جواب میں جو انہوں نے پوچھ بھیجے تھے۔ مجدد نے فرمایا آپ نے پوچھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عروج کے وقت سالک اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوات والسلام کے صحابہ کے مقام پر پاتا ہے۔ جو کہ بالاجماع اس سے افضل ہیں۔ بلکہ کئی دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے مقامات میں پاتا ہے اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔ بعض آدمی اسی وجہ سے اس سالک

کی ان مقامات کے اہل سے مساوات کا وہم کرتے ہیں۔ اور ان کی ان مقامات والوں سے شرکت خیال میں لاتے ہیں۔ اور اس تخیل و وہم کی بنا پر اس کی تردید کرتے ہیں اور اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں زبان ملامت و شکایت دراز کرتے ہیں اس معما کے چہرہ سے پردہ ہٹا دینا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نچلے لوگوں کا اوپر والوں کے مقامات پر پہنچنا کبھی تو اس طرح ہوتا ہے۔ کہ جیسے فقیر اور محتاج جو کہ دولت مندوں کے دروازے پر ارباب نعمت کی خاص جگہوں پر اس لیے جاتے ہیں۔ کہ وہاں سے حاجت چاہیں۔ اور ان نعمت اور دولت سے گدائی کریں۔ اور جو اس وصول کو مساوات اور شرکت سمجھتا ہے۔ وہ بے ہودہ آدمی ہے...... اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا وہ ان مقامات والوں سے شرکت اور برابری کا معتقد ہے۔ اس کو ہم کافر اور زندیق تصور کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے اُسے خارج کرتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کے ساتھ شرکت اور مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

لمحہ فکریہ:

"علماء انبیاء کے ہم مرتبہ ہوتے ہیں"، صائم نعت خوان کا یہ عنوان اور پھر اس کی تائید کے طور پر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ جناب مجدد تو کاملین کو حضرات انبیائے کرام کے گدا اور منگتے فرمائیں۔ اور برابری و مساوات کے قائل کو کافر و دین اسلام سے خارج کہیں۔ اور صائم نعت خوان اِن کا نام لے کر قارئین کو یہ تاثر دے کہ یہ عقیدہ اور نظریہ میرا نہیں بلکہ مجدد الف ثانی کا ہے۔ تو گویا بحوالہ مذکورہ ایک تو خود اپنے آپ کو مذکورہ عقیدہ رکھنے کی بنا پر (بحکم مجدد الف ثانی) دائرہ اسلام سے

خارج کر رہا ہے۔ اور دوسرا خود مجدد صاحب کو ان کے قول کے مطابق معاذ اللہ کافر و زندیق بنانے پر تلا ہوا ہے۔ ھذا بہتان عظیم۔

نوٹ: جناب مجدد صاحب کے مذکورہ مکتوب سے یہ تو واضح ہو گیا۔ کہ کوئی کامل امتی حضرات انبیاء کرام کے مقام و مرتبہ کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے۔ کہ امتی کا عروج مقام انبیاء تک ہو؟ اس کا جواب خود مجدد الف ثانی صاحب دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

ارباب معقول گفتہ اند کہ دخان مرکب از اجزائے ارضی و اجزائے ناریت وقتیکہ دخان صعود نماید اجزائے ارضی بمصاحبت اجزائے ناری بالا خواہند رفت و بحصول قسر قاسر عروج خواہند نمود گفتہ اند اگر دخان قوی باشد عروج او تا کرہ نار متحقق میشود دریں صعود اجزائے ارضی بمقامات اجزاء آبی و اجزاء ہوائی کہ بالطبع تفوق دارند خواہند رسید و از آنجا عروج نمودہ بالا خواہند رفت دریں صورت نمی تواں گفت کہ رتبہ

اجزائے ارضی بلند تر است از مرتبہ

اجزائے آبی و ہوائی چہ آں تفوق باعتبار قاسر بودہ است نہ باعتبار ذات و بعد از وصول بکرہ نار چوں آں اجزاء ارضی ہبوط نمایند و بمرکز طبعی خود برسند ہر آئینہ مقام ایں ہا فروتر از مقام آب و ہوا خواہد بود پس در ما نحن فیہ عروج آں سالک از آں مقامات باعتبار قاسر است کہ آں قاسر افراط حرارت محبت است و قوت جذب عشق باعتبار ذات مقام او تحت آں مقامات است (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۲۰۸ ص ۱۰۱ تا ۱۰۲)

ترجمہ: معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے۔ کہ دھواں خاکی اور آتشی اجزاء

سے مرکب ہے۔ جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے۔ تو خاکی اجزاء آتشی اجزاء کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاسر کا قسر حاصل ہونے سے عروج کر جاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے۔ کہ اگر دھواں قوی ہو تو وہ کرۂ نار تک چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی، اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں۔ پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رُتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرۂ نار تک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے خاکی نیچے گریں گے۔ اور اپنے اصل مرکز پہ پہنچیں گے۔ تو بے شک ان کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہوگا پس بحث مذکورہ میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے۔ اور وہ قاسر سرگرمی محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا خلاصہ یہ کہ کسی سالک کی مقام انبیاء تک رسائی یوں ہے۔ کہ جیسا اجزائے ارض کو اپنی ذاتی قوت سے اجزائے ناری اوپر لے گئے۔ یا جس طرح کسی چڑیا کو باز نے اپنے پنجوں میں پکڑا۔ اور بہت اوپر لے گیا۔ نہ اجزائے ارضی باعتبار اپنی ذات کے اوپر گئے۔ نہ چڑیا کو اتنی بلندی میسر۔ تو اسی طرح سالک کی کیا مجال کہ از خود اُن مقاماتِ انبیاء تک رسائی پا سکے۔ بس کسی نے اچھالا۔ اوپر پھینکا تو وہاں ہاتھ لگ گیا۔ جب کسی کے زور کا اثر ختم ہوا۔ تو پھر اپنی طبعی و ذاتی

حالت پر آ گیا۔ خود مجدد صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقامات پر لے گئے۔ جو میرے ذاتی نہ تھے بہر حال ان مقامات کی حقیقت صاحب مقامات ہی جانیں۔ لیکن جنہیں علم نہیں یا کچھ دور سے ایک کامل امتی اور کسی پیغمبر کو ایک جگہ ایک مقام پر کسی نے دیکھ لیا۔ تو یہ خیال نہ کرے۔ کہ دونوں کا مقام برابر ہوگیا۔ جیسا کہ صائم نعت خوان نے محض عبارت (اور وہ بھی ایک جگہ کی) کو دیکھ کر دونوں کا مقام ایک کہہ دیا حضرت مجدد ایسے نظریہ والے کی تردید فرماتے ہیں۔ اور اسے کافر تک قرار دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ولائیت کو نبوت پر ترجیح دینا یوں ہے

جیسا کہ کفر کو اسلام سے افضل کہنا ہے

مکتوبات امام ربانی:

فقیر در کتب و در رسائل خود نوشتہ است وتحقیق نمودہ کہ کمالات نبوت حکم دریائے محیط دارد و کمالات ولایت در جنب آں قطرۂ ایست محقر۔ اما چہ تواں کرد جمع از نارسائی بکمالات نبوت گفتہ اند۔ الولایۃ افضل من النبوۃ و جمع دیگر در توجیہ آں گفتہ اند کہ ولایت نبی افضل است از نبوت او۔ ایں ہر دو فریق حقیقتِ نبوت را نادانستہ حکم بر غائب کردہ اند نزدیک بایں حکم است حکم ترجیح سکر بر صحو۔ اگر حقیقت صحو را می دانستند ہرگز سکر را بہ صحو نسبت نمی دادند۔ ؎
چہ نسبت خاک را بعالم پاک
ما ناکہ صحو خواص را مماثل صحو عوام دانستہ سکر را براں ترجیح دادہ اند کاش سکر خواص را نیز مماثل سکر عوام دانستہ جرأت بایں حکم می نمودند۔ چہ مقرر عقلا است کہ صحو بہتر است از سکر اگر صحو و سکر مجازی است ایں حکم ثابت است و اگر حقیقی است نیز ایں حکم ثابت ولایت را از نبوۃ افضل گفتن و سکر را بر صحو ترجیح دادن در رنگ آنست کہ کسے کفر را بر اسلام ترجیح دہد۔ و جہل را از علم بہتر" داند۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۸ ص ۱۳۹ تا ۱۴۰)

ترجمہ:۔ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے۔ اور تحقیق کی ہے۔ کہ کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن کیا کریں۔ جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور ایک جماعت نے ان کے قول کی یہ توجیہہ کی ہے۔ کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھا اور غائب پر حکم لگا دیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے

خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت ہے۔ جن لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خاص کے سکر کی طرح سمجھتے۔ اور اس حکم پر جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک یہ ثابت و مقرر ہے۔ کہ صحو سکر سے بہتر ہے۔ اور صحو و سکر مجازی ہے۔ تو پھر یہ حکم مجازی ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا اور سکر کو صحو پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے۔ اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔

صائم نعت خوان کے عنوان اول کی تردید خود جناب مجدد الف ثانی کے اقوال و ارشادات سے آپ نے ملاحظہ کی۔ وہ تو ولی کو نبی سے یا ولایت کو نبوت سے افضل ماننے والے پر اظہار افسوس فرماتے ہیں۔ اور اُسے ان دونوں کی حقیقت سے ناآشنا بتا کر فرماتے ہیں۔ کہ یوں ہوگا۔ کہ کوئی شخص کفر کو اسلام سے افضل کہے تو جس طرح اسکی بات اُس کے مُنہ پر دے مارنے کے قابل ہے۔ اسی طرح ولایت

کو نبوت سے افضل قرار دینے والا بھی انتہائی جاہل بے علم بلکہ دائرہ اسلام سے خارج
ہے۔ لہٰذا ان تحریمات وارشادات کی روشنی میں "صائم نعت خوان" اپنے گریبان
میں منہ جھانک کر دیکھے۔ کہ جناب مجدد کیا فرماتے ہیں۔ اور میں نے اُن کا نام لے کر
ان کا کیسا نظریہ بیان کیا؟

نوٹ:

صائم نعت خوان نے اس گفتگو کے دوران لکھا ہے۔ کہ فاضل بریلوی
جناب اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے تفضیلی لوگوں کو رافضی نہیں
کہا۔ یعنی جو لوگ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے
کے قائل ہیں۔ انہیں شیعہ رافضی نہیں کہا۔ اس سے دراصل وہ قارئین کو باور
کرانا چاہتا ہے۔ کہ اگرچہ میں (صائم) علی المرتضےٰ کی افضلیت کا قائل ہوں لیکن
بقول اعلیٰ حضرت اس عقیدہ والا رافضی نہیں۔ اس لیے مجھے اس عقیدہ کی بنا پر رافضیوں
میں کہیں شامل نہ کر دینا۔ ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ اس مغالطہ کو بھی ساتھ ہی ساتھ دُور
کر دیا جائے۔ لہٰذا ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی مبارکہ سے آپ کا نظریہ
پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فتاوی رضویہ:

آج کل کے عام رافضی منکران ضروریات دین اور بالاجماع امت کفار
مرتدین ہیں۔ کما حققناہ فی فتاوٰنا فی المقالۃ
المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ۔ علاوہ اور کفریات
کے دو کفر تو ان کے عالم و جاہل مرد و عورت سب کو شامل ہیں۔ مولا علی
کرم اللہ وجہہ کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا۔

اور جو کوئی کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے۔
(فتاوی رضویہ حصہ دوم کتاب النکاح ص ۱۵ المکتبہ نبویہ لاہور)

خلاصۂ کلام:

مجدد الف ثانی اور مجدد مائۃ حاضرہ دونوں نے کسی غیر نبی کو نبی پر افضل کہنے والے کو
کافر کہا۔ اسلام سے خارج کہا۔ اور صائم نعت خوان کو اصرار ہے۔ کہ وہ علماء انبیاء
کے ہم مرتبہ" ہیں۔ اور پھر اس نظریہ کو مجدد الف ثانی کا نظریہ بتا کر پیش کیا گیا جب
صائم نعت خوان ان دونوں بزرگوں کی قدر و منزلت تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر ان
کے ارشادات کو اپنے معتقدات کیوں نہیں سمجھتا۔ شائد یہ بھوت سوار ہو۔ کہ وہ
دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ اب میں اپنی دوکانداری چمکاؤں۔ اور مجدد
کہلاؤں۔ اگر اس کا شوق ہے۔ تو شرم کس چیز کی۔ لوگ جھوٹے پیغمبر بننے سے
نہ شرمائے۔ فرشتوں تک ہونے کا دعویٰ کیا۔ کسی نے اُن کا کیا بگاڑ لیا۔ ہم
اس موقعہ پر یہی مشورہ دیتے ہیں۔ کہ ابھی در توبہ کھلا ہے۔ اور ہر گناہ کی معافی مل
سکتی ہے۔ اس لیے اولیں فرصت میں صراط مستقیم کی طرف صائم کو واپس آجانا
چاہیئے۔ اور رافضیوں کی خوشی کے اسباب مہیا کرنے کی بجائے اپنی آخرت
کی بہتری کے اسباب مہیا کیے جائیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان دوم: اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات: عنوان سوم: ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔

ان دونوں عنوانوں کی تردید۔

عنوان ثانی "صحابہ کرام جیسے کمالات اور عنوان ثالث" ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے "، ان دونوں کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ مخصوص اولیاء کرام کہ جن کو صحابہ کرام جیسے کمالات عطا ہوئے۔ وہ اور صحابہ کرام فضیلت میں مساوی ہیں۔ صحابہ کرام کو فضیلت نہیں دی جا سکتی۔ اس غلط نظریے کی تردید ہم شروع میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ کاملین اولیاء کے کمالات اگرچہ حضرات صحابہ کرام جیسے ہیں۔ لیکن قیاس اور رائے کے ذریعہ یہاں افضلیت کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے الفاظ " لا یدری "، دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ لا ادری نہیں فرمایا۔ اس لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کمال تشابہ کے ہوتے ہوئے ان میں سے افضل کا علم عطا فرما دیا ہے۔ سو آپ خداداد علم کی بدولت فرماتے ہیں۔ کہ خیر القرون قرنی۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام کے مراتب کسی دوسرے امتی کو حاصل نہیں۔ اس لیے ان کی افضلیت مقرر ہے۔ جناب مجدد صاحب اسی افضلیت کو دو ٹوک انداز میں ایک اور مکتوب میں ذکر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوب امام ربانی:

بالجملہ مدار افادہ و استفادہ ایں طریقہ بر صحبت است۔ بگفتن و نوشتن کفایت نمی شود۔ حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند قدس سرہ کہ طریقہ ما صحبت است و اصحاب کرام بدولت صحبت خیر البشر علیہ الصلوات

والتسلیمات از اولیاء امت افضل آمدند کہ ہیچ ولی بمرتبہ صحابی نرسد اگرچہ اویس قرنی باشد۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۱۸۹ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: مختصر یہ کہ اس طریقہ میں افادہ اور استفادہ کا دارومدار صحبت پر ہے۔ کہنا اور لکھنا کافی نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ اور اصحاب کرام صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی اولیاء امت سے افضل ہیں۔ کہ کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ وہ اویس قرنی ہی کیوں نہ ہوں۔

لمحہ فکریہ:

اس مکتوب میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر صحابی یعنی امت کے اولیاء کرام میں سے ہر ایک کے بارے میں واضح ارشاد فرما دیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ایسی سعادت ہے۔ کہ کوئی بھی اس درجہ کو نہیں پا سکتا۔ حضرت اویس قرنی کی مثال پیش فرمائی۔ یہ وہ بزرگ ہیں۔ کہ جن کی شفاعت سے ہزاروں گناہ گاروں کا کام بن جائے گا۔ جیسا کہ کتب احادیث میں ہے۔ اور خود مجدد صاحب بھی اس سلسلہ سے متعلق ہیں۔ گویا حقیقت بیان کرنے وقت مجدد صاحب نے اپنے آپ یا اپنے سلسلہ کے مورث اعلیٰ کی بھی کوئی رعایت نہ کی۔ یہ تو تھا مجدد صاحب کا نظریہ۔ صائم نعت خوان ان کی طرف سے جس نظریے کی تبلیغ کر رہا ہے۔ وہ اس کا اپنا بنایا ہوا ہے صرف اس میں قوت پیدا کرنے کے لیے مجدد صاحب کا نام استعمال کیا گیا ہے حالانکہ مجدد صاحب کئی ایک مقامات پر اپنے نظریے کی تشریح فرما چکے ہیں۔ ان کے نزدیک قاعدہ یہ ہے۔ کہ فضائل و مناقب کی بنا پر ادنیٰ اور اعلیٰ کا فرق

نہیں۔ کیونکہ اس سے بہت سے امتی اپنے نبی سے بڑھے ہوئے نظر آئیں گے۔ جس کی بنا پر امتی کو افضل کہنا پڑے گا۔ اور یہ ہرگز درست نہیں۔

مکتوبات امام ربانی:

جمعے نظر بر کثرت فضائل و مناقب دیگراں انداختہ در افضلیت او توقف می نمایند نہ میدانند اگر سبب افضلیت کثرت فضائل و مناقب بود لبساعت کہ بعضے از احاد امت کہ ایں فضائل دارند از نبی خود افضل باشند کہ ایں فضائل ندارد۔

(مکتوبات امام ربانی۔ حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب نمبر ۹ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: ایک جماعت نے دوسرے لوگوں کے کثرت فضائل و مناقب پر نظر رکھی ہے۔ اور ان کی افضلیت میں توقف کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر افضلیت کا سبب کثرت فضائل و مناقب ہوتا تو ایسا بھی ہوتا کہ بعض احاد امت جو یہ فضائل رکھتے ہیں اپنے نبی سے بھی افضل ہو جاتے جو یہ فضائل نہ رکھتا۔

صائم نعت خوان بھی اسی جماعت کا ایک فرد نظر آتا ہے۔ جو فضائل و مناقب کو وجہ افضلیت قرار دیتی ہے۔ مجدد صاحب نے ایسی جماعت کو حقیقت سے بے علم فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس نظریہ کی نتیجہ کے طور پر تردید و تغلیط فرمائی۔ وہ یہ کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر کسی امتی کا اپنے پیغمبر سے افضل ہونا بھی ثابت ہوگا۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے کتب بھری پڑی ہیں ادھر امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل "وحشی" کے بارے میں اتنے فضائل و مناقب

مذکور نہیں۔ لیکن اس کے باوجود صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے "وحشی" کو افضل فرمایا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

نیز بخانِ اعظم صدور یافتہ در مداحی طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ اسرارہم و مناسب ایں طریق بطریق اصحاب کرام علی صاحبہم علیہم الصلوٰۃ والسلام و بیان افضلیت اصحاب کرام بر دیگراں اگرچہ اویس قرنی باشد یا عمر مروانی۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ طریق حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم مبنی بر اندراج نہایت در بدایت است۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودہ اند کہ ما نہایت را در بدایت درج می کنیم و ایں طریقہ بعینہ طریق اصحاب کرام است رضی اللہ عنہم۔ چہ ایں بزرگواراں را در اول صحبت آنسرور علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات آں میسر می شود کہ اولیائے امت را در نہایت النہایت شمہ ازاں کمال دست می دہد لہٰذا وحشی قاتل حمزہ علیہ الرحمۃ کہ یک مرتبہ در بدو اسلام خود لبشرف صحبت سید اولین و آخرین علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات مشرف شدہ بود از اویس قرنی کہ خیر التابعین است افضل آمد و آنچہ وحشی را در اول صحبت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ والصلوٰۃ والسلام میسر شد اویس قرنی را باآں خصوصیت در انتہاء میسر نہ شد لاجرم بہترین قرون اصحاب گشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔ کلمہ ثم کار دیگراں را در پس انداخت و اشارت بہ بعد درجہ نمود شخصے از عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سوال کرد۔ آیہما

اَفْضَلُ مُعَاوِیَۃُ اَمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ الْغُبَارُ الَّذِیْ دَخَلَ اَنْفَ فَرَسِ مُعَاوِیَۃَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرٌ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ کَذَا مَرَّۃً۔

(مکتوبات امام ربانی حصہ دوم دفتر اول مکتوب ۶۶ صفحہ ۴۷ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاھور)

ترجمہ: حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ کا طریقہ نہایت کی ابتداء میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے کیونکہ ان بزرگوں یعنی صحابہ کرام کو حضور کی پہلی ہی صحبت سے وہ کچھ میسّر آگیا۔ جو کہ اولیاء امت کو نہایت انسانیت میں بھی جا کر اس کمال کا تھوڑا سا حصہ ہاتھ آتا ہے۔ لہٰذا وحشی رضی اللہ عنہ قاتل امیر حمزہ جسے ایک ہی مرتبہ ابتداء اسلام میں صحبت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا۔ اویس قرنی سے جو کہ خیر التابعین ہیں۔ افضل قرار پایا۔ اور وحشی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اول صحبت میں جو کچھ میسّر آیا۔ اویس قرنی کو اپنے خصوصیات کے باوجود انتہاء میں میسّر نہ ہوا۔ لازمی طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ کلمہ ثُمّ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجہ کی دُوری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا۔ کہ امیر معاویہ رضؓ افضل ہیں۔ یا عمر بن عبدالعزیزؒ۔ تو آپ نے جواب دیا۔ وہ غبار جو حضور کی معیّت میں امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا تھا۔ وہ کئی مرتبہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل و بہتر ہے

لمحہ فکریہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک کس واضح انداز میں ذکر فرمایا۔ اور اس کی دو مثالیں بھی بطور شواہد ذکر فرمائیں۔ جس کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کو جو صحبت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم میسّر ہوئی۔ کوئی افضلیت و منقبت اس کا بدل نہیں یا مقابل نہیں ہو سکتی۔ یہ حضرات صحبت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تمام امت کے کاملین سے افضل و بہتر ہیں۔ اویس قرنی رضؓ کے فضائل بے شک بکثرت اور وحشی کے قبل اسلام بے شک گناہ بہت بڑے لیکن ایک کو صحبت نہ ملی تو باوجود کثرت فضائل کے دوسرے صحبت پانے والے کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ کسی صحابی کو رسول خدا کی معیت میں رہ کر جو گرد و غبار اس پر یا اس کی سواری پر پڑا۔ مجدد صاحب کے نزدیک غیر صحابی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اب صائم نعت خوان سے کوئی پوچھے۔ تم نے مجدد صاحب کا نظریہ جو بیان کیا ہے۔ وہ کہاں سے لیا ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ فریبی نے قارئین کو دھوکہ دے کر اپنا مقصد پورا کرنے کی سعی لاحاصل کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

عنوان چہارم

(۱) امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں ملا۔)

مُشکل کُشا

سوال: وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باوجود نبی ہونے کے نہ ملا۔

جواب: وہ کمال حقیقۃ الحقائق سے وصول واتحاد ہے۔ جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اخص الخواص کا حصہ ہے۔ اور جب تک امت میں سے نہ ہو اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور توسط کا حجاب نہیں اٹھ سکتا۔ جو کہ اتحاد کے وسیلہ سے میسر ہوتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے کنتم خیر امۃ الخ۔ مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۴۸ مکتوب نمبر ۱۲۲

(۲) امتی پیغمبر سے اوپر جا سکتا ہے

اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت کے طفیل سے بعض پیغمبروں کے اوپر بھی چلا جائے۔ تو خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہو گا مکتوب ۱۲۲ ص ۹۸ حصہ دوم

(مشکل کشا تصنیف صائم نعت خوان فیصل آبادی ص ۱۰ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

عنوان چہارم کے تحت میں دونوں ذیلی عنوانوں کی تردید

عنوان چہارم کے تحت جو باتیں صائم نعت خوان نے ذکر کیں۔ اگرچہ وہ الفاظ جناب مجدد صاحب کی فارسی عبارت کا ترجمہ تو بنتے ہیں۔ لیکن صائم نعت خواں اور جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے اس عبارت سے مقاصد و مطالب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صائم کے پیش نظر یہ بات ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح ایسی عبارات کا سہارا لے کر قارئین پر یہ ثابت کیا جائے۔ کہ کچھ امتی ایسے بھی ہیں۔ جن میں نبیوں سے بھی زیادہ فضائل موجود ہیں۔ لہٰذا وہ امتی نبی سے بڑا ہو سکتا ہے۔ جب یہ قاعدہ اور اصول طے پا گیا۔ تو اب اگر یہ کہا جائے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرات انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟ لیکن کمال چالاکی سے صائم نے مجدد صاحب کے مکتوب میں سے کچھ عبارت چھوڑ کر اول و آخر کو لیا۔ اور درمیان سے چھلانگ لگائی۔ تاکہ مجدد صاحب کا اپنا نظریہ لوگوں کے سامنے نہ آسکے۔ اس لیے ہم اسی مکتوب کی پوری عبارت درج کر رہے ہیں۔ جس کو بنیاد بنا کر عنوان چہارم اختراع کیا گیا۔

مکتوبات: سوال:

ازیں بیان لازم می آید فضل خواص ایں امت را بر انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات؟

جواب:

ہیچ لازم نمی آید ایں قدر ثابت شد کہ خواص ایں امت با انبیاء دراں

دولت شرکت دارند مع ذالک کمالات دیگر بسیار است کہ انبیاء را
بآں مزیت و اختصاص است علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات
اخص خواص ایں امت اگر بسیار ترقی نماید سر او تا پائے پیغمبرے
کہ اَدون پیغمبراں است نہ رسد۔ مساوات و مزیت چہ گنجائش دارد
قال اللہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین
علیہم الصلوات والتسلیمات واگر فردِ از امتاں بطفیل و
تبعیت پیغمبر خود از بعض پیغمبراں بالا رود بعنوان خادمیت و تبعیت
خواہد بود و معلوم است کہ خادم را با ہمگنان مخدوم غیر از خادمیت و تبعیت
چہ نسبت خواہد بود کہ خادم و طفیلی در ہمہ وقت طفیلی است۔

(مکتوبات امام ربانی حصہ نہم دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۲۲ ص ۱۵۴ مطبوعہ
روٗف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: سوال:

اس بیان سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے خواص انبیاء علی نبینا و
علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔

ترجمہ: جواب:

یہ بالکل لازم نہیں آتا۔ صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس امت
کے خواص اس دولت میں انبیاء کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ اور اس
کے باوجود دوسرے کمالات بہت ہیں کہ انبیاء کو ان کے ساتھ
برابری اور خصوصیت ہے علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ اس امت
کے اخص الخواص اگر بہت ترقی بھی کریں گے۔ تو ان کا سر کسی ادنیٰ
پیغمبر کے قدم تک نہیں پہنچ سکتا۔ مساوات اور بزرگی کی کیا گنجائش ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین
کہ ہماری بات اپنے پیغمبر بندوں کے لیے پہلے گزر چکی ہے۔
اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت اور طفیل میں بعض پیغمبروں
سے اوپر بھی چلا جائے تو وہ خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہو
گا۔ اور معلوم ہے کہ خادم کو اپنے مخدوم کے ہمسروں سے سوائے
خادمیت اور تبعیت کے اور کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ کہ خادم اور طفیل
ہر وقت خادم اور طفیلی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

عنوان پنجم

امتی کے وسیلے سے حضور علیہ السلام کو کمال حاصل ہوا

مشکل کشا: تاجدار سلطنت نقشبندیہ امام ربانی مجدد الف ثانی مندرجہ بالا عبارت کے بعد مزید دقیق نقطے بیان کرنے کے بعد اپنے مقصد کی کھلے طور پر وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ۔ اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط وہ محبوبیت ہے اور محبیت سے ملا ہوا ہے۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولائت کا منشاء ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے۔ اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولائت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ دو عظیم ولائتوں کے طفیل سے مرکز و محیط کے کمال کا جامع ہوا۔ اور یہ طے شدہ بات ہے۔ کہ ہر وہ کمال جو امت کو میسر آتا ہے۔ وہ کمال اس امت کے نبی کو بھی حاصل ہے۔ بحکم مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس فرد کے ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے۔ (مشکل کشا مصنفہ صائم چشتی نعت خواں فیصل آبادی ص ۱۰۸ مطبوعہ چشتیہ کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)

عنوان پنجم کی تردید:

صرف نعت خوان صائم علیہ ما علیہ نے مندرجہ بالا عنوان اس لیے باندھا کہ ثابت کیا جاسکے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے کمالات

کسی امتی کے وسیلہ اور سبب سے حاصل ہوئے۔ آپ کی ذات مقدسہ میں بالاصل نہ تھے۔ کچھ ایسی ہی مذموم و قبیح عبارت دیوبندیوں نے بھی لکھی ہے۔ یہ عنوان اور موضوع کس قدر بُرا اور قابل مذمت ہے۔؟ اسی لیے شیخ الحدیث قبلہ ابو البرکات سید احمد صاحب مرحوم امیر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف کچھ مولویوں کی ایسی عبارت کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ (یعنی امتی بسا اوقات اعمال میں نبی سے بڑھ جاتا ہے) اس کے معانی تو معانی رہے دیکھئے الفاظ کتنے خبیث ہیں۔ بہر حال جس خبیث نظریہ اور مفہوم کو صائم نے مذکور عنوان سے ظاہر کیا ہے۔ اس کی خباثت ظاہر و باہر ہے۔ اسی طرح اس عنوان سے جو مقصد اور مطلب اخذ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ اخبث ہے۔ کیونکہ ثابت یہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کمال اِن کے سبب سے حاصل ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں "پیغمبروں سے افضل ہونے" کا عقیدہ شیعہ رافضیوں کا ہے۔ اہل سنت کا نہیں۔ اس لیے شیعہ عقیدہ کو صائم نے اہل سنت کے ایک عظیم علمی و روحانی پیشوا کی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جس سے نہ صرف صائم نے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ تاجدار سلطنت نقشبندیہ کو بھی بدنام اور اہل سنت سے خارج کر کے شیعہ ثابت کر دکھانے کی مذموم جسارت کی۔

مجدد صاحب علیہ رحمۃ اللہ نے اپنے مخصوص انداز میں ولائت ابراہیمی کو صباحت اور ولائت محمدی کو ملاحت سے تعبیر کیا ہے۔ پھر اس کی وضاحت

بھی فرمائی۔ لیکن اس دقیق اور علمی مقام کو سمجھنا صائم ایسے نعت خوان کے بس کی بات نہیں۔ مجدد صاحب کی اصل عبارت اگر صحیح ترجمہ بھی یہ شخص کر سکے تو غنیمت ہے رہا اس کے مفہوم و مطلوب تک کی رسائی تو یہ کسی صاحبِ بصیرت کا کام ہے کور باطن اسے کیا سمجھے گا۔ ہم ابھی یہ بتائیں گے۔ کہ صائم نے اپنے مذموم عنوان کے تحت مجدد صاحب کی جس عبارت سے استدلال کیا۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ عنوان کچھ اور ہے اور عبارتِ مجدد کچھ اور مقصود رکھتی ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

صائم نعت خوان نے مذکورہ عبارت سے جو اخذ کیا۔ وہ مفہوم خود مجدد صاحب نے اس عبارت (جو کہ صائم نے نقل کی۔) کے بعد اس کی وضاحت خود فرمائی۔ فرماتے ہیں۔

"کوئی جاہل آدمی یہ نہ سمجھے کہ نبی نے اس فرد امت سے کمال حاصل کیا ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس فرد نے وہ کمال درحقیقت نبی سے حاصل کیا ہے"

پھر مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس بارے میں ایک دو مثالیں بھی بیان فرمائیں۔ مثلاً فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بادشاہ اپنے لشکر اور اپنی فوج کی مدد سے کسی ملک کو فتح کرتا ہے۔ یا کسی قلعہ پر قبضہ کر لیتا ہے۔ تو اس میں بادشاہ کی امداد لینے سے فوج کو بادشاہ پر فضیلت حاصل نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ اس فوج نے لڑائی وغیرہ کے ذریعہ جو فتح حاصل کی۔ وہ دراصل اسی بادشاہ کے ساز و سامان مہیا کرنے کی وجہ سے تھی۔ اس ساز و سامان کی وجہ سے فوج کو کامیابی ہوئی۔ یہ کمال دراصل بادشاہ کے احسان کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح ایک اور مثال دیکھیں۔ کہ اگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو ساتھ لے کر جنگیں لڑیں۔ تو اس کا مطلب یہ

نہیں کہ نبی میں وہ کمال نہیں جو اس نے صحابہ سے حاصل کیا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام میں جو بھی کمال پیدا ہوا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور آپ کے ہی وسیلہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے وسیلہ اور واسطہ سے لوگوں تک اپنا پیغام۔ اس کے رسول نے جہاد کیا۔ اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے وسیلہ و واسطہ کے بغیر لوگوں کو ایمان و اسلام نہیں دے سکتا اور اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے سلسلہ میں وہ محتاج ہے؟ جو یہ کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں لانے میں رسولوں کا محتاج ہے۔ وہ کافر اور دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے۔

اگر صائم میں تلاشِ حقیقت، دیانتداری اور ایمانداری ہوتی۔ تو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارت کے ساتھ اُن کی وضاحت والی عبارت بھی ذکر کرتا۔ تاکہ قارئین کو جناب مجدد صاحب کے ارشادات کا صحیح مفہوم معلوم ہو جاتا لیکن ایسا کرنے سے صائم کی اپنی مراد اور من گھڑت رافضی نظریہ مجدد صاحب کی عبارت سے ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی یہ کہ "تمام انبیاء کرام، حضرت علی المرتضیٰؓ سے فیض لیتے ہیں"۔ قارئین کرام کے لیے حقیقت واضح کرنے کی خاطر ہم ذیل میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت درج کر رہے ہیں۔ جو صائم کی منقولہ عبارت کے بعد آپ نے تحریر فرمائی ہے۔

مکتوبات امام ربانی:

اما تقص آں نبی ازیں لازم نیامد و آں فرد را مرتبہ بایں توسط برآں نبی حاصل نہ شود چہ آں فرد ایں کمال را بمتابعت آں نبی

یافتہ است و بہ طفیل او بایں دولت رسیدہ پس آں کمال فی الحقیقت از آں نبی است و نتیجہ متابعت او ست و آں فرد بیش از خادم او نیست کہ از خزائن او خرج کردہ لباسہائے مزیّن و فرشہائے مزیّن تیار کردہ می آرد کہ باعث مزید حسن و جمال مخدوم میگردد و در عظمت و کبریائے او می افزائد ایں جا کدام نقص مخدوم است و کدام مزیت خادم۔

(مکتوبات امام ربانی حصہ نہم دفتر سوم مکتوب ۱۲۴ ص ۶۶ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: لیکن اس طرح سے نبی میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور اس فرد کو اس وسیلہ بننے سے نبی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس فرد نے اس کمال کو اس نبی سے ہی حاصل کیا ہے۔ اور اسی کے طفیل سے اس دولت تک پہنچا ہے۔ پس حقیقت میں وہ کمال اسی نبی کی ملکیت ہے اور اسی کی متابعت کا نتیجہ ہے اور وہ فرد اس کا خادم ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس نے اسی کے خزانوں سے خرچ کیا۔ اور خوش نما لباس اور قیمتی فرش تیار کرکے لایا ہے جو کہ مخدوم کے حسن و جمال میں مزید اضافہ کا باعث ہیں۔ اور اس کی عظمت و کبریائی بڑھاتا ہے۔ اس جگہ مخدوم کا نقص کیا ہے۔ اور خادم کی کون سی فضیلت ہے؟

لمحہ فکریہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت اور اپنے مافی الضمیر کا مفہوم و مطلب جو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا۔ اس کی صائم نعت خواں کے قائم کردہ

عنوان سے کوئی مناسبت و مطابقت نہیں۔ کیونکہ صائم کا مقصود اس کے مفروضہ عنوان سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ "نبی بعض کمالات میں امتی کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس احتیاجی کی وجہ سے امتی مرتبہ میں ممتاز و بلند و بالا ہو جاتا ہے"۔ مجدد صاحب نے اس مفہوم کی صاف صاف تردید فرمائی۔ اور اس صاحب کو نبی کا خادم اور نبی کا ہی سرلیس بیان کیا۔ کہاں خادم و مخدوم؟ اور کہاں ... مالک و الانت دار؟

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقصود کو مزید واضح کرتے ہوئے ایک اور مثال بھی ذکر فرمائی۔ "کَانَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَستَفتِحُ بِصَعَالِیکَ الْمُهَاجِرِینَ"، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم غریب مہاجرین کے وسیلہ سے فتح طلب فرمایا کرتے تھے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے۔ کہ جو کمالات ان غریب مہاجرین میں تھے اُن سے اللہ تعالی کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خالی تھے۔؟ نہیں نہیں بلکہ اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے۔ کہ جن غریب و مسکین مہاجرین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور اللہ تعالی نے اس کی برکت سے انہیں جو شان و عظمت عطاء فرمائی اُسے وسیلہ بنایا جا رہا ہے۔ جو درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کمال ہے۔ مہاجرین کا ذاتی نہیں بلکہ عطاء شدہ کمال ہے۔ دیکھئے! مجدد صاحب نے کتنی صراحت و وضاحت کے ساتھ مثالیں پیش فرما کر اپنی عبارت کا صحیح اور اصلی مفہوم سمجھایا۔ لیکن صائم نعت خواں اپنے مذموم و قبیح مقصد کو ثابت کرنے کے لیے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرتا نظر آ رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان ششم

کمالات انبیاء سے الحاق

مُشکل کُشا:

تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات و والتحیات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر اصحاب میں بھی متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات انبیاء علیہم الصلوات والبرکات سے ملحق ہے۔ شائد ایسے ہی شخص کے حق میں حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا ہے۔ لایدری اولھم خیر ام اٰخرھم یعنی معلوم نہیں کہ کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے۔ (مکتوب نمبر ۲۹ دفتر دوم حصہ اول ص ۱۰۴۷)

تاجدار سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی کی ان توجیہات کو جان لینے

کے بعد اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے۔ کہ انبیاء سابقین کے کمالات سے اس امت کے کمالات کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ اور یہ امر عقیدۂ اہل سنت کے مطابق نہیں تو اس کے اپنے ذوق کی بات ہے۔ ہم تو اس بات پر صرف یہی ایک راز منکشف کرنے پر اکتفا کریں گے

ے

ہیں وہ دیوانے جو دیوانہ سمجھتے ہیں مجھے
ٹھوکریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں میں

(مشکل کشا ص ۱۰۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

عنوان ششم کی تردید

انبیاء کرام اور غیر انبیاء کو کمالات میں ہم وزن قرار دینا اور وہ بھی تبعیت کے ساتھ تفصیل طلب ہے۔ ہم اس سلسلے میں گزارش کر چکے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی و من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا۔ وہ قیامت میں ان لوگوں کی معیت پائے گا۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا۔ وہ انبیاء صدیق شہداء اور صالحین ہیں۔) اس مفہوم کو واضح کرتا ہے لیکن صائم نعت خوان جناب مجدد صاحب کی عبارت سے اپنے غلط مقصد کی تائید حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مجدد صاحب کا اس عبارت سے مقصد یہ کہ سالک اور صحابی پیغمبر کے تابع ہو کر جنت میں ان کمالات کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوگا۔ جو کمالات اُسے دنیا میں تبعیت کی بدولت ملے۔ لیکن صائم نعت خوان کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ سالک اور صحابی کو انبیاء کرام کا ہم مرتبہ ثابت

کرے۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لا یدری اولھم خیر الخ کے ذریعہ محض رائے اور قیاس سے استشہاد پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ اس ارشاد میں رائے اور قیاس کو دخل ہی نہیں۔ اسی لیے آپ نے لا یدری فرمایا لا ادری کے الفاظ ارشاد نہ فرمائے۔ اور پھر آپ نے اپنے علم و معرفت سے اس کا فیصلہ بھی فرما دیا۔ کہ خیر القرون قرنی الخ۔ اسی کی تائید اسی مکتوب میں جناب مجدد نے یوں فرمائی۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجوہ خیر است آنجا سخن کردن از فضولی است۔ (بہر حال حضرات صحابہ کرام کا دور وہ تمام ادوار سے بہتر ہے۔ اس میں گفتگو کرنا فضول است) اس طرح یہ فیصلہ فرما دیا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے ساتھ کسی غیر صحابی کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ مجدد صاحب تو اسے فضول فرمائیں۔ اور صائم نعت خوان موازنہ کرنے کے حق میں ہے۔ اور اس کے خلاف کو گمانِ غلط کہہ رہا ہے۔ اور اس نظریے کے منکرین کو دیوانہ کہا جا رہا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق و شوق اور صائم نعت خوان کا ذوق و شوق دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک صاحب ذوق "مجدد الف ثانی" اور دوسرا صاحب ذوق "ننگ انسانی" ہے۔ اس کا خود بھی اقرار کر رہا ہے۔ "ٹھوکریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں" یعنی بخوبی اسے علم ہے۔ کہ کاملین امت کبھی بھی کسی پیغمبر سے افضل نہیں ہو سکتے۔ یہی مجدد صاحب کا عقیدہ ہے۔ لیکن دانستہ طور پر میں ٹھوکریں کھا رہا ہوں اور مجدد صاحب کی تعلیمات کی غلط تفسیر پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ یہ بڑی بدبختی ہوگی۔ کہ جب کوئی ایرا غیرا کسی کامل اور پھر مجدد الف ثانی جیسے مجدد سے ٹکر لے۔ یہ سب کچھ صائم نعت خوان نے رافضیوں کو خوش کرنے کے لیے پاپڑ بیلے۔ جس طرح پہلے عنوانات میں جناب مجدد کی عبارات مکمل پیش نہ کی گئیں۔ ان میں سے اپنے مقصد کی عبارت لے کر لوگوں کو

دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اسی طرح اس مکتوب کی عبارت اگر پوری ذکر کر دی جاتی تو مسئلہ واضح ہو جاتا۔ اس لیے ہم اس مکتوب کی مکمل عبارت پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

بسید عبد الباقی سارنگپوری صدور یافتہ در بیان اصحاب یمین و اصحاب شمال و سابقاں کہ یک قدم بر شمال و قدم دیگر بر یمین نہادہ اند و گوئے سبقت بہ میدان اصل بردہ اند و ما یناسب ذالک۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ بداں ارشدک اللہ تعالیٰ کہ اصحاب شمال اصحاب حجب ظلمانی اند و اصحاب یمین ارباب حجب نورانی سابقاں آنند کہ از یں حجب و از آں حجب برآمدہ اند و یک قدم بر شمال و قدم دیگر بر یمین نہادہ گوئے سبقت بمیدان اصل بردہ اند و از ظلال لامکانی و ظلال وجوبی بالا گزشتہ و از اسم و صفت و از شان و اعتبار جز ذات نخواستہ تعالیٰ و تقدس اصحاب شمال ارباب کفر و شقاوت اند و اصحاب یمین اہل اسلام و ارباب ولایت اند و سابقاں بالاصالت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات و بہ تبعیت ہر کرا ایں دولت مشرف سازند این دولت بیشتر بہ تبعیت و را کابر اصحاب انبیاء است علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات و در سبیل قلت و ندرت در غیر اصحاب نیز متحقق است و فی الحقیقۃ ایں شخص نیز از زمرۂ اصحاب است و ملحق بکمالات انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات در حق او مخبر فرمود علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام لا یدری اولھم خیر ام آخرھم ہر چند

فرمودہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام خیر القرون قرنی ایں را باعتبار قرون گفتہ
وآں را باعتبار اشخاص واللہ سبحانہ اعلم لیکن اجماع اہل سنت ست بر
افضلیت شیخین بعد از انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کسے نیست
کہ برابو بکر سبقت کردہ باشد اسبق سابقان ایں امت اوست واقدم
پیشینیان ایں ملت او وحضرت فاروق تبوسل او بدولت افضلیت
مشرف گشتہ است وبتوسط او از دیگراں بالا گشتہ از اینجا است کہ
فاروق را خلیفہ صدیق می گفتند و در خطبہ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ می خواندند
شہسوار ایں معاملہ حضرت صدیق است وحضرت فاروق ردیف اوست
خوش ردیف کہ بشہسوار موافقت نماید و باخص اوصاف او مشارکت
فرماید۔ بر سرِ اصل سخن رویم و گوئیم کہ سابقان از احکام یمین وشمال خارج
اند واز معاملات ظلمانی و نورانی فرق۔ کتاب ایشاں ورا کتاب یمین
وکتاب شمال است ومحاسبہ شان ورا محاسبۂ اصحاب یمین واصحٰ
شمال کار وبار ایشاں علیحدہ است وغنج ودلال بانیاں جدا اصحاب
یمین در رنگ اصحاب شمال از کمالات شاں چہ دریابند وارباب
ولایت در رنگ عامہ مومناں از اسرار ایشاں چہ فرا گیرند
حروف مقطعات قرآنی رموز اسرار شان است ومتشابہات فرقانی
کنوز مدارج وصول ایشاں وصول باصل ایشاں را از ظل فارغ ساختہ
است وارباب ظلال را از حریم خاص ایشاں دور داشتہ۔

(مکتوب امام ربانی دفتر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر ۲۹ صفحہ نمبر ۹۸ تا ۹۹۔
مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: سید عبد الباقی رنگپوری کی طرف صادر فرمایا۔ اصحاب یمین

اصحاب شمال اور سابقین کے بیان میں۔ جنہوں نے ایک قدم شمال اور
دوسرا قدم یمین میں رکھا ہوا ہے۔ اور سبقت کا گیند میدان اصل تک
لے گئے ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ
تجھے رشد وہدایت عطاء کرے۔ جان کہ اصحاب شمال وہ لوگ ہیں
جو تاریک پردوں میں ہیں۔ اور اصحاب یمین نورانی پردوں والے
سابقین وہ ہیں جو ان ظلمانی اور نورانی پردوں سے باہر نکلے ہوئے
ہیں۔ اور ایک قدم شمال پر اور دوسرا یمین پر رکھ کر سبقت کا گیند میدان
اصل میں لے گئے ہیں۔ اور امکانی وجوبی ظلال سے اوپر گزر گئے ہیں
اور انہوں نے اسم وصفت اور شان واعتبار سے سوائے ذات
تعالیٰ وتقدس کے کچھ نہیں چاہا۔ اصحاب شمال کفر وشقاوت والے
ہیں۔ اور اصحاب یمین اہل اسلام اور ارباب ولایت ہیں۔ اور بالا
اصالۃ سابقین انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں۔ تابع ہونے کے
اعتبار سے جسے بھی اس دولت سے مشرف کردیں۔ تبعیت کے
طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے اکابر صحابہ
میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت وندرت کے طور پر غیر اصحاب میں بھی
متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص گروہ انبیاء میں شامل اور کمالات
انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے ملحق ہے۔ شائد ایسے ہی شخص
کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یدری اولھم خیر
ام آخرھم نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ ان کے اگلے بہتر ہیں یا پچھلے۔
اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ خیر القرون قرنی سب
زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ کیونکہ اپنے زمانے کو قرون کے

اعتبار سے بہتر فرمایا۔ اور آخری زمانے کو اشخاص کے لحاظ سے واللہ اعلم۔

لیکن انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد افضلیت ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ ایسا کوئی نہیں۔ جو ابوبکر پر سبقت لے گیا ہو۔ اس امت کے سابقین کے پیش رو وہ ہیں۔ اور اس امت کے پہلوں کے بھی پہلے آپ ہیں۔ اور حضرت فاروق آپ کے توسل کی بدولت افضلیت سے مشرف ہوئے۔ اور خطبہ میں آپ کو رسول اللہ کے خلیفہ کا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس معاملے کے شاہسوار حضرت صدیق ہیں۔ اور حضرت فاروق ان کے ردیف ہیں۔ کیا اچھا ردیف ہے جو اپنے شاہسوار سے موافقت کرتا اور اس کے خصوصی اوصاف میں شرکت فرماتا ہے۔ ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سابقین یمین وشمال کے احکام سے خارج ہیں۔ اور ظلمانی و نورانی معاملات سے اوپر ہیں۔ ان کے اعمال نامے کتاب یمین اور کتاب شمال سے جدا ہیں۔ ان کا محاسبہ اصحاب یمین اور اصحاب شمال کے محاسبہ کے علاوہ ہے۔ ان کے ساتھ کاروبار علیحدہ اور ان کے ساتھ کرشمہ جدا ہے۔ اصحاب یمین اصحاب شمال کی طرح ان کمالات سے کیا پا سکتے ہیں۔ اور ارباب ولایت۔ ان کے اسرار سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ مقطعات قرآنی کے حروف ان کے اسرار و رموز اور متشابہات قرآنی ان کے مدارج کے وصول کے خزانے ہیں۔ اصل سے وصول نے انہیں ظل سے فارغ کر دیا۔ اور ارباب ظلال کو ان کے حریم خاص سے دور کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب درج بالا کے چند فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اصحاب شمال یعنی تاریک پردوں والے کافر اور بدبخت لوگ ہیں۔

۲۔ اصحاب یمین نورانی پردوں والے مسلمان اور اولیاء کرام ہیں۔

۳۔ سابقون دراصل پیغمبر ہیں۔ اور ان کی اتباع میں یہ مقام اکابر صحابہ کرام کو بکثرت اور غیر صحابہ کو بقلت ملتا ہے۔

۴۔ غیر صحابی کہ جس کو درجہ سابقین عطا ہوتا ہے وہ بھی صحابہ کرام کے زمرہ میں اور انبیاء کرام کے کمالات سے ملحق ہے۔

۵۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام کے بعد ابوبکر و عمر افضل ہیں۔ ان میں سے فاروق اعظم کی افضلیت ابوبکر کے توسل سے ہے۔

۶۔ سابقون احکام میں اصحاب یمین وشمال سے جدا ہیں۔ تاریک پردوں اور نورانی پردوں سے کہیں اوپر ہیں۔ کہ ان کی کتاب اعمال ان سے علیحدہ ہے۔

۷۔ اصحاب یمین (مسلمان و اولیائے امت) سابقون کے کمالات کو پانے سے اسی طرح قاصر ہیں جس طرح اصحاب شمال۔

۸۔ اربابِ ظلال (اولیاء، اقطاب، ابدال) سابقون کے حریم خاص سے بہت دور رہتے ہیں۔

ان امور کو مد نظر رکھ کر جناب مجدد کا نظریہ خود سمجھ آ جاتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک عام مسلمان ہو یا صاحب ولایت کبھی بھی صحابہ کرام کے کمالات نہیں پا سکتا۔ لہذا اس کی افضلیت قطعاً ناممکن۔ اسی طرح امت مسلمہ کا کوئی فرد سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق کے مرتبہ و کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جب ایک امتی کا اپنے نبی کے صحابی کے مقام کو پانا ناممکن ہو تو یہ کیونکر ممکن کہ وہ خود نبی کے مقام کو حاصل کر سکے؟ ایک طرف

جناب مجدد صاحب کے ارشادات اور دوسری طرف صائم نعت خوان کی ان کے
مکتوب میں خیانت کرنا اور پھر اس سے اپنا غلط مقصد پورا کر کے دکھانا کون سی
دیانت داری ہو سکتی ہے؟ جنہیں خود صائم علم کے دریا کہے اور ان کی مخالفت
سے ڈرائے۔ کیا یہ لوگوں کو دھمکانے کے لیے تھا۔ خود ان کے ارشادات کے
سامنے سر تسلیم خم کیوں نہ کیا۔ اور ان کی مخالفت سے خوف کیوں نہ آیا؟ اہل سنت
کا بقول مجدد الف ثانی اجماعی عقیدہ چھوڑ کر بمطابق فیصلہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم
(من شذ شذ فی النار) خود صائم صاحب نے اپنی آخرت کا معاملہ
سخت تر کر لیا ________ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عنوان ہفتم ==== حضرت علی خلیفہ بلافصل ؓ

مُشکل کُشا

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کا رسول کا خلیفہ اعظم اور جانشین اول جس صورت
میں ہم نے بیان کیا ہے قطعی طور پر درست ہے اور اس کے لیے ہم ہزاروں
مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر امور سلطنت اسلامیہ اور حدود شرعیہ کے نفاذ کے
لیے جس مسند خلافت پر حضرت ابو بکر متمکن ہوئے اس میں یقیناً وہی خلیفہ اول
بلافصل اور جانشین رسول ہیں۔

خلافت اس کو کہتے ھیں؛

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ بلا شک و ریب روحانی طور پر تاجدار انبیاء
کے خلیفہ اول ہیں۔ اور اہل طریقت کے نزدیک یہ مسئلہ قطعی طور پر اجماعی ہے
اگر کوئی شخص بزعم خویش تصور کرتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر ہی روحانی طور پر

بھی آپ کے خلیفہ اول ہیں۔ تو یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا۔ اولیاء کرام کا کثیر گروہ اس امر
پر متفق ہے۔ کہ ولایت و قطبیت کبریٰ اعلیٰ ترین مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس قدر مقدس ہستی کو متمکن فرمایا۔ وہ آپ کے اہل بیت کرام ہی ہیں۔ اور ان تمام
ائمہ اہل بیت میں سے پہلا نمبر تاجدار اولیاء و اصفیاء امیر المومنین سیدنا حیدر کرار علیہ السلام
کا علمی وراثت اور روحانی خلافت جناب شیر خدا سے پہلے کسی دوسرے کے لیے
ثابت کرنا محض حقائق سے اعراض اور صداقت سے انحراف کے مترادف ہے
رسول اللہ کے بعد اخی رسول زوج بتول سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
سلطنت روحانیہ کے تاجدار اول ہیں۔ اور آپ کی اس اولیت میں کوئی بھی آپ کا
شریک و سہیم نہیں۔ (مشکل کشا ص ۲۷۱ تا ۲۷۵)

عنوان ہفتم کی تردید

"حضرت علی خلیفہ بلافصل ہیں" صائم نعت خوان نے اس عنوان میں "خلافت
بلافصل" کے لیے کوئی قید نہیں لگائی۔ یعنی مطلقاً خلافت بلافصل کہہ کر تمام اعتبارات
سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "بلافصل خلیفہ"
کہا ہے۔ عنوان میں خلافت روحانی یا خلافت تسلطانی کسی کا تذکرہ نہیں۔ قارئین کرام
آپ جانتے ہیں۔ کہ ہمارے اور اہل تشیع کے درمیان من جملہ اختلافی مسائل
میں ایک "خلافت بلافصل" کا مسئلہ بھی ہے۔ ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے
قائل و معتقد اور اہل تشیع علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے مثبت ہیں۔ صائم نعت خوان
کا عنوان کو اطلاق پر چھوڑنا شیعہ نوازی نہیں اقرار رافضیت نظر آتا ہے۔
اس اطلاق کی وجہ سے جب اس نے اپنا رافضی ہونا مان لیا۔ تو پھر یاد آیا کہ میں
تو سنی کہلاتا ہوں۔ اور عقیدہ شیعوں والا بیان کر رہا ہوں۔ اب اس نے

اہل تشیع کا ایسے مقام پر چلایا جانے والا حربہ یعنی تقیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے "خلافتِ روحانی" کا سہارا لیا۔ گویا "لا دین لمن لا تقیۃ لہ" کے ذریعہ اپنے دین کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں۔ تو پھر عنوان میں دھوکہ دینے سے کیا مطلب؟ صائم کے کلام میں تناقض موجود ہے۔ مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اعظم اور جانشین اول ہیں۔ آپ روحانی اعتبار سے قطعی اور اجماعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اوّل ہیں۔ ایک اور جگہ صائم نعت خوان کی تحریر ملاحظہ ہو۔

الصدیق:

نبوت اور صداقت کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا صدیق کی اس تفسیر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ صدیق کا مرتبہ نبوت کے بعد علم و فضل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وصف کی وجہ سے ہے۔ جو صدیق انسان کے لیے بیان ہوا ہے اور ایسے ہی وہ دلیل ہے جو قرآن کے لفظ سے دلالت کرتی ہے۔ کہ نبی اور صدیق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے دل میں خبر دینے والے رسول کی بات داخل ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت الایمان میں رسول کے ساتھ اور اعلیٰ اثبات کے لیے قریب کی جہت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے متعلقات سے ہوتی ہے۔ اور یہ کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی مقام حائل نہیں

ودل تفسیر الصدیق بما ذکرنا علی انہ لا مرتبۃ بعد النبوۃ فی الفضل والعلم الا ھذا الوصف وھو کون الانسان صدیقا وکما دل الدلیل علیہ فقد دل لفظ القران علیہ فانہ انما ذکر الصدیق والنبی لم یجعل بینہما واسطۃ یدخلھا فی

قول المخبر الرسول ومتعلقہ فی الحقیقۃ الایمان بالرسل ویکون الایمان باللہ علی جھۃ القربۃ ولیس بین النبوۃ والصدیقیۃ۔

(روح البیان جلد ۱۰ ص ۷۶)

(الصدیق تصنیف صائم نعت خوان فیصل آبادی ص ۲۰۳ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

مقام غور:

"الصدیق" نامی تصنیف میں صائم نعت خوان سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روح البیان کے حوالہ سے یہ ذکر کیا۔ کہ نبوت کے بعد اگر مرتبہ مقام ہے تو وہ صدیق اکبر کا ہے۔ لا مرتبۃ بعد النبوۃ فی الفضل والعلم الا ھذا الوصف۔

اس عبارت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری نہیں بلکہ باطنی کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ یہ وہی روحانی خلافت ہے۔ کہ جس کے بارے میں "مشکل کشا" میں صائم نے حضرت علی المرتضیٰ کے لیے باجماع صوفیاء اور اولیاء کرام اس کا قول کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی عبارت میں تناقض موجود ہے۔ دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے روحانی اور ظاہری خلافت کا چکر چلایا۔ یہ اس کے "تقیہ" کی کارستانی ہے۔ جہاں تک یہ لاف زنی کی گئی۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بلافصل خلیفہ روحانیت میں ہونا تمام اہل طریقت کا اجماعی اور متفق علیہ ہے۔ لیکن صائم ہی اس کو جانتا ہے۔ کہ وہ کون سے اہل طریقت ہیں۔ جن کا یہ قول ہے۔ اگر

قطعی اور متفق علیہ ہے۔ تو اس کی دلیل صائم نعت خوان کو ضرور پیش کرنی چاہیے
تھی۔ جناب مجدد صاحب جو اہل طریقت کے مشہور اور معروف فرد ہیں۔ جن کی علمیت و
روحانیت پر صائم کو بھی یقین ہے۔ اس بارے میں آپ کا ارشاد ہم پیش خدمت
کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

فوق مقام ولایت مقام شہادت است ونسبت ولایت بہ شہادت
نسبت تجلی صوری وتجلی ذات است بل بعد ما بینهما
اكثر من بعد هذين التجليتين كذا مرّ.
وفوق مقام شہادت صدیقیت است وتفاوتیکہ میان ایں دو مقام
است۔ اجل من ان يعبر عنه بعبارةٍ واعظم من
ان يشار اليه باشارة وفوق آں مقامے نیست الا للنبوۃ علی
اھلھا الصلوات والتسلیمات ونشاید کہ میان صدیقیت ونبوۃ مقامے
بودہ باشد بلکہ محال است وایں حکم بہ محالیت او بکشف صریح صحیح
معلوم گشتہ۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ اول مکتوب ۱۱ ص ۳۸ مطبوعہ
روٴف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت
شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صوری
تجلی ذاتی کے سامنے بلکہ ان دو نسبتوں میں بُعد اور فاصلہ ان دو تجلیوں
کے بُعد اور فاصلہ سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام
کے بعد صدیقیت کا مقام ہے۔ اور وہ فرق وتفاوت جو ان

دو مقاموں کے درمیان ہے۔ وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی
عبارت سے تعبیر کیا جائے۔ اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی
طرف اشارہ کیا جائے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام
نہیں مگر مقام نبوت ہے۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی
مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے اور اس کے محال
ہونے کا حکم کشف صریح صحیح سے معلوم ہو چکا ہے۔

لمحہ فکریہ:

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کے اور صدیقیت کے
درمیان کسی درجے اور مقام کو تسلیم کرنا محال قرار دیا ہے۔ اور گویا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے ساتھ بلافصل اگر کسی کا مقام و مرتبہ ہے
تو وہ صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ مجدد صاحب کا ارشاد مرتبۂ روحانی کے بیان
کے لیے ہے نہ کہ مرتبہ ظاہری کے لیے۔ جب روحانی طور پر صدیق اکبر کا مقام
فاصل کا محتاج نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ روحانی طور پر خلافت بلافصل بھی صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔ اور انہیں ہی مسلّم ہے۔ اسی پر اہل طریقت کا اتفاق ہے
لہٰذا صائم نعت خوان کا عنوان "علی خلیفہ بلافصل"، اور پھر اس کی روحانی خلیفہ بلافصل
سے توجیہہ پیش کرنا اہل سنت اور اہل طریقت سب کے نزدیک غلط اور باطل
ٹھہری۔ صرف اس عنوان نے صائم کی شیعیت ثابت کر دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان ہشتم = علی کیوں افضل ہیں

مشکل کشا

جناب مجدد الف ثانی کے مذکورہ بالا تصورات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اولیائے امت کے اس فرمان کی تکذیب کرنا پڑے گی جن کا دعویٰ ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ قادریہ تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حالانکہ اولیاء کبار کا یہ ارشاد قطعی طور پر درست ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ قادریہ جناب حیدر کرار پر منتہی ہونے کے ساتھ ساتھ جناب غوث اعظم سے منسوب ہے۔ اور غوث اعظم کے کمالات روحانیہ جو انہیں جناب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم وجہہ الکریم اور دیگر ائمہ اہل بیت کی وساطت سے حاصل تھے ان کا عشر عشیر بھی کسی ولی کو نصیب نہیں۔ غوث اعظم کا یہ فرمان شاہد عدل ہے۔ ہمارا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر مجدد صاحب کی یہ دلیل درست ہے۔ کہ وہی روحانی سلسلہ افضل و اعلیٰ ہے جو امت کے افضل ترین شخص پر منتہی ہوتا ہے۔ تو پھر کسی اضطرار و اضطراب کے ساتھ تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ جناب شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام امت محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوات والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ کیونکہ جناب شیر خدا پر منتہی ہونے والا سلسلہ عالیہ قادریہ اولیاء کبار کے فرامین کے مطابق تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد مائۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیل حیدر کرار کو رفض قرار نہیں دیا۔ (مشکل کشا ص ۲۸۴-۲۸۵)

عنوان ہشتم کی تردید

جس طرح گذشتہ عنوانات کو مجدد الف ثانی کے نام سے صائم لغت خوان نے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور ہم نے اس کی غلطی کھول کر رکھ دی۔ اب اسی طرح عنوان ہشتم کو بھی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس میں مجدد صاحب کے ارشادات بالکل مخالفت میں ہیں۔ اس لیے یہاں صائم کا رویہ بہت تبدیل ہو گیا۔ یہی مجدد صاحب ہیں۔ کہ جن کے بارے میں اس نے شروع کتاب میں لکھا، "مجدد صاحب کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلالت علمی کے سامنے ان لوگوں کی کیا حیثیت ہے جو مجدد صاحب کی مخالفت کرتے ہیں۔" اس کے بعد مزید لکھا کہ "کس بد نصیب کو مجالِ دم زدنی ہے کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحبِ استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابل معافی جرم کا مرتکب ہونے کی جرأت کر سکے" اور اب چونکہ "علی کیوں افضل نہیں" کے عنوان کی تائید مجدد الف ثانی کے ارشادات سے نہ مل سکی۔ تو ان کی مخالفت پر اُتر آیا۔ اس مخالفت میں نہ اسے اُن کا مقام ارفع و اعلیٰ نظر آیا۔ نہ جلالت علمی کا پاس رہا۔ اور نہ ہی اپنے نصیب پر رحم کھایا۔ اور ناقابل معافی جُرم کا بڑی ڈھٹائی سے ارتکاب کیا۔ گویا اپنے جال میں خود پھنس گیا۔ یہ صرف اسی عنوان میں ہی نہیں۔ بلکہ تمام گذشتہ عنوانات میں اس نے مجدد صاحب سے اختلاف ہی کیا ہے۔ لیکن وہاں دھوکہ دہی کے طور پر اُن کو اپنا حامی ظاہر کیا۔ اور اس عنوان میں بالکل کھُل کر سامنے آگیا۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

عنوان ہشتم سے صائم کا مقصد یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام افراد
امت سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کی افضلیت ابوبکر صدیق و عمر فاروق اور عثمان غنی
پر بھی ہے۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ترین امت نہیں بلکہ علی المرتضیٰ ہیں۔
مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بلکہ اہل سنت کا اجماعی اتفاقی عقیدہ ہے۔ کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے افضل ترین شخصیت ابوبکر صدیق ہیں۔ اسی
عقیدہ کی ترجمانی ہر سنی خطیب دوران خطبہ کرتا ہے۔ افضل البشر بعد الانبیا بالتحقیق
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔

جناب مجدد صاحب چونکہ نقشبندی ہونے کے واسطہ سے اپنا سلسلہ روحانی
ابوبکر صدیق سے رکھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے سلسلہ کی بڑائی کے لیے
ایک دلیل پیش فرمائی۔ وہ یہ کہ اس سلسلہ کی افضلیت کی یہ دلیل ہے۔ کہ اس کی
انتہا اس شخصیت پر ہوتی ہے۔ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ہے۔ اور
وہ ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ یہ ان کی ذاتی دلیل ہے۔ اسی طرح دوسرے
سلاسل کے متوسلین اپنے اپنے سلسلہ کے اعلیٰ و ارفع ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں
اس پر کوئی جرح یا اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جو شخص جس سلسلہ سے منسلک ہے۔
وہ اسے محبوب سمجھتا ہے۔ اور اس کی افضلیت جانتا ہے۔ ہر ماں اپنے بیٹے
کو "چاند" کہتی ہے۔ اور اس جیسا کسی کو نہیں سمجھتی۔ ہر بیٹا اپنے باپ کو اعلیٰ و ارفع
سمجھتا ہے۔ اس پر اعتراض کرنا بے وقوفی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے۔ کہ قطع نظر
کسی سلسلہ سے وابستگی کے امت میں سے کون سا شخص افضل ترین ہے۔ جو لوگ
سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک نہیں وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ کہ وہ شخصیت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کی تائید میں ایک نہیں ہزاروں اقوال پیش
کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم یاد دہانی کے لیے صرف امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ

(جن کا ذکر خود صائم نے اس عنوان میں بھی کیا ہے) مولنا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
کا قول پیش کرتے ہیں۔ جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ
رضی اللہ عنہ کو افضل ترین کہنے والے پر رفض کا فتوےٰ نہیں لگاتے۔

فتاوی افریقہ:

سوال میں چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ برابر کہا۔ یہ خلاف عقیدہ
اہل سنت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا
مرتبہ سب سے زائد ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر مذہب
منصور میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جو چاروں
کو برابر جانے وہ سنی نہیں۔

اس فتوے کی رو سے صائم نعت خوان "سنی" نہ رہا۔ کیونکہ وہ علی المرتضیٰ کی
افضلیت کا قائل اور مبلغ ہے۔ اور یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ بلکہ اعلیٰ
حضرت کے نزدیک تو چاروں کو برابر مرتبہ و مقام دینے والا بھی "سنی" نہیں ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک مشہور اعتراض:

میں ہی صدیق اکبرؓ ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبرؓ کہے وہ کذاب ہے

(علی رضی اللہ عنہ)

ابن ماجہ شریف:

حدثنا محمد بن اسماعیل روی حدثنا عبیداللہ بن موسیٰ ابناء العلاء بن صالح عن المنہال عن عباد بن عبد اللہ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اَنَا الصِّدِّیْقُ الاَکْبَرُ لاَ یَقُوْلُھَا بَعْدِیْ اِلاَّ کَذَّابٌ صَلَّیْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِیْنَ۔

(ابن ماجہ شریف ص ۱۲ ذکر فضل علی بن ابی طالب مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ: عبادہ بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسولِ خدا کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد ان باتوں میں وہی کہے گا۔ جو کذاب ہوگا۔ میں نے دوسرے لوگوں سے سات برس پہلے نمازیں پڑھیں۔

روایت مذکورہ میں "صدیق اکبر" کا لقب خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے ذکر فرمایا۔ اور پھر اس شخص کو کذّاب بھی فرمایا۔ جو اسے کسی اور کے لیے استعمال کرے۔ لہٰذا اہل سنت وجماعت اس لقب کو "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ" کے لیے استعمال کرکے کذّاب ہوئے۔ ان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسد و بغض کا اظہار اس سے ہوتا ہے۔

جواب: روایت مذکورہ کے دو حصے ہیں۔ **حصہ اول:** علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ میں صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبر کہے وہ کذاب ہے۔

حصہ دوم:

آپ نے سب سے پہلے سات سال نمازیں پڑھیں۔ روایات میں کچھ ایسی بھی ہیں۔ جن میں ان دونوں کو یکجا اور بعض میں علیحدہ علیحدہ ذکر کیا گیا ہے بہر حال ہم دونوں کا بالترتیب جواب لکھتے ہیں۔

جوابِ حصّہ اوّل

اس روایت میں چار راوی یا تو شیعہ ہیں یا کذّاب و مجروح

ابن ماجہ شریف میں روایت مذکورہ میں دونوں مسئلے موجود ہیں۔ اور ان کی پوری سند بھی دی گئی ہے۔ اس کی سند میں عبیداللہ بن موسیٰ، علاء بن صالح منہال اور عباد بن عبداللہ چاروں پر محدثین کرام نے سخت جرح کی ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

عبید اللہ بن موسیٰ: تہذیب التہذیب:

وَ کَانَ یَتَشَیَّعُ وَ یَرْوِیْ اَحَادِیْثَ فِی التَّشَیُّعِ مُنْکَرَۃً وَ ضُعِّفَ بِذَالِکَ عِنْدَ کَثِیْرٍ مِّنَ النَّاسِ ...... وَقَالَ یعقوب بن سفیان شِیْعِیٌّ وَ اِنْ قَالَ قَائِلٌ رَافِضِیٌّ لَمْ اُنْکِرْ عَلَیْہِ وَ ھُوَ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ و قال الجوزجانی وعبیداللہ بن موسیٰ اَغْلٰی وَ اَسْوَأُ مَذْھَبًا وَ اَرْوٰی لِلْعَجَائِبِ

و قال الحاکم سمعت قاسم بن قاسم السیاری
سمعت ابا مسلم البغدادی الحافظ یقول
عبید اللہ بن موسیٰ من المتروکین ترکہ
احمد لتشیعہ ...... و کان یفرط فی التشیع
و قال احمد روی مناکیر و قد رأیتہ
بمکۃ فاعرضت عنہ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۵۳ حرف العین بیروت)

ترجمہ: اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ اور تشیع کے بارے میں منکر احادیث کی روایت کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے کثیر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یعقوب بن سفیان نے اسے شیعی کہا۔ اور اگر اسے کوئی رافضی کہتا۔ تو اس سے کوئی انکار نہ تھا۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن جوزجانی کے بقول عبید اللہ مذہبی طور پر بہت غالی اور برا آدمی تھا۔ عجائبات کی روایت کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ حاکم نے کہا۔ کہ میں نے قاسم بن قاسم سے انہوں نے ابو مسلم حافظ بغدادی سے یہ سنا۔ کہ عبید اللہ بن موسیٰ متروک راویوں میں شامل ہے۔ امام احمد نے اسے تشیع کی وجہ سے چھوڑ دیا...... تشیع میں غلو کرتا تھا۔ امام احمد نے اس کی منکرین الحدیث میں شمار کیا۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ لیکن اس سے منہ پھیر لیا تھا۔

میزان الاعتدال:

و قال ابو داود کان شیعیا منحرفا

و روی المیمونی عن احمد کان عبید اللہ
صاحب تخلیط حدث باحادیث سوء
و اخرج تلک البلایا و قد رأیتہ بمکۃ
فاعرضت عنہ۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۰ احرف العین۔)

ترجمہ: عبید اللہ بن موسیٰ کو ابو داؤد نے شیعہ اور منحرف شیعہ قرار دیا ہے۔ امام احمد سے مروی کہ یہ عبید اللہ، احادیث کو گڈ مڈ کر لیتا تھا۔ اس نے بری احادیث روایت کیں۔ اور یہ مصیبتیں اسی کی کھڑی ہوئی ہیں۔ میں نے اسے مکہ معظمہ میں جب دیکھا تو اس سے منہ ہٹا لیا۔

علاء بن صالح: میزان الاعتدال:

و قال ابو حاتم کان من عتق الشیعۃ
و قال ابن المدینی روی احادیث مناکیر
...... حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ حدثنا
العلاء بن صالح عن منہال بن عمرو عن
عباد بن عبد اللہ قال سمعت علیا یقول
انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و انا الصدیق الاکبر لا یقولہا
بعدی الا کذاب صلیت قبل الناس سبع
سنین۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱۲ حرف العین مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ: علاء بن صالح کو ابوحاتم نے شیعوں کا سردار کہا ہے۔ ابن مدینی کے بقول یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ جیسا یہ حدیث کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس کے رسول کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد یہ القاب وہی اپنے لیے استعمال کرے گا۔ جو کذاب ہوگا۔ میں نے لوگوں سے قبل سات برس نمازیں پڑھیں۔

منہال بن خلیفہ: تہذیب التہذیب:

عَنْ شُعْبَہ اَتَیْتُ مَنْزِلَ الْمِنْہَالِ فَسَمِعْتُ مِنْہُ صَوْتَ الطَّنْبُوْرِ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَسْأَلْ ...... وقال ابن المدینی عن یحیی بن سعید اَتٰی شُعْبَۃُ الْمِنْہَالَ بْنَ عَمْرٍو فَسَمِعَ صَوْتًا فَتَرَکَہٗ ...... وقال الجوزجانی سَیِّئُ الْمَذْہَبِ ...... قَالَ وَقَفَ الْمُغِیْرَۃُ صاحب ابراہیم عَلٰی یَزِیْد بن ابی زیاد فَقَالَ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ ہٰذَا الْاَحْمَقِ اِنِّیْ نَہَیْتُہٗ عَنْ اَنْ یروی عَنِ الْمِنْہَالِ بن عمرو وعن عبایۃ فَفَارَقَنِیْ عَلٰی اَنْ لَا یَفْعَلَ ثُمَّ ہُوَ یَرْوِیْ عَنْہُمَا نَشَدْتُکَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی ہَلْ کَانَتْ تَجِیْزُ شَہَادَۃُ الْمِنْہَالِ عَلٰی دِرْہَمَیْنِ قَالَ اَللّٰہُمَّ لَا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۲۰ حرف المیم)

ترجمہ: شعبہ کہتا ہے۔ کہ منہال کے گھر گیا۔ تو اندر سے طنبور بجنے کی آواز سن کر میں واپس آگیا۔ اور میں نے منہال سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ ابن مدینی جناب یحیی بن سعید سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب شعبہ ایک مرتبہ منہال کے گھر آئے۔ تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ فوراً واپس آگئے۔ جوزجانی نے اسے بدمذہب کہا۔ شعبہ ابراہیم کا ساتھی یزید ابن ابی زیاد کے پاس کھڑا تھا۔ تو کہا۔ کیا تو اس اندھے بے وقوف سے تعجب نہیں کرتے۔ میں نے اسے منہال سے روایت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ تو اس نے اسی عہد پر مجھ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر اس کے باوجود ان دونوں سے روایتیں کرتا ہے۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا منہال کی دو درہم کے مقابلہ میں بھی گواہی تسلیم ہے۔ کہا۔ بخدا! نہیں۔

عبادہ بن اسدی: تہذیب التہذیب:

عبادہ بن عبد اللہ الاسدی الکوفی رَوٰی عَنْ عَلِیٍّ وَعَنْہُ المنہالُ بن عمرو وقال البُخَارِی فِیْہِ نَظَرٌ وَقَالَ علی بن المدینی ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ قَالَ ابن الجوزی ضَرَبَ احمد بن حنبل عَلٰی حَدِیْثِہٖ عَنْ عَلِیٍّ انا الصِّدِّیْقُ الاکبر وَقَالَ ہُوَ مُنْکَرٌ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۹۸)

ترجمہ: عبادہ بن عبد اللہ اسدی، علی سے اور علی سے منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا اس میں نظر ہے۔ علی بن مدینی

نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے۔ جناب
احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کہ علی المرتضیٰ نے اپنے آپ کو "صدیق اکبر"
فرمایا ہے۔ کو نا مقبول ہے۔ اور منکر بھی ہے۔ یاد رہے اس حدیث
کو مستدرک نے بھی نقل کیا ہے تو اس کے ذیل میں علامہ ذہبی
نے یوں جرح کی ہے۔

المستدرک:

قُلْتُ كَذَا قَالَ وَهُوَ عَلَى شَرْطِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
بَلْ حَدِيْثٌ بَاطِلٌ فَتَدَبَّرْهُ وَعَبَّادٌ قَالَ ابْنُ
الْمَدِيْنِيْ ضَعِيْفٌ۔

(التلخيص ذہبی مستدرک جلد سوم ص ۱۱۲ کتاب معرفۃ الصحابۃ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔
میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بخاری اور مسلم میں سے کسی ایک کی شرط
پر جمع کی گئی۔ تو در کنار یہ تو حدیث باطل ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں
بلکہ باطل ہے۔ اس میں غور کر۔ عباد کو ابن مدینی نے ضعیف
کہا ہے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے روایت مذکورہ کے تین راویوں کا حال آپ نے
ملاحظہ کیا۔ عبید اللہ بن موسیٰ شیعہ رافضی ہے۔ اس سے کیا توقع کہ وہ تقیہ

سے دستبردار ہو کر صحیح حقیقت حال بیان کرے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل نے
اس کی احادیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح علاء بن صالح بھی سرداران شیعہ میں سے ہے
منکر الحدیث مشہور ہے۔ تیسرا منہال نامی راوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہے۔ اور چوتھا
بقول احمد بن حنبل ضعیف الحدیث ہے۔ ان چار راویوں پر جرح اپنے مقام پر لیکن
امام ذہبی نے اس حدیث کو باطل قرار دے کر تمام راہیں بند کر دیں۔ اس
موضوع حدیث کے ذریعہ اور اس کے سہارے اہل سنت پر اعتراض کرنا۔ کہ وہ
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "صدیق اکبر" کا لقب
دے کر کذاب بن گئے۔ کسی طرح بھی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر یہی بات
ہے۔ تو پھر کتب شیعہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لقب موجود
مذکور ہے۔ واقعہ ہجرت کے ضمن تفسیر قمی نے اسے لکھا۔ اسی طرح کشف الغمہ
فی معرفۃ الائمہ میں تلوار پر سونا چڑھانے کا مسئلہ جب امام باقر سے پوچھا گیا۔
تو انہوں نے اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلوار کا حوالہ دیا جب
سائل نے امام باقر سے ابو بکر کو صدیق کہنے کی بابت کچھ حیرانی میں پوچھا۔ تو
آپ نے فرمایا۔ نعم الصدیق، نعم الصدیق الخ لہٰذا حدیث موضوع کا سہارا لے کر
ابو بکر سے لقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جدا کرنا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے
ثابت کرنا قطعاً باطل اور اجماع امت کے خلاف ہے۔"

جوابِ حصہ دوم: المستدرک:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ عَبَدْتُ اللّٰهَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ
علیہ وسلم سَبْعَ سِنِيْنَ قَبْلَ أَنْ يَعْبُدَهُ
أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ (قُلْتُ) فَهٰذَا بَاطِلٌ

لِاَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ و سلم مِنْ اَوَّلِ مَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ اٰمَنَ بِہٖ خَدِیْجَہ وَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ بِلَالٌ و زید مَعَ عَلِیٍّ قَبْلَہٗ بِسَاعَاتٍ اَوْ بَعْدَہٗ بِسَاعَاتٍ وَ عَبَدُوْا اللّٰہَ مَعَ نَبِیِّہٖ فَاَیْنَ السَّبْعَ سِنِیْنَ وَ لَعَلَّ السمعُ اَخْطَاءَ فَیَکُوْنُ امیرالمومنین قَالَ عَبَدْتُ اللّٰہَ وَلِیْ سَبْعُ سِنِیْنَ وَلَمْ یضبط الراوی مَا سَمِعَ ثُمَّ حَبَّۃٌ شِیْعِیٌّ جَبَلٌ۔ (المستدرك جلد سوم ص ۱۱۲ ذکر معرفة الصحابة مطبوعه بیروت جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ کہ اس عرصہ میں امت کا کوئی ایک فرد بھی اللہ کی عبادت کرنے والا نہ تھا۔ میں صاحب مستدرک کہتا ہوں۔ کہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء وحی کے وقت ایمان لانے والے حضرت خدیجہ ابوبکر، بلال اور زید ہیں۔ ان کے اور علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ایمان قبول کرنے کے درمیان چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر ہے۔ ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ لہٰذا وہ سات سال (جو علی المرتضٰی کے تنہا عبادت کرنے کے تھے) کہاں گئے۔ ہو سکتا ہے کہ راوی کو روایت کے سنتے وقت کچھ غلطی لگی ہو۔ علی المرتضٰی نے یوں فرمایا ہو۔ کہ ایمان لانے کے وقت میری عمر سات برس تھی اور راوی نے اسے عدم ضبط کی بنا پر دوسرا رنگ دے دیا ہو۔ (جو زیر بحث ہے)

پھر اسی روایت کا ایک راوی جس کا نام حبہ ہے۔ وہ کٹر اور بہت بڑا شیعہ ہے۔

توضیح: ابن ماجہ میں روایت مذکورہ کے دونوں حصے تھے۔ ہم نے ان دونوں میں سے پہلے حصہ کی تردید بذریعہ سند کی۔ یہی تردید ابن ماجہ کی روایت کی بنا پر دونوں حصوں کی مشترکہ بھی بن سکتی ہے۔ جب دونوں باتوں کے راوی ایک ہی ہیں تو پوری روایت پر ان کی جرح کا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے جواب اول میں دونوں امور غلط اور موضوع ثابت ہوئے۔ علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے صرف دوسرے حصہ کو لے کر اس پر دو طرح جرح کی۔ اول یہ کہ راوی کو سننے کے بعد ضبط میں خلل واقع ہونے کی بنا پر سات سال عبادت کرنے کا معاملہ بیان ہوا۔ حالانکہ چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر سے علی المرتضٰی کے ساتھ اور بھی صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ لہٰذا اتنا طویل عرصہ تنہا علی المرتضٰی کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہونا "باطل" ہے۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کا ایک راوی حبہ نامی کٹر شیعہ ہے۔ تو اس نے اپنے نظریات کے پیش نظر اتنا جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہو۔ اس طرح کی ایک باطل اور موضوع حدیث کے ذریعہ ابوبکر کو صدیق اکبر کے لقب سے یاد کرنے پر اعتراض اور اس لقب کو علی المرتضٰی کے لیے مخصوص کرنے کی سعی دراصل ایک شیعی چال ہے۔ جو حقیقت پر مبنی نہ ہوتے ہوئے۔ امام باقر اور امام جعفر صادق کی تعلیمات وارشادات کے خلاف ہے۔ حسد و بغض کی عینک اتار کر معرفتِ حق کی آنکھ سے اگر دیکھا جائے۔ تو صحیح اور غلط میں امتیاز کرنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

فاعتبروا یا اولی الابصار

منظوم

پنجابی میں

منقبت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از مصنف کتاب ہذا

ڈنگ کھاندا رہیا دکھ اٹھاندا رہیا — سینے لا کے نبی نوں سولاندا رہیا
موڈھے چا کے نبی نوں اٹھاوندا گیا — پیر دوناں وے ہکی وچ دیکھاوندا گیا
رب ذوالجلال دا حکم آیا جدوں — ثانی اثنین دا لقب پاوندا گیا
اذ یقول لصاحبہ حکم آیا جدوں — ان اللہ معنا دی شان پاوندا گیا
قیدی بدر دے سب اوہ چھوڑواندا گیا — پھر قیدیاں نوں صحابی بناوندا گیا
مال و دولت نثار کر کے سبھی — اللہ رسول نوں ہی اوہ مناوندا گیا
مروا با بجر دا حکم پا کے صدیقؓ — سب صحابہ نوں نمازاں پڑھاوندا گیا
عمرؓ عثمانؓ علیؓ سب صحابہ نبیؐ — امام سب دا ہی اوہ کہلاوندا گیا
صدیق اکبر دی شاناں نوں جانے کوئی — داماد بنیا ہے جس دا رسولِ خدائی
خلافت بلافصل اس نے ہے پائی — خلیفہ بلافصل ہی اوہ کہلاوندا گیا
قرض محبوب دے سب ادا کر دا گیا — وصی بن کے نبی دا دکھاوندا گیا!
بعد نبیاں دے شان جس نوں ملی — دین و دنیا دی دولت ہے اس نوں ملی
صداقت دی چادر بھی اس نوں ملی! — عتیق و صدیق ہی اوہ کہلاوندا گیا
اَوْصِلِ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ دی آئی ندا — ڈیرہ نال نبی دے لگاوندا گیا
طعن جنے روافض نے کیتے سبھی — غلام صدیقؓ دا سب اوڑاندا گیا!
محمد علی نے دفاع کیتا جدوں — شفاعت صدیق دی اوہ پاوندا گیا

تمام صحابہ کرام میں سے شیخین کا مقام منفرد ہے۔

اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے جنت بھرا ہوا ہے۔

مکتوبات امام ربانی:

روزے شخصے نقل کردہ کہ نوشتہ اند کہ تمام حضرت امیر بر در بہشت ثبت کردہ اند۔ بخاطر رسید کہ حضرات شیخین را از خصائص آں موطن چہ باشد۔ بعد از توجہ تمام ظاہر شد کہ دخول ایں امت در بہشت باستصواب و تجویز ایں دو اکابر خواہد بود گویا حضرت صدیق بر در بہشت ایستادہ اند و تجویز دخول مردم می فرمایند و حضرت فاروق دست گرفتہ بدروں می برند و مشہور میگردد کہ گویا تمام بہشت بنور حضرت صدیق مملو است و در نظر ایں حقیر حضرات شیخین را در میان جمیع صحابہ شان علیحدہ است و درجہ منفردہ گویا۔ ہیچ احدے مشارکت ندارند۔ حضرت صدیق با حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات گویا ہم خانہ است اگر تفاوت است بعلو و سفل است و حضرت فاروق بطفیل حضرت صدیق نیز بایں دولت مشرف اند۔ و سائر صحابہ کرام با آنسرور علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات نسبت ہمرائی دارند یا ہم شہری با ولیاء امت خود چہ رسد..... از حضرت صدیق چہ گوید کہ جمیع حسنات حضرت عمر یک حسنہ او است۔ چنانچہ مخبر صادق الآں

خبر دادہ ومحسوس میگردد انحطاطی کہ حضرت فاروق را از حضرت صدیق است زیادہ از آں انحطاطست کہ حضرت صدیق را از حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات۔ پس قیاس کن کہ انحطاط دیگراں از حضرت صدیق
چہ قدر خواہد بود و شیخین بعد از موت نیز از حضرت پیغمبر جدا نشدند وحشر نیز درمیان ایشاں خواہد بود۔ چنانچہ فرمودہ۔ پس افضلیت بواسطہ اقربیت ایشاں را بود و ایں حقیر قلیل البضاعت از کمالات ایشاں چہ گوید و از فضائل ایشاں چہ بیان نماید ذرہ راچہ یارا کہ سخن از آفتاب گوید و قطرہ راچہ جمال کہ حدیث بحر عمان بر زبان آرد۔ اولیاء کہ برائے دعوت خلق مرجوع اند و از ہر دو طرف ولائیت ودعوت بہرہ تام دارند وعلماء مجتہدین از تابعین وتبع تابعین بنور کشف صحیح وفراست صادقہ واخبار متتابعہ فی الجملہ کمالات شیخین را دریافتہ اند وشمہ از فضائل ایشاں شناختہ ناچار حکم بافضلیت شاں نمودہ اند و برایں معنی اجماع فرمودہ اند و کشفے کہ برخلاف ایں اجماع ظاہر شدہ بر عدم صحت حمل نمودہ اعتبار نکردہ اند کیف وقد صح فی الصدر الاول افضلیتھما کما روی البخاری عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینھم۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۵۱ ص ۵۴ تا ۵۶)

ترجمہ:
ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ دل میں گزرا کہ شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے اس مقام کی خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا۔ کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔ گویا حضرت صدیق بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہود ہوتا ہے۔ کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق کے نور سے بھرا ہوا ہے۔ اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں اگر فرق ہے تو صرف بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام تو آنحضرت کے ساتھ ہم سرائے یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیاء امت کا وہاں کیا دخل ہے ..... حضرت صدیق کی نسبت کیا بیان کیا جائے۔ جبکہ حضرت عمر کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ اور وہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق کو حضرت صدیق سے ہے۔ اس انحطاط و کمی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہیئے کہ دوسروں کا حضرت صدیق سے انحطاط کس قدر ہوگا۔ اور حضرات شیخین موت کے بعد بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قُربیّت کے باعث ہوگی یہ قلیل البضاعت بے سروسامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے۔ اور ان کے فضائل کیا ظاہر کرے۔ ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔ اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحر عمان کی بات بیان کرے زبان پر لائے ان اولیاء نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں۔ اور ولایت و دعوت کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں۔ اور تابعین۔ تبع تابعین میں سب علماء مجتہدین نے کشف صحیح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار متتابعہ سے شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر اجماع کیا ہے۔ اور اس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو غلط خیال کرے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جائے جب صدر اول میں ان کی افضلیت صحیح ہو چکی ہے چنانچہ امام بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ابن عمر نے فرمایا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابو بکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر دیگر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک دوسرے کی فضیلت کا قول نہیں کرتے تھے۔

٭

اس امت کے معزز ترین اور مکرم ترین عند اللہ ابو بکر صدیقؓ ہیں

مکتوبات امام ربانی:

وحضرت صدیق رضی اللہ عنہ بحکم نص قرآنی اتقائے ایں امت است زیرا کہ اجماع مفسرین است چہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وچہ غیر آں بریں کہ کریمہ وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی۔ در شان حضرت صدیق نازل است رضی اللہ عنہ۔ ومراد از اتقائے اوست رضی اللہ عنہ پس شخصے را کہ حضرت حق سبحانہ اتقائے ایں امت خیر الامم می فرماید خیال باید کرد کہ تکفیر و تفسیق و تضلیل او تا چہ سر حد شناعت بود۔ امام فخر الدین رازی بایں کریمہ استدلال بر افضلیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نمودہ است۔ زیرا کہ بحکم کریمہ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" گرامی ترین ایں امت کہ مخاطب است نزد خدا جل وعلا اتقائے ایں امت است وچوں حضرت صدیق بحکم نص اتقائے امت است باید کہ گرامی ترین ایں امت نیز نزد حق جل وعلا بحکم نص لاحق او باشد رضی اللہ عنہ۔

(مکتوبات امام ربانی حصہ ہشتم دفتر سوم مکتوب ۲۴ ص ۷۱ تا ۷۲)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق قرآنی نص کے فیصلے کے مطابق اس امت کے سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی ہیں۔ کیونکہ تمام مفسرین کرام کا اجماع ہے۔ کیا عبداللہ بن عباس کیا دوسرے مفسرین۔ یہ آیت کریمہ "وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی" (جہنم سے الگ رہے گا۔ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا۔) حضرت ابو بکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور اتقی سے مراد ابو بکر صدیق ہی ہیں۔ لہذا جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس امت کا سب سے زیادہ پرہیزگار بتائے

خیال کرنا چاہیئے کہ اس کو کافر، فاسق یا گمراہ کہنا کتنی بڑی بات ہے
امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق کی افضلیت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ بحکم آیت کریمہ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (اس کے نزدیک تم میں سب سے افضل وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔) اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقین میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی ہے۔ تو جب نص قرآنی نے ابوبکر صدیق کو اس امت کا سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی قرار دیا ہے اس لیے وہی امت کے سب سے زیادہ عزت والے اور افضل ترین آدمی ہو سکتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے کشف میں منفرد مقام عطا فرمایا۔ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان ملاحظہ فرمائی۔ تو شیخین کی علو مرتبت کے کشف کا خیال آیا۔ تو کشف صحیح کے ذریعہ معلوم ہوا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ فرق صرف علو و سفل کا ہے اس مقام میں بہت نچلے درجہ میں فاروق اعظم ہیں۔ گویا فاروق اعظم کو اس جگہ میں حضرت صدیق اکبر کے توسط سے جانا نصیب ہوا۔ کیونکہ ان کی ساری نیکیاں صدیق کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ باوجود ایک مکان میں ہونے کے دونوں کے درمیان بہت زیادہ اونچ نیچ ہے۔ ان دو حضرات کے علاوہ کوئی تیسرا صحابی اس مکان میں نہیں۔ بلکہ اس مکان کے شہر یا سرائے کے دیگر گھروں میں رونق افروز ہیں افضلیت صدیق اکبر پر نص قرآنی موجود ہے۔ اور اسی عقیدہ پر تمام امت کا اجماع ہے۔

خلافت ظاہری کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے پر "صائم" کی ایک لایعنی دلیل

مشکل کشاء:

ہاشمی خلیفہ۔ ان حقائق کے اظہار کے بعد ہم قارئین کی توجہ پھر مضمون سابقہ کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ زیر بحث روایت میں صاف طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت میں خاص طور پر خاندان عبد المطلب کے افراد کو مدعو کیا تھا۔ اور اس میں سوائے آپ کے اپنے افراد خانہ کے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے قبیلہ کا موجود نہیں تھا چنانچہ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو یہ ارشاد فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اس وقت اشاعت دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تو میں تم میں سے اسے اپنا خلیفہ اپنا وصی اور اپنا بھائی اور اپنا وارث بناؤں۔ اور پھر یہ اعزازات جناب علی کرم اللہ وجہہ نے حاصل کر لیے۔ چنانچہ ظاہری طور پر بھی خلافت علی منہاج النبوۃ میں خاندان عبد المطلب سے سوائے حضرت علی کے کوئی شخص خلیفہ رسول نہیں ہوا۔ جیسا کہ قارئین کرام جناب شیر خدا حضرت علی کی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ آپ ہی وہ پہلی مرتبہ ہاشمیہ عورت ہیں۔ جنہوں نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا۔ (مشکل کشاء ص ۲۷۰)

جواب:

صائم نعت خوان نے "علی خلیفہ بلا فصل" کا عنوان باندھتے وقت شائد یہ

اندازہ نہ لگایا تھا۔ کہ اسے ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اور اس عقیدہ کی وجہ سے میرا "اہل سنت" میں رہنا اور کہلانا کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ تو اس انجام سے ڈر کر تقیہ کا دامن تھام کر پہلی تاویل یہ کی۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل "خلافت روحانی" کے طور پر ہے۔ اس کا ہم نے مفصل جواب دیا۔ "اب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے مصداق سلطنت یا خلافتِ ظاہری کا بلافصل ہونا بھی بطور استدلال پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کا اثبات عجیب انوکھا انداز سے ہے۔ وہ یہ کہ قبیلہ بنی ہاشم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے علی المرتضٰی کے کوئی اور خلیفہ نہیں ہوا۔ اس لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور علی المرتضٰی کے درمیان ہاشمی خاندان کے ہونے کے اعتبار سے کوئی فاصل نہیں۔ تو علی المرتضٰی اس اعتبار سے آپ کے خلیفہ بلافصل ہوئے۔ اس میں جھگڑا کس چیز کا ہے۔ کیا اہل تشیع اور اہل سنت کے مابین "خلیفہ بلافصل" کا ان دو مفہوموں میں سے کوئی مفہوم ہے۔؟ اگر ایسی دور از کار تاویلات کا سہارا لیا جائے۔ تو پھر علی المرتضٰی کی طرح اپنے اپنے خاندان کے کیا فاروق اعظم اور عثمان غنی اول خلیفہ نہ تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتیں ثابت تو کچھ نہ کر سکیں۔ ہاں ان سے صائم نعت خوان کا رافضی ہونا ضرور آشکارا ہو گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان نہم ــــ غیر نبی کی نبی پر فضیلت

مشکل کشا،

ایک دفعہ جناب مجدد الف ثانی ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے۔ جو حضرت صدیق اکبر سے بھی بلند تر تھا۔ پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ علمائے کرام نے اس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ مکتوبات ۱۹۲، اور پھر اس مکتوب شریعت کے آخر پر فرمایا۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ قارئین کرام کو مندرجہ بالا روایت پر دعوت، غور و فکر دیتے ہوئے ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّالحات اولٰئک ھم خیر البریۃ۔ (ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں روایت میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ) نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ارشاد فرمایا۔ کہ علی تو اور تجھ سے محبت کرنے والے قیامت کے دن خوش و خرم اور شاد باد ہوں گے۔ یہی روایت خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے میرے لیے فرمایا۔ کیا تم نے اپنے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ) اس سے

مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ اور یہ ہماری اور تمہاری وعدہ کی گئی جگہ حوض کوثر پر آئیں
گے۔ اور جب امتیں حساب کے لیے آئیں گی۔ تو یہ روشن پیشانی والوں کے نام سے
پکارے جائیں گے۔ (مشکل کشا، ص ۲۸۷-۲۸۹)

عنوان نہم کی تردید

صائم نعت خواں شیعی اس سے پہلے تمام تر عنوانات دراصل اس عنوان کا پیش خیمہ
تھے۔ اور ان سے جو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس عنوان کا عقیدہ ہے۔ جب غیر نبی
کی نبی پر فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ خیر البریہ ٹھہرے۔ تو اس
کا مطلب یہ ہوا کہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل بلکہ انبیائے کرام سے بھی
فضیلت پر متمکن ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے۔ کہ جس کے قائل کو امام اہلسنت مولانا احمد رضا
خاں بریلوی اور مجدد الف ثانی وغیرہ نے رافضی شیعہ کہا اور دائرہ اسلام سے خارج
ہونے کا فتوے صادر فرمایا۔ اس مقام پر ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ صائم نے مجدد الف ثانی
کے مکتوب سے غلط انداز میں جو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اُسے واضح کریں۔
اور پھر مجدد صاحب کے مکتوب سے خود اُن کا مقصد و مطلب بیان کریں۔ تا کہ صائم
کے قائم کردہ عنوان (جو کہ مجدد صاحب کے مکتوب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔) اور
مجدد صاحب کی تعلیمات کا موازنہ ہو سکے۔ لہذا اوّلاً مکتوب امام ربانی پیش خدمت
ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات شریف:

بشیخ بدیع الدین سہارنپوری صدور یافتہ۔ درجواب استفسار کردہ
بودند۔ اخوی اعزی ارشدی شیخ بدیع الدین استفسار نمودہ بودند کہ در
عرضداشت یازدہم کہ بحضرت خواجہ قدس سرہ نوشتہ واقع شدہ است کہ

بمقامی رنگین گشت کہ بلند تر از مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معنی ایں
کلام چہ باشد۔ بداں ارشدک اللہ تعالیٰ۔ لانسلم کہ ایں عبارت مستلزم
تفضیل است باآنکہ لفظ ہم نیز واقع شدہ است۔ و لو سلم گوئیم
کہ ایں سخن و سخناں دیگر کہ دراں عرضہ داشت واقع شدہ است از جملہ
واقعات است کہ بہ پیر خود نوشتہ۔ ومقرر ایں طائفہ است کہ ہرچہ
از وقائع رومید ہد صحیح باشد یا سقیم بے تحاشی بر پیر خود اظہار می نماید
چہ در غیر صحیح نیز احتمال تاویل و تعبیر است۔ پس از اظہار آں چارہ نبود
و در ما نحن فیہ بملاحظہ ایں معنی ہیچ محظور لازم نمی آید و حل دیگر آنکہ تجویز
نمودہ اند کہ اگر در جزئی از جزئیات غیر نبی را بر نبی فضل متحقق شود باکے
نیست بلکہ واقع است چنانچہ در مادہ شہداز یادتیہا واقع شدہ است
کہ در انبیاء نیست علیہم الصلوات والتسلیمات۔ باآنکہ فضل کلی مر
نبی راست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات۔ بریں تقدیر اگر سیر غیر
نبی در کمالات آں جزئی واقع شود و خود را در آں مقام بلند تر یابد
ہم مجوز باشد ہر چند حصول آں مقام او را بواسطہ متابعت نبی است
و نبی را نیز از آں مقام بحکم حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً
فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا نصیب تام است
پس ہرگاہ فضل جزئی غیر نبی را بر نبی مجوز گشت بر غیر نبی بطریق اولیٰ
مجوز خواہد بود۔ فلا اشکال اصلاً۔ والسلام۔

(مکتوبات شریف دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۱۹۲ ص ۷۰، مطبوعہ
رؤف اکیڈمی لاہور۔)

ترجمہ: شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا۔ میرے

عزیزا اور رشد و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا۔ کہ گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھی گئی تھی واقع ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام پر (اس فقیر) کا گزرا جو حضرت صدیق اکبر کے مقام سے بلند تر تھا۔ اس کلام کے کیا معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ عبارت حضرت صدیق اکبر پر فضیلت کو مستلزم نہیں ہے۔ خاص کر لفظ وہم بھی موجود ہے۔ جس کے معنی "وہ بھی" کے ہیں (جس کے ایک طرف سے شرکت ظاہر ہوتی ہے) اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہ عبارت فضیلت کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دوسرے کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں۔ ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیر و مرشد کی طرف تحریر کیے گئے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیاء میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ صحیح یا غلط پیش آئے اُسے بے تکلف اپنے پیر کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہٰذا ان کے اظہار سے چارہ نہیں۔ اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔ علمائے کرام نے اس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر نبی کی اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ ایسی فضیلت کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں وہ فضیلت کی باتیں وارد ہو چکی ہیں۔ جو انبیائے کرام کے متعلق وارد نہیں ہوئیں اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لیے ہے۔ لہٰذا ایسی صورت

میں غیر نبی کو اس جزئی کے کلمات میں سیر واقع ہوا۔ اور اپنے آپ کو اس مقام بلند پر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لیے بھی مطابق حدیث "جو شخص نیکی کا طریقہ جاری کرے تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے۔ سب کا ثواب اسے ملے گا" مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس کلام میں کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

توضیح:

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ جناب خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک روحانی سیر کا تذکرہ کیا۔ تاکہ اس کے بارے میں کچھ ارشاد ہو کیونکہ مرید کو اپنے اچھے بُرے حالات سے اپنے شیخ کو آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ وہاں سے اس کے مناسب ہدایات عطا ہوں۔ مکتوب مذکور میں بھی آپ کی ایک سیر کا حوالہ شیخ بدرالدین نے دیا۔ اور اس کی وضاحت چاہی جناب مجدد نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

۱۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں، ابو بکر صدیق سے افضل ہو گیا۔ کیونکہ لفظ "ہم" بتاتا ہے۔ کہ یہاں مشارکت کسی ایک جزئی میں ہے۔ جس سے یہ لازم ہرگز نہیں آتا۔ کہ ایسے دونوں اشخاص میں مکمل مساوات ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضٰے اور آپ کے بھائی جناب عقیل باعتبار ایک باپ کی اولاد ہونے کے دونوں شریک ہیں۔ لیکن اس جزئی مشارکت سے دونوں کو درجات و کمالات میں مساوی ہرگز نہ کہا جائے گا۔ لہٰذا یہ (مجدد صاحب) اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہرگز مساوی الفضیلت

نہیں ہیں۔

ب۔ یہ ایک سیر روحانی ہے۔ اس کے اچھے یا بُرے ہونے کی وضاحت کے لیے میں نے اپنے شیخ کے ہاں اسے گوش گزار کیا ہے۔ کیونکہ مرید کے لیے اپنے حالات سے اپنے شیخ کو آگاہ رکھنا ضروری ہوتا ہے اس درجہ میں اس روحانی سیر کو صحیح سمجھ کر ابوبکر صدیق پر میری افضیلت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

ج۔ اگر اس سیر کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی فضیلت جزئی سے زیادہ کیا ثابت ہو سکتا ہے۔ علماء نے اس انداز کی فضیلت کو تسلیم کیا بلکہ بالفعل موجود مانا ہے۔ اِن علماء کرام کا نظریہ ہے کہ کسی ایک جزئی میں غیر نبی نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ شہادت من جملہ درجات عالیہ کے ایک درجہ ہے۔ یہ کسی غیر نبی کو مل جائے۔ لیکن نبی کو یہ درجہ بظاہر نہ ملے۔ تو ایسا ہوتا رہا ہے لیکن اس جزئی فضیلت کی بنا پر اس غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت دے دینا بیوقوفی ہے۔ لہٰذا اگر باتفاق علماء غیر نبی، نبی سے کسی جزئی فضیلت میں بڑھ سکتا ہے تو پھر غیر نبی کا غیر نبی سے ایک جزئی میں بڑھ جانا کیوں کر ناممکن ہو گیا۔

لمحہ فکریہ:

جناب مجدد الف ثانی کے مذکورہ مکتوب اور اس کے مندرجات کو آپ نے بنظرِ غائر دیکھا۔ یہاں گفتگو ایک مخصوص جزئی میں تھی۔ اور صائم نعت خواں نے اس جزئی فضیلت والے مکتوب سے جو عنوان قائم کیا۔ وہ "غیر نبی کو نبی پر فضیلت" ہے اور اس میں مجدد صاحب کے مکتوب کو جزئی فضیلت سے ہٹا کر کلی فضیلت پر لایا گیا۔ کیونکہ عنوان میں جبکہ فضیلت کو علی الاطلاق ذکر کیا گیا۔ تو اس سے فضیلت مطلقہ ہی مفہوم ہوگی۔ اور اگر صائم نعت خوان جناب مجدد کے مکتوب کے

مضمون کے مطابق صحیح عنوان دیتا۔ تو پھر کچھ اس طرح لکھتا "غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت" لیکن اس طرح اس کا اپنا مدعا ہرگز ثابت نہ ہو سکتا تھا جناب مجدد نے اس جزئی فضیلت پر اٹھائے گئے نکات کا تین مختلف طریقوں سے جواب دیا ہے۔ یہی کہ جو فضیلت کلی کے ضمن میں اویس قرنی ایسے بزرگ کو وحشی ایسے صحابی (جو اسلام سے قبل حضرت حمزہ کے قاتل ہوئے) پر فضیلت دینے کی اجازت نہیں دیتے۔ (جناب مجدد خود اویسی ہی ہیں) تو کیونکر متوقع ہو کہ وہ اپنے آپ کو صدیق اکبرؓ سے افضل کہیں۔ پھر جبکہ جناب صدیق اکبر کی افضیلت قطعی اور اجماعی ثابت کر چکے۔ گویا غیر نبی تو مجدد صاحب کے نظریہ کے مطابق جناب صدیق اکبر کی فضیلت نہیں پا سکتا۔ اگرچہ وہ عمر بن الخطاب ایسا مرادِ رسولِ خدا ہی کیوں نہ ہو۔ تو غیر نبی کو نبی کے مساوی یا اس سے افضل سمجھنا قطعاً درست نہیں۔ صائم نعت خواں نے اگرچہ "غیر نبی کو نبی پر فضیلت" کا عنوان مجدد صاحب کے مکتوب کے حوالہ سے باندھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اس نظریہ کو اپنایا۔ (اگرچہ مجدد صاحب کا نہ یہ نظریہ ہے۔ اور نہ ہی ان کے کسی مکتوب سے اس کی شہادت دستیاب) اس لیے اگر صائم کی مراد یہی مراد ہے کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت مطلقہ حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ اولئك هم خير البرية کو اثبتد لالاً پیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ مرتد ہو چکا۔ اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل چکی ہے چنانچہ صائم نے جو اپنا مقصد ظاہر کیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ چونکہ "خیر البریۃ" ہیں۔ اور "البریہ" کا معنی تمام مخلوق ہے۔ جس میں مسلمان غیر مسلمان، صحابی غیر صحابی نبی غیر نبی سبھی شامل ہیں۔ لہٰذا حضرت علی المرتضٰے کی افضیلت تمام مسلمانوں صحابیوں اور پیغمبروں پر ثابت ہو گئی۔ اور اسے ثابت کرنے کے لیے جناب مجدد صاحب کے مکتوب کا سہارا لیا جب مجدد صاحب غیر نبی کو نبی پر فضیلت کے قائل ہیں۔ تو علی المرتضٰی کیوں نبیوں سے افضل نہ ہوں گے۔ مکتوب کے علاوہ صائم نے اپنے اس مدعا کو آیت کریمہ

"إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ"
سے بحوالہ تفسیر درمنثور ثابت کیا۔ مجدد صاحب کے مکتوب کی حقیقت کے بعد
اب ہم آیت کریمہ مذکورہ کے بارے میں تفسیری حوالہ پیش کر کے اس کا مفہوم
واضح کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

روح المعانی:

ثُمَّ الظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ مُقَابِلُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا قَوْمٌ مِنَ الَّذِيْنَ اتَّصَفُوْا بِمَا
فِيْ حَيِّزِ الصِّلَةِ بِخُصُوْصِهِمْ وَزَعَمَ بَعْضٌ اَنَّهُمْ
مَخْصُوْصُوْنَ فَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوَيْهِ عَنْ
عَلِيٍّ كَرَّمَ اللهُ تعالىٰ وجهه قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عليه وَسَلَّمَ اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ اللهِ تَعَالىٰ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ
هُمْ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ وَمَوْعِدِيْ وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ
اِذَا جِيْئَتِ الْاُمَمُ لِلْحِسَابِ يُدْعَوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ
وَرَوٰى نَحْوَهُ الْاِمَامِيَّةُ عَنْ يزيد بن شراحيل الانصاري
كَاتِبِ الْاَمِيْرِ كرم الله تعالى وجهه وفيه اَنَّهُ عليه
الصلوة وَالسَّلَامُ قَالَ ذَالِكَ لَهُ عِنْدَ الْوَفَاةِ وَرَأْسُهُ
الشَّرِيْفُ عَلٰى صَدْرِهِ رضى الله عنه واخرج ابن
مردويه ايضا عن ابن عباس قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ
الْاٰيَةُ اِنَّ الَّذِيْنَ امنوا الخ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رضى الله عنه هُوَ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِيْنَ مَرْضِيِّيْنَ وَذَالِكَ ظَاهِرٌ
فِي التَّخْصِيْصِ وَكَذَا مَا ذَكَرَهُ الطَّبْرِسِي الْاِمَامِي
فِيْ مَجْمَعِ الْبَيَانِ عَنْ مُقَاتل بن سليمان عن الضحاك
عن ابن عباس اَنَّهُ قال فى الْاٰيَةِ نَزَلَتْ فِيْ عَلِيٍّ
رضى الله عنه وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَهٰذَا اِنْ سُلِّمَتْ
صِحَّتُهُ لَا مَحْذُوْرَ فِيْهِ اِذْ لَا يَسْتَدْعِي التَّخْصِيْصَ
بِهِ الدُّخُوْلَ فِي الْعُمُوْمِ وَهُمْ بِلَا شُبْهَةٍ دَاخِلُوْنَ
فِيْهِ دُخُوْلًا اَوَّلِيًّا وَاَمَّا مَا تَقَدَّمَ فَلَا نُسَلِّمُ صِحَّتَهُ
فَاِنَّهُ يَلْزَمُ عَلَيْهِ اَنْ يَكُوْنَ عَلِيٌّ كرم الله تعالى وجهه
خَيْرٌ مِنْ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم وَالْاِمَامِيَّةُ
وَاِنْ قَالُوْا اِنَّهُ رضى الله عنه خَيْرٌ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ
حَتّٰى اُولِي الْعَزْمِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَمِنَ
الْمَلٰئِكَةِ حَتَّى الْمُقَرَّبِيْنَ عليهم السلام لَا يَقُوْلُوْنَ
بِخَيْرِيَّتِهِ مِنْ رَسُوْل الله صلى الله عليه وَسَلَّمَ
فَاِنْ قَالُوْا بِاَنَّ الْبَرِيَّةَ عَلٰى ذَالِكَ مَخْصُوْصَةٌ
بِمَنْ عَدَاهُ عليه الصلوة والسلام لِلدَّلِيْلِ
الدَّالِّ عَلٰى اَنَّهُ صلى الله عليه وسلم خَيْرٌ مِنْهُ
كرم الله تعالى وجهه قِيْلَ اِنَّهَا مَخْصُوْصَةٌ اَيْضًا بِمَنْ عَدَا الانبياء والملٰئكة
وَمَنْ قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ بِخَيْرِيَّتِهِ لِدَلِيْلِ الدَّالِّ عَلٰى خَيْرِيَّتِهِمْ
وَبِالْجُمْلَةِ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُرْتَابَ فِيْ عَدَمِ تَخْصِيْصِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْاَمِيْرِ ... رم الله تعالى وجهه وشيعته
ولا ريب رضى الله عنه واهل بيتهم وان دون

اثبات صحة تلك الاخبار خرط قتاد۔ والله
تعالیٰ اعلم۔

(تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سورۃ البینہ
جلد ۳۰ ص ۲۰۷)

ترجمہ: پھر بظاہر اس آیت الذین امنوا الخ سے مراد وہ لوگ مسلمان ہیں۔ جو کفار کے مقابل میں ہیں۔ یہ نہیں کہ اس سے مراد مخصوص صاحب ایمان واعمال صالحہ حضرات مراد ہیں۔ بعض کا یہ زعم ہے کہ اس سے مراد مخصوص حضرات ہیں۔ ابن مردویہ نے علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! کیا تو نے ان الذین امنوا الخ اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا؟ وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ میرا اور تمہارا اکٹھے ہونے کا مقام حوض ہے جب امتوں کو بلایا جائے گا۔ تو تم چمکتی پیشانی والوں کے ساتھ آؤ گے۔ اسی طرح کی ایک روایت امامیہ نے یزید بن شراحیل سے جو کہ علی المرتضٰے کے کاتب تھے۔ اُن سے بیان کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ جبکہ وفات شریف کی صبح کے وقت آپ کا سر انور علی المرتضٰے کی گود میں تھا۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے ذکر کیا۔ کہ جب آیت نازل ہوئی۔ تو حضور نے فرمایا۔ اے علی! تو اور تیرے شیعہ قیامت کے دن راضی اور مرضی ہوں گے۔ ان روایات سے آیت میں تخصیص ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح طبرسی شیعی نے مجمع البیان میں ذکر کیا ہے وہ ابن عباس سے ذکر کرتا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا یہ آیت کریمہ

علی المرتضٰے اور ان کے گھر والوں کے بارے میں اتری یہ روایات اگر ان کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ عموم آیت میں مخصوص حضرات کا داخل ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔ مذکورہ حضرات بلاشبہ آیت میں داخل ہیں۔ اور ان کا داخلہ بھی اولیٰ ہے۔ لیکن جو پہلے گزر چکا ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہتر ہوں۔ امامیہ اگرچہ علی المرتضٰے کی اولوالعزم انبیاء کرام اور مقرب فرشتوں پر افضیلت کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضٰے کی حضور کی ذات گرامی پر افضیلت کے قائل نہیں۔ اگر اس موقعہ پر امامیہ وغیرہ یہ کہیں۔ کہ آیت مذکورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پھر مخصوص ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی الگ دلیل موجود ہے۔ لہذا اس سے مراد علی المرتضٰے اور ان کے شیعہ ہی ہیں۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ پھر الذین امنوا الخ کے بارے میں یہ بات کیا بلا ریب ہو گی۔ کہ اس آیت سے مراد خاص کر علی المرتضٰے اور ان کے شیعہ یا صرف علی المرتضٰے اور ان کے گھر والے ہی ہیں؟ اس کی تائید میں ذکر کی گئی روایات کا ثبوت وصحت بھی تو دوسرے سے کم نہیں ہے۔

توضیح:

صاحب روح المعانی کی تفسیر کے بموجب الذین امنوا الخ اپنے عموم پر ہے۔ اس لیے اس سے مراد عام مسلمان ہوں گے۔ جو کفار کے مقابل میں ہوتے ہیں۔ اس تعمیم میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق ابو ہریرہ علی المرتضٰے وغیرہ سبھی شامل ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اس سے مراد مخصوص مومن ہیں۔ اور یہی شیعوں کا مسلک

بھی ہے۔ ان قائلین کی روایات اول تو صحت کے درجہ تک پہنچنا مشکل ہیں دوسرا عموم پر رکھتے ہوئے آیت میں وہ مخصوص حضرات خود بخود آجاتے ہیں۔ لیکن اگر تخصیص ایسی لی جائے۔ کہ جس میں ان مخصوص حضرات کے علاوہ تمام خارج ہوں۔ تو یہ امامی عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی علی المرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ اور ان کے شیعوں یا گھر والوں کا افضل ہونا ثابت ہوگا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔

لمحہ فکریہ:

صائم نعت خوان نے اپنے شیعہ نظریات کو ثابت کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا۔ اگر جناب مجدد صاحب کے ارشادات کا غلط مطلب بیان کرنے سے کام بنتا نظر آیا۔ تو اُسے غلط مطلب پہنا دیا۔ اور اگر کسی حدیث کے ٹکڑے سے مقصد برآری دکھائی دی۔ تو اس کے سیاق و سباق کو قطعاً سامنے نہ لایا گیا۔ اور اگر کسی آیت سے استشہاد پیش کرنا چاہا۔ تو اس کے بارے معقول و منقول دیکھنے کی کوشش نہ کی۔ اور اپنے مقصد کے مطابق تعبیر و تفسیر کر ڈالی۔ اور اس حد تک آگے بڑھ گیا۔ کہ کفریہ عنوانات قائم کرکے ان پر بحث کی۔ اور انہیں ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالٰی ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

نوٹ:

ہم آخر میں قارئین کرام کی توجہ ایک اہم بات کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ صائم نعت خواں نے اپنی تصانیف میں اپنے نظریات کے ثبوت میں جن کتب کا حوالہ یا عبارت درج کی۔ اولاً وہ ایسے کٹر شیعہ مصنفین کی ہیں کہ جن کے شیعہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے اکثر فضائل صائم نے انہی کتابوں سے لیے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کہلانے کے ناطے سے اُسے اپنے ہم مسلک علماء

کی تصانیف سے حوالہ جات دینے چاہیئے تھے۔ مسعودی کی کتاب مروج الذہب اسی طرح ینابیع المودۃ، کشف الغمہ، اعیان الشیعہ اور اَشْرَف التنبیہ ایسی کتابیں جو کٹر رافضی شیعوں کی تصانیف ہیں۔ ان سے فضائل علی ذکر کیے گئے۔ اور کچھ ایسے لوگوں کی تصنیفات سے بھی حوالہ جات دیے ہیں۔ جو "اہل سنت" مشہور تو ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ تشیع سے موصوف ہیں۔ ان مصنفین کی کتب کے حوالہ جات اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتے۔ ہم نے اپنی تصنیف میزان الکتب میں اس قسم کی تقریباً تیس کتابوں پر بحث کی ہے۔ تفصیل وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

ان کتابوں میں سے ایک کا نام "ینابیع المودۃ" ہے۔ جسے حافظ سلیمان بن ابراہیم نے لکھا۔ اس سے اکثر اقتباسات صائم نعت خوان نے لیے۔ اور انہیں عنوان تک اہمیت دی۔ حالانکہ شخص مذکورہ تقیہ باز شیعہ ہے۔ اور بطور تقیہ "حنفی" تک کہلاتا رہا ہے۔

بارہ ائمہ کی عصمت کا قائل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کہ جس میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے۔ ان سے مراد بارہ امام لیتا رہا ہے۔

ینابیع المودۃ:

عن ابن عباس قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہ علیہ و سلم یَقُوْلُ اَنَا وَ عَلِیٌّ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ وَ تِسْعَۃٌ مِنْ وُلْدِ الْحُسَیْنِ مُطَہَّرُوْنَ مَعْصُوْمُوْنَ۔

(ینابیع المودۃ ص ۴۴۵ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں

سے نو آدمی پاک اور معصوم ہیں۔

ینابیع المودۃ:

عُلِمَ اَنَّ مُرَادَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ حَدِیْثِہٖ ھٰذِہِ الْاَئِمَّۃَ الْاِثْنَاعَشَرَۃ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہٖ اِذْ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَحْمَلَ ھٰذَا الْحَدِیْث عَلَی الْخُلَفَاءِ بَعْدَہٗ مِنْ اَصْحَابِہٖ لِقِلَّتِہِمْ عَنْ اِثْنَا عَشَرَ وَلَا یُمْکِنُ اَنْ یَحْمِلَہٗ عَلَی الْمُلُوْکِ الْاُمَوِیَّۃِ لِزِیَادَتِہِمْ عَلَی اثْنَا عَشَرَ وَلِظُلْمِہِمُ الْفَاحِشِ اِلَّا عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ۔

(ینابیع المودۃ ص ۴۴۶ الباب السابع والسبعون)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ بارہ سے مراد آپ کی اہل بیت اور عترت سے بارہ آدمی ہیں۔ کیونکہ اس سے مراد خلفاء راشدین اس لیے نہیں ہو سکتے۔ کہ وہ تعداد میں بارہ سے کم ہیں۔ اور اموی خاندان کے بادشاہ بھی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایک تو وہ بارہ سے زیادہ ہیں۔ اور دوسرا ان میں ماسوا عمر بن عبدالعزیز کے ظالم ہوئے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

مندرجہ بالا حدیث کا مصداق جب بارہ ائمہ اہل بیت کو بنایا گیا۔ اور خلفاء راشدہ کا صاف صاف ذکر کر کے انہیں حدیث پاک کے مصداق سے خارج کیا ہے۔ اس حدیث میں بارہ خلفاء کا تذکرہ ہے۔ لہذا جب، خلفاء میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہوئے۔ تو

خلافت بلافصل بھی ثابت ہو گئی۔ اور خلفائے ثلاثہ کا غاصبِ خلافت ہونا بھی ثابت ہوا۔ یہی شیعہ لوگوں کا مسلک ہے۔ جب صاحب ینابیع المودۃ بھی دبے لفظوں میں یہی کہہ رہا ہے۔ تو پھر اس کے شیعہ ہونے میں کون سی رکاوٹ رہ گئی۔ اب اس کی تصنیف کو صائم نعت خوان نے اپنی کتاب کی رونق بنا کر اپنا شیعہ ہونا خود ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مسلک کی کتب کے حوالہ جات دیتا ہے ان سے اقتباسات پیش کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے القابات جو صائم نے ذکر کیے ان تمام کا ماخذ یہی کتاب ہے۔ اگر انہیں حقیقی معنوں پر محمول کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ ترین شخصیت حضرت علی المرتضٰی ہیں۔ تمام انبیاء حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان اوصاف سے محروم ہیں (معاذ اللہ) اسی طرح التنبیہ والاشراف اور مروج الذہب۔ جو مسعودی کی تصانیف ہیں ان سے اکتساب کیا گیا۔ مسعودی کا شیعہ ہونا مسلم ہے۔ اس سلسلہ میں الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، الکنی والالقاب اور اعیان الشیعہ میں ان مصنفین کے حالات و عقائد دیکھ لیں یہ تین کتابیں شیعہ مصنفین کی فہرست ہیں۔ اور ان کے مختصر کوائف و حالات ان میں درج ہیں۔ کسی غیر شیعہ کو ان میں درج ہی نہیں کیا گیا۔

صائم نعت خوان سے اسی مسعودی کو "مورخ جلیل علامہ مسعودی" کہہ کر مشکل کشا نامی کتاب ص ۸۰ پر لکھا ہے۔ مختصر یہ کہ دھوکہ دینے اور بھولے بھالے اہل سنت کو من گھڑت سنیوں کی کتابوں کے حوالہ جات دے کر بہکانے کی کوشش کی گئی۔ اور اور ہم نے بفضلہ تعالیٰ صائم نعت خوان کے عزائم سے آگاہ ہو کر امت مسلمہ اور خاص کر اہل السنت کو متنبہ کر دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ ہماری یہ کوشش حقیقت کی پہچان میں ممد و معاون ثابت ہو گی۔ اور نام نہاد سنیوں کے پوسٹ مارٹم کا کام دے گی۔

آخری گزارش :

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ سے قطع و برید کر کے صائم نعت خواں نے جس طرح اپنی مرضی منشاء کے مطابق اپنے ہی پسندیدہ عنوانات کے تحت ان کی تفسیر و تشریح کی۔ کہ جس کا خود مجدد صاحب کے مقصود و مراد سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اس کی مکاری کو واضح کرنے کے لیے ہم نے تردیدی قلم اٹھایا۔ ہمارے پیش نظر تردید برائے تردید نہیں ہے۔ بلکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہے۔ اس لیے ہم نے مکتوبات شریفہ کی مکمل عبارات درج کر کے پھر مجدد صاحب کے مکتوبات سے ہی آپ کی مراد و مقصود کو واضح کرنے کے لیے کئی دوسرے مکتوبات سے عبارات نقل کیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے ان اصل عبارات اور تائیدی عبارات کو دیکھ کر صائم نعت خواں کی دھوکہ دہی اور کذب بیانی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد ہم صائم صاحب کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ اگر ان میں رائی برابر بھی ایمان کی رمق ہے۔ تو اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لے۔

چیلنج : اور اگر ہماری پیش کردہ عباراتِ مکتوبات کو وہ مجدد صاحب کے مقصود کے خلاف قرار دیتے ہوں۔ تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس کی تردید اور وہ بھی حضرت مجدد صاحب کے ارشادات سے ہی پیش کر دیں۔ تو میں انہیں مبلغ بیس ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔ بلکہ وہ اس بارے میں اپنے تمام سُنی نما شیعہ ساتھیوں سے بھی تعاون حاصل کریں۔ تو بھی اس کی کھلی اجازت ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي الآية

فاعتبروا یا اولی الابصار